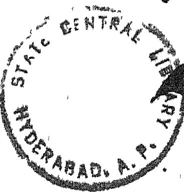
خلق الانسان علمه البیان

حسب منشاء جناب مستطاب معلی القاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی

واسطے تعلیم طلبہ مدارس کے

کتاب

تذکرة البلاغة



کہ جسکو

مولوی ذوالفقار علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع سہارنپور نے تالیف کیا

اور جسکے صلہ مین پانسو روپیہ بطور انعام سرکار سے مرحمت ہوئے

بار دوم

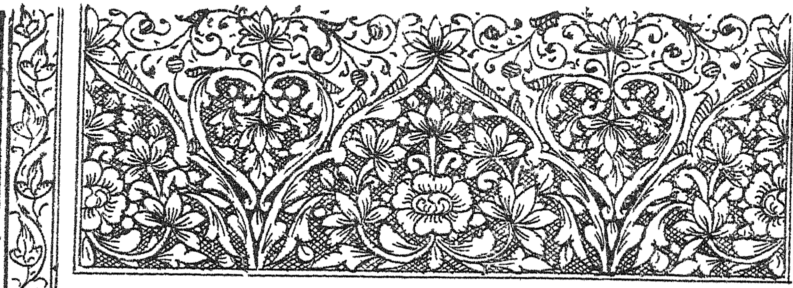
حسب اجازت مؤلف ممدوح الصدر خاکسار محمد عبد الاحد کے اہتمام سے بماہ جولائی ۱۹۰۹ء

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی

قیمت عہ

فہرست مضامین تذکرۃ البلاغۃ ہر سہ حصہ

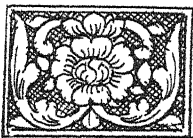
صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳	تمہید۔	۱۱۹	استعارہ کی قسمین اور اُن کے فوائد۔
۵	کلام فصیح۔ اور اُس کی تعریف۔	۱۳۱	تیسرا مقصد کنایہ کے بیان مین۔
۹	بلاغت۔	۱۳۶	حصہ سوم علم بدیع کے بیان مین
۱۱	حصہ اول علم معانی کے بیان مین	۱۳۷	باب اول صنائع معنوی کے بیان مین
"	فصل اول۔ احوال اسناد خبری کے بیان مین	۱۳۷	صنعت مطابقہ۔
۱۷	فصل دوم۔ احوال مسند الیہ کے بیان مین۔	۱۳۹	صنعت مقابلہ۔
۳۶	فصل سوم احوال مسند کے بیان مین	"	صنعت مراعاۃ النظیر۔
۴۲	فصل چہارم متعلقات فعل کے بیان مین	۱۴۲	صنعت مشاکلہ۔
۴۶	فصل پنجم قصر کے بیان مین۔	"	صنعت مزاوجہ۔
۵۰	فصل ششم انشا کے بیان مین۔	۱۴۳	صنعت ارصاد۔
۵۹	فصل ہفتم وصل اور فصل کے بیان مین	۱۴	صنعت عکس وتبدیل۔
۶۸	بیان وجہ جامع کا۔	۱۴۳	صنعت رجوع۔
۷۲	فصل ہشتم ایجاز واطناب ومساوات کے بیان مین	۱۴۵	صنعت توریہ جسے ایہام بھی کہتے ہین
۸۰	حصہ دوم علم بیان بیان مین	۱۴۵	صنعت استخدام۔
۸۷	فصل اول طرفین تشبیہ کے بیان مین۔	۱۴۶	صنعت لف ونشر۔
۹۱	فصل دوم وجہ شبہ کے بیان مین۔	۱۴۷	صنعت جمع۔
۱۰۰	فصل سوم حروف تشبیہ کے بیان مین	۱۴۸	صنعت تفریق۔
۱۰۰	فصل چہارم غرض تشبیہ کے بیان مین۔	۱۴۸	صنعت تقسیم۔
۱۰۴	فصل پنجم تشبیہ کے اقسام کے بیان مین	۱۴۹	صنعت تقسیم مسلسل۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

دیباچہ





برنگِ گل جسے اب دیکھیئے وہ خندان ہی
بہارِ علم ہے ہندوستان گلستان ہی

ان دنون کہ ہندوستان جنت نشان بتوجہ شاہنشاہ رعیت پرور مخزن علوم و ہنر ہے اور گلشن ہر فن سر سبز و شاداب و تازہ و تر ہے جسطرف دیکھو چمنستان کمالات لہلہاتے ہین اور ارباب کمال بسانِ نغمہ سنجانِ چمن چہچہاتے ہین۔ حکام والامقام کی طرف سے اہل علم کو صلاے عام ہے اور فراہمی تالیفاتِ مفیدہ کی تاکید تمام ہے۔ ایسے مبارک وقت مین بندہ حقیر **ذوالفقار علی** عفا اللہ عنہ خادم دیرینہ سر رشتہ تعلیم کو بھی تالیف جدید کا خیال آیا۔ گویا باسی کھیر کو اُبال آیا۔ اسپر بعد مشورہ دوستون کے یہ صلاح ٹھہری کہ بلاغت مین جو ایک علم شریف ہی کوئی رسالہ تالیف ہو۔ کیونکہ اس علم کی جامع کتاب۔ اردو مین نایاب ہی۔ ہر چند بیان و بدیع مین تو رسائل کسیقدر ہین گو کمتر ہین اور اکثر ناتمام و مختصر ہین۔ مگر علم معانی مین جو مقصود اعظم بلاغت ہی اب تلک کوئی رسالہ نہ آنکھون دیکھا اور نہ کانون سُنا۔ اردو تو اُردو فارسی مین بھی اس علم کی اچھی کتاب

نادر الوجود بلکہ مفقود ہے۔ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ یہ شاہد رعنا و دلبر زیبا اس قدر عرصہ تلک حجاب مین رہا اور کسی مشتاق دیدار نے اسکے چہرہ کا نقاب نہ اٹھایا۔ ظاہرا باعث اس توقف کا دشواری فن مذکور ہے۔ اور اب ان تینون فنونکا ایک جا جمع کرنا ضرور ہے۔ الحاصل جب احباب نے یہ حکم قطعی فرمایا تو مجھ سے سوائے اسکے اور کچھ بن نہ آیا۔ کہ یہ شعر کسی استاد کا حسب حال زبان پر لایا شعر بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا۔ ہر چند یہ کار میرے حوصلہ سے باہر۔ اور میری طاقت ولیاقت سے بڑھکر تھا مگر چار و ناچار توکلت علی اللہ تعالی کہکر اٹھا اور تعمیل حکم دوستان مین ہمہ تن مصروف ہو بیٹھا۔ سو صد شکر خداوند کارساز بندہ نواز کا کہ کتاب حسب دلخواہ تمام ہوئی اور نام اسکا **تذکرۃ البلاغت** رکھا گیا۔ اور معلوم رہے کہ اصل اس کتاب کی کتب عربیہ مثل مطول و مختصر معانی تصنیف علامہ سعد الدین تفتازانی ہین اور اس لیے ترتیب مسائل انہین کے موافق ہے۔ اور اصطلاحات عربی کی انکے موقعون پر اچھی طرح تشریح کردی ہے اور بعض مقام پر اور رسائل فارسی و اردو مثل عطیہ عظمے و موہبتہ کبرے سراج الدین علی خان آرزو و دریائے لطافت میر انشاء اللہ خان و خصوص بیان و بدیع مین ترجمہ حدائق البلاغت مولفہ مولانائے صہبائی بھی پیش نظر رہے ہین۔ امید کہ جو شخص صرف و نحو زبان اردو سے واقف ہوگا وہ یہ مضامین بخوبی سمجھ لیگا و بوقت مطالعہ کتاب ناظرین منصف پر یہ امر روشن ہو جائیگا کہ فقیر مولف نے فراہمی مسائل و تلاش اشعار امثلہ مین کسقدر سعی کی ہے اور ہر چند اپنے عندیہ مین ہر مقام پر خوض و تامل کو معاف نہین رکھا مگر سہو و نسیان انسان کی سرشت مین داخل ہین۔ پس اگر کہین خطا دیکھین تو بنظر کم استعدادی مولف

معاف فرماوین اور اس کا اجر خداوند تعالیٰ سے پاوین - واللہ لا یضیع اجر المحسنین -
اور یہ کتاب مرتب ہوئی ایک تمہید اور تین حصون اور ایک خاتمہ پر -

تمہید

کلمہ فصیح اُسکو کہتے ہین جو تنافر حروف اور غرابت و مخالفت قیاس لغوی سے خالی ہو تنافر کوئی امر ہوتا ہے کلمہ مین کہ اُسکے سبب سے کلمہ کا تلفظ زبان پر گران ہو جاتا ہے جیسا لفظ ڈپٹنٹ کا میرزا محمد رفیع سودا تخلص کے شعر مین جو گھوڑے کی تعریف مین ہے ؎
وہم آسا ہے اُس پری وش کی ٭ شرق سے تا بغرب اک ڈپٹنٹ ٭ طبع سلیم گواہ ہے کہ ڈپٹنٹ کا تلفظ زبان پر گران ہے بجاے اُسکے چھیٹر یا دوڑ کہتا تو یہ عیب نہ پایا جاتا +

قاعدہ کلیہ تنافر کا یہ ہے کہ جسکو سلیم الطبع ثقیل سمجھے وہ تنافر ہے خواہ بسبب اجتماع حروف قریب المخارج کے ہو یا بعید المخارج کے یا کسی اور باعث سے -

غرابت کے یہ معنی ہین کہ لفظ وحشی مجہول المعنی یا غیر مانوس الاستعمال ہو - مثال مجہول المعنی کی لفظ دِستا کا ولی کے شعر مین ؎ یہ دل تجھ مکھ کے کعبہ مین مجھے اسود حجر دِستا ٭ زنخدان مین ترے مجھ چاہ زمزم کا اثر دِستا ٭ لفظ دستا کے معنے تحقیقاً معلوم نہین ہوتے شاید پنجابی لفظ ہے بمعنی نظر آتا ہے - کے مثال غیر مانوس الاستعمال - استعمال لفظ مِتین کا بجاے مین کے - اور سُون اور سیتی کا بجاے سے کے - اور مجھ اور تجھ کا بجاے میرے اور تیرے کے اور بچن کا بجاے قول کے اور چرن کا بجاے قدم کے اور انکھیان بجاے آنکھون کے اور آپس بلا مد بجاے اپنے کے اس قسم کے الفاظ شعراے متقدمین کے کلام مین بکثرت موجود ہین اور اب بالکل غیر مانوس اور متروک ہین - ولی ؎ تا حشر رہے بوے گلاب اُسکے عرق سون ٭ جس پر مین اِکبار

وہ گل پیرہن آوے ٭ سایہ ہو میرا سبز برنگِ پرطوطی ٭ گر خواب مین وہ نوخطِ شیرین بچن آوے ٭ کھینچین الپس انکھیان منین جون کحل جواہر ٭ عشاق کے گرہاتھ وہ خاکِ چرن آوے ٭ آبرو ؎ برمنین جامہ نتھا اک جھول تھی ٭ سودا ؎ یا الٰہی مین کہون کس سیتی اپنا احوال ٭ زلف خوبان کی میرے دلکی ہوئی ہے جنجال ٭ ایضاً ؎ گرہ لاکھون ہی غنچونکی صبا اک دم مین کھولے ہے ٭ نہ سُلجھین تجھ سے ای آہِ سحر مجھ دلکی گلجھڑیان ٭ اور ایسا ہی استعمال لفظ ڈبرے کا بجاے کھیت کے سودا کے شعر مین ؎ لے دیدۂ تر جدہر گئے ہم ٭ ڈبرے جو تھے خشک بھر گئے ہم ٭ اور کد کا بجاے کب کے اس شعر مین ؎ لختِ جگر سے خالی مژگان یہ کد رہے ہین ٭ یہ چھوٹے چھوٹے پودے پھولون سے لد رہے ہین ٭ -

مخالفت قیاس لغوی کے یہ معنی ہین کہ لفظ خلاف قاعدہ مفردات لغت کے مستعمل ہو جیسا سودا نے اپنے قصیدہ مین جسکے قوافی ہمدم و قلم ہین الفاظ عالم و کاظم کو جو بکسر ماقبل آخر فاعل کے صیغے ہین بفتح لام و ظا قافیہ کیا ہے مطلع قصیدہ یہ ہے علم ظنی ہے طبابت اسے سن رکھ ہمدم ٭ متفق اس پہ اطباے جہان ہین باہم ٭ اور وہ اشعار جن مین عالم و کاظم کو قافیہ کیا ہے یہ ہین ؎ فی التحقیقت ہے اطبا مین وہی شخص طبیب ٭ جو کماینبغی ان چیزون کا ہووے عالم ٭ سو توان با تو نین ہے غرض طبیبون مین کسے ٭ اس زمانہ مین بجز میر محمد کاظم ٭ ایسا ہی گرفتہ کو جو صیغہ صفت کا ہے مثل شگفتہ اور خفتہ کے گرفت بحذف ہا لایا ہے یہ بھی خلاف قیاس لغوی ہے ؎ سودا مین اس چمن مین ہون جون غنچہ دل گرفت ٭ ناتھ سر امین صورت دل گیر چاہیئے ٭ اسیطرح متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک یا اور اسی قسم کی غلطی کرنا یا مذکر کو مونث یا مونث کو مذکر لانا یا بجاے راے ہندی کے راے مخففہ استعمال کرنا خلاف

قیاس لغت سمجھنا چاہیئے مثال تحریک ساکن کی سودا کا شعر ؎ بنیے کا دوال بند
ایک قرضدار تھا ٭ اُس کے ادا کرنے مین سخت وہ لاچار تھا ٭ ایضاً ؎ ذات پر
اسکی مہر ہین کُنہ عزوجل ٭ الفاظ قرض وکُنہ ساکن الاواسط ہین نہ متحرک الاواسط
علاوہ ازین دوال بند بمعنی سپاہی کے ہین نہ دیوال بند - اس قسم کی غلطیان اس
ملک الشعراء کے کلام مین اَور بھی ہین - میر محمد تقی تخلص میر ؎ خلق یکجا ہوئی کنارہ پر ٭
حشر برپا ہوئی کنارہ پر ٭ حشر کو برخلاف جمہور فصحا کے مؤنث باندھا ہی - سودا ؎
ساق سیمین تری شب دیکھ کے گوری گوری ٭ شرم سے شمع ہوئی جاتی ہی تھوری تھوری
اس مین تھوڑی کو جو را سے ثقیلہ سے ہے گوری کا جو را سے خفیفہ سے ہے قافیہ کیا ہے
الغرض یہ جملہ امور خلاف قیاس لغت واصطلاح - ومخل فصاحت ہین -

فائدہ بعض الفاظ خلاف لغت صحیح محاورہ فصحا مین بکثرت مستعمل ہین انکو بمقتضای
غلط العام فصیح کے مخل فصاحت نہ سمجھنا چاہیئے مثلاً لفظ دوانہ بجاے دیوانہ کے اور شامتحرک
الاوسط بجای ساکن الاوسط کے اور کافر بوزن ساغر کے اور صاحب بوزن یارب کے - ایسا ہی اگر
شاعر اپنی غلطی کیطرف اشارہ کردے تو کلام مبدل بلطف ہوجاتا ہے جیسا آلہی بخش خان
معروف کے اس شعر مین ؎ غلط العام فصیح کی حنا کا معروف ٭ رنگ ہی میرے
ان اشعار کے ناخونون مین ٭ لفظ فصیح ناخن ہے نہ ناخون - شاعر نے اس غلطی کی
طرف اشارہ کرکے اپنے کلام کو لطیف کردیا لہذا وہ خلاف فصاحت نہین ہے -

کلام فصیح اُسکو کہتے ہین جسکے تمام الفاظ فصیح ہون اور ضعف تالیف وتنافر کلمات
اور تعقید سے خالی ہو ضعف تالیف کے یہ معنے ہین کہ ترکیب کلام خلاف قواعد نحو کے ہو
مثلاً کسی اسم کیطرف قبل اُسکے ذکر کے اشارہ کردین جیسا یون کہین کہ اُس کے

غلام نے زید کو مارا اور لفظ اُس کے سے مراد زید ہو۔ یا درمیان فعل و فاعل یا فعل و مفعول کے کسی اجنبی کا فاصلہ لے آویں جس کا بیان آگے آوے گا۔

تنافر کلمات کے یہ معنی ہین کہ کلمات مجتمع ہو کر زبان پر ثقیل ہو جاوین گو انہین ہر ایک بجاے خود فصیح ہو جیسا اس عبارت مین چچا چار کچرے کچے چچا چار کچرے پکے ۔ پکے کچرے کچے چچا کچے کچرے پکے ۔ یہان الفاظ چچا اور کچرے ہر یک بجاے خود فصیح و غیر ثقیل ہین مگر مجتمع ہو کر بشدت ثقیل ہو گئے اور جیسا اس مصرعہ مین ؎ حرب کی قبر کے کر قرب مین قبر ۔ اور جیسا انشاء اللہ خان کے ان دونون شعرون کے آخر مصرعون مین ؎ تربت قیس پہ ٹکرائے یہ آہو کہ تمام ۔ گئے شاخون کی دھڑا دھڑ سے یہ جھڑ جھڑ تیھڑ ۔ ایضاً ؎ تیس حرفون ہی مین سب کچھ ہے یہ انشا سچ ہے ۔ بس یہی نحو کے ہین حرف یہی صرف کے حرف ۔ اخیر کے دو شعرون مین پہلی دو مثالون سے ثقل کم ہے۔

تعقید کے یہ معنے ہین کہ مطلب کلام کا ظاہر نہو یا تو اس سبب سے کہ نظم کلام مین بسبب تقدیم یا تاخیر یا حذف وغیرہ کے کچھ خلل ہے اسکو تعقید لفظی کہتے ہین۔ مثال تقدیم و تاخیر کی اشعار ذیل مین سودا ؎ توڑ کر بت خانہ کو مسجد بنائی تو نے شیخ ۔ برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا ۔ اصل کلام یہ تھا کہ برہمن کے دلکی تعمیر کا بھی کچھ فکر ہے پس یہان درمیان تعمیر مضاف اور دل مضاف الیہ کے الفاظ "کچھ فکر ہے" فاصل ہو گئے ہین اس لیے شعر اپنی سلاست پر نہ رہا حکیم مومن خان تخلص مومن ؎ اعجاز جان دہی ہے ہمارا کلام کو ۔ زندہ کیا ہے ہمنے مسیحا کے نام کو ۔ مصرعہ اول مین اصل کلام یہ ہے اعجاز ہمارا جان دہی ہے کلام کو پس یہان درمیان مضاف و مضاف الیہ اور فعل اور مفعول کے اجنبی کا فاصلہ ہے۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق تخلص

؎ بند آنکھین کیے جاتا ہے کدہر تو کہ تجھے ٭ ہے تر النقش قدم چشم نمائی کرتا ٭ یہان مصرعہ اول مین بند آنکھین کیے حال مقدم ہے اور تو ذو الحال موخر ہے اور مصرعہ دوم مین کرتا ہی صیغہ واحد ماضی قریب تھا اُسکے دو ٹکڑے کر کے علامت ماضی قریب کو لفظ ماضی سے مقدم کر دیا ہے اس لیے شعر مین بہر دو وجہ گونہ تعقید ہے۔ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ
؎ دیکھا تو عجب ہے یہان کا لیکھا ہم نے ٭ یہان دیکھا فعل اور ہم نے اُس کا فاعل اور اُن کے بیچ مین الفاظ اجنبی فاصل ہو کر بسبب تعقید ہو گئے ہین۔
مثال حذف مومن خان کا شعر ؎ خیال خواب راحت ہی علاج اس بدگمانی کا ٭ وہ کافر گور مین مومن مرا شانہ ہلاتا ہے۔ مطلب شعر یہ ہے کہ ہم تو مر گئے اور معشوق کو اب تلک خیال خواب راحت ہی یعنی وہ جانتا ہے کہ ہم خواب راحت مین ہین پس کیا علاج ہی اس بدگمانی کا یہان جملہ خیال خواب راحت ہے مبتدا ہے جسکی خبر محذوف ہی یعنی اُسکو اور جملہ علاج اس بدگمانی کا خبر ہے جس کی مبتدا محذوف ہی یعنی کیا علاج یا مبتدا ہے جسکی خبر محذوف ہے یعنی علاج اس بدگمانی کا کیا ہے بہر حال بباعث حذف کے مصرعہ اول مین تعقید ہو گئی ہی۔ یا مطلب کلام اسوجہ سے ظاہر نہین ہوتا کہ متکلم کے مطلب تک بذریعہ لوازم بعیدہ و وسائط کثیرۂ خفیہ غیر مذکورہ رسائی ہوتی ہی پس وسائط کثیرہ اور اُن کا مذکور نہونا باعث تعقید کلام ہو جاتے ہین اس قسم کی تعقید کو تعقید معنوی کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ میری لیلے کو کر دیا مجنون ٭ اے سکندر مین تجکو کیا کوسون ٭ خلاصہ شعر یہ ہی کہ شاعر کا معشوق آئینہ مین اپنی صورت دیکھکر اپنا عاشق ہو گیا ہی۔ اور مشہور یہ ہے کہ آئینہ سکندر نے ایجاد کیا ہی پس شاعر سکندر کی شکایت کرتا ہے کہ تو نے ایسی چیز کیون بنائی جس سے اُسکے معشوق

بلکہ خود عاشق پر یہ بلا آئی ۔یہان بنائے شکایت تین امر ہین ایک سکندر کا آئینہ بنانا دوسرا معشوق کا آئینہ دیکھنا ۔تیسرا اپنا عاشق ہوجانا اور تینون امور شعر مین مذکور نہین ہین اور یہی وجہ تعقید ہوگئے ہین اور قریب اسیکے ہے یہ شعر اسد اللہ خان تخلص غالب کا ؎ آئینہ دیکھ اپنا سامنہ لے کے رہ گئے ﴿ صاحب کو دل نہ دینے یہ کتنا غرور تھا ﴿ تعقید کی اور مثال مومن خان کا شعر ؎ یہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا ﴿ مین الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا ﴿ حاصل شعر یہ ہے کہ شاعر نے اپنے دوست سے کہا کہ تونے وعدۂ ملاقات کیا اور تب بھی نہ آیا پس تونے اپنے کہے کے خلاف کیا اور الزام کہا یا اُسکے دوست نے اپنے نہ آنے کی وجہ امتحان کشش دل بیان کی یعنے اُس نے کہا کہ مجکو امتحان کشش دل طرفین منظور تھا کہ دیکھین کون کس کو کھینچ لیتا ہے نتیجۂ امتحان یہ ہوا کہ میرے دل کی کشش تم پر غالب آئی کہ تمکو میرے گھر کھینچ لائی ۔اب شاعر لاجواب ہوکر کہتا ہے کہ یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا کہ اُسنے اُلٹا مجکو قصور مند ٹھیرایا ۔یہان وجہ قصور مند ہونے شاعر کے یعنے اس کا دوست کے پاس جانا اور دوست کا اُسکے پاس نہ آنا شعر مین مذکور نہین ہین اور یہی امور باعثِ خفائے مقصود و سبب تعقید ہوئے ہین ۔اب معلوم کرنا چاہیے کہ بعض علماء کے نزدیک فصاحت کلام کیواسطے علاوہ دو چار امور مذکورۂ بالا کے دو اور شرائط بھی ضروری ہین ایک نہونا کثرت تکرار کا اور دوسرے نہونا کثرت اضافات کا یعنی انکی رائے مین ایک یا کئی الفاظ کا کلام مین بار بار آنا یا چند اضافتونکا پے در پے آنا خلاف فصاحت ہے مثال کثرت تکرار کی شعر انشاد اللہ خان کا ؎ تم جو کہتے ہو مجھے تونے بہت رسوا کیا ﴿ کیا گنہ

کیا جرم کیا تقصیر مین نے کیا کیا ۔ مصرعہ دوم مین لفظ کیا چار بار آیا ہو۔ دوسری مثال غالب کے
شعر کی ؎ نیند اُسکی ہے دماغ اُسکا ہے راتین اُسکی ہین ۔ تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان
ہوگئین ۔ مثال کثرت اضافات کی ذوق کا شعر ہے ؎ وہ ہوئین گیسوئے موج محیط
اعظم وحشت ۔ کہ ہے گھیرے ہوئے روے زمین کو پیچ و خم میرا ۔ ایضاً غالب ؎
مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیئے ۔ داغ طرف جگر عاشق شیدا لکھیئے ۔ اول شعر کے
اول مصرعہ مین اور دوم شعر کے دوم مصرعہ مین چار چار متواتر اضافتین ہین اور حق
یہ ہے کہ کثرت تکرار و کثرت اضافات اگر باعث ثقل تلفظ ہون تو تنافر کلمات مین
داخل ہین ورنہ خلاف فصاحت نہین ہین بلکہ اکثر سبب لطافت و ملاحت کلام ہو جاتی ہین۔
متکلم فصیح اُسکو کہتے ہین جو مقصود بالفاظ فصیح بیان کرنیکا ملکہ رکھتا ہو یعنی اس باب مین
مشاق ہو پس اگر کوئی متکلم ایک مطلب کو بالفاظ فصیح بیان کردے تو اُس کو اصطلاح
مین فصیح نہین کہین گے جب تک آسکے ذہن مین قوت ادا سے مقصود بالفاظ فصیح
خوب مستحکم نہ ہو جاوے۔

بلاغت کلام کے یہ معنے ہین کہ کلام فصیح موافق مقتضاے حال کے ہو یعنی جیسا
موقع ہو اُسی کے مطابق گفتگو کیجاوے مثلاً اگر سامع مضمون خبر مین شک نہ رکھتا ہو
یعنے صدق و کذب خبر سے خالی ذہن ہو تو وہان خبر کو مقرون بتاکید نہ لانا چاہیئے اور
جو سامع مضمون خبر مین متردد ہو تو وہان تاکید خبر مناسب ہے اور جو سامع منکر خبر ہے تو
وہان تاکید خبر بقدر قوت انکار سامع واجب ہو پس جو شخص زید کے آنے یا نہ آنیسے خالی ذہن ہو
یعنی اُسمین متردد نہو تو اُسکو صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ زید آیا اور جو اُسمین متردد ہو
تو کہنا مناسب ہے کہ بیشک زید آیا اور جو زید کے آنیکا منکر ہو تو کہنا چاہیے کہ بخدا بیشک

زید آیا یا مثل اسکی۔ اب تعریف بلاغت سے واضح ہے کہ بلاغت کلام نے فصاحت کلمات کے متصور نہین ہے اور فصاحت نے بلاغت کے پائی جاسکتی ہے جہان کلام فصیح مین رعایت مقتضائے حال ولحاظ موقع کا نہو۔ پس بلاغت کلام دو امور پر موقوف ہے ایک یہ کہ معنے مطلوب کے ادا کرنے مین خطا سے بچے تاکہ رعایت موقع ومقتضائے حال کی پائی جاوے دوسرے یہ کہ کلام فصیح کو غیر فصیح سے تمیز کرے کیونکہ بلاغت نے فصاحت نہین پائی جاسکتی ہے اور تمیز کلام فصیح کی غیر فصیح سے کسیقدر تو علم لغت سے ظاہر ہوتی ہے جیسے لفظ کا وحشی ہونا اور کچھ علم صرف سے مثل مخالفت قیاس لغوی کے کیونکہ صرف سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ مثلاً عالم وکاظم جو اسم فاعل کے صیغے ہین بفتح لام وظا استعمال کرنا قیاس لغوی کے خلاف ہے اور کسیقدر علم نحو سے معلوم ہوتی ہے مثل ضعفِ تالیف وتعقید لفظی کے اس لیے کہ مثلاً عدم جواز اضمار قبل الذکر اور غیر مناسب ہونا فاصلہ اجنبی کا درمیان فعل وفاعل یا فعل ومفعول کے علم نحو کے مسئلے ہین۔ اور کسیقدر بذریعہ طبع سلیم کے مثل ناگواری تنافر حروف وکلمات کے۔ مگر بذریعہ لغت وصرف ونحو وطبع سلیم کے تعقید معنوی سے احتراز نہین ہوسکتا یعنے چارون امور مذکورہ بالا سے یہ دریافت نہین ہوتا کہ کلام تعقید معنوی سے محفوظ ہے یا نہین۔ الغرض حصولِ بلاغت کیواسطے علاوہ امور مسطورہ دو اور علوم کی حاجت ہے۔ ایک وہ علم جو معنے مطلوب کے مقتضائے حال کے موافق ادا کرنے مین خطا سے بچاوے۔ اور دوسرا وہ علم جو تعقید معنوی سے محفوظ رکھے۔ اول کا نام علم معانی ہے۔ دوسرے کا نام علم بیان اور جس علم سے طریقے تحسین کلام کے معلوم ہون اُس کو علم بدیع کہتے ہین۔ پس یہ کتاب تین حصون مین منقسم ہوئی

حصہ اول علم معانی کے بیان مین

علم معانی مین آٹھ فصلین ہین۔ **فصل اول** احوال اسناد خبری کے بیان مین۔ **فصل دوم**۔ احوال مسند الیہ کے بیان مین **فصل سوم** احوال مسند کے بیان مین **فصل چہارم** احوال متعلقات فعل کے بیان مین **فصل پنجم** قصر کے بیان مین **فصل ششم** انشا کے بیان مین **فصل ہفتم** فصل اور وصل کے بیان مین **فصل ہشتم** ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین۔ اور تعریف ہر ایک کی اُسکی فصل مین مذکور ہوگی۔

فصل اول احوال اسناد خبری کے بیان مین۔ کلام کی دو قسمین ہین ایک خبر اور دوسری انشا خبر وہ ہے کہ جسکے کہنے والے کو جھوٹا یا سچا کہہ سکین۔ اور انشا وہ ہے جسکے قائل کو جھوٹا یا سچا نہ کہہ سکین اور معنی اسناد کے یہ ہین کہ ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے ایسی طرح ملاوین جس سے مخاطب معلوم کر لے کہ ایک کا مفہوم دوسرے کے مفہوم کو ثابت ہی یا ثابت نہین۔ اب جانو کہ خبر دینے سے مخبر کے دو مطلب ہوتے ہین ایک تو یہ کہ سامع کو ایک بات سے آگاہ کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ اُس سے اپنی واقف کاری ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً زید آیا دو غرض سے بولا جاتا ہے ایک تو یہ کہ سامع ناواقف کو زید کے آنے سے آگاہ کردے اور دوسرے اظہار اس امر کا کہ زید کے آنیسے متکلم بھی مثل سامع کے واقف ہی۔ غرض اول کو فائدہ خبر اور دوم کو لازم فائدہ خبر کہتے ہین کبھی مخاطب کو جو فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر سے واقف ہی بمنزلہ غیر واقف خیال کر کے خبر دیجاتی ہی جسجگہ کہ مخاطب اپنے علم پر عامل نہو۔ مثلاً وکیل جعلساز کو کہین کہ سنو جعلسازی بڑا جرم ہی یا ایک مولوی بے نماز سے کہین کہ حضرت نماز فرض ہے اور اسی قسم کا ہے یہ سودا کا شعر ؎ مجرم ہون مین تو کہہ د مکافات کے لیے ۔ منہ مین خدا نے دی ہے

زبان بات کے لیے ٭ اس امر کو ہر کوئی جانتا ہے کہ زبان بات کے لیے ہے مگر چونکہ مخاطب باوجود حاجت کچھ بولتا نہین ہے اس لیے شاعر اُسکو فائدہ زبان سے ناواقف فرض کر کے دوسرے مصرعہ کے مضمون سے مطلع کرتا ہے مگر یاد رہے کہ خبر حاجت سے زیادہ نہ دینی چاہیے جسکا بیان اوپر گذرا یعنے اگر مخاطب مضمون خبر سے ناواقف ہے اور اُسکو اُسمین کچھ تردد نہین تو خبر کو بالفاظ تاکید نہ کہنا چاہیے اور اگر مضمون خبر مین متردد و حیران ہے تو بہتر ہے کہ خبر بتاکید دیجاوے اور اگر مخاطب مضمون خبر کا منکر ہے تو تاکید بقدر قوت انکار واجب ہے الحاصل یہ تین صورتین ہوئین اول صورت کو ابتدائی کہتے ہین اور دوسری کو طلبی اور تیسری کو انکاری - اگر کلام صورتون مذکورہ کے مطابق بولا جاوے تو کلام موافق ظاہر کہلاویگا اور بسا اوقات خلاف ظاہر بھی گفتگو کیجاتی ہے یعنے غیر سائل کو سائل ٹھیراتے ہین جبکہ کلام سابق مین اس قسم کا مذکور ہو جو مضمون خبر کیطرف اشارہ کرے جس سے مخاطب غیر سائل خبر کا منتظر ہو جاوے جیسا میر کے اس شعر مین ؎ میر کے دین اور مذہب کو ٭ پوچھو ہو کیا تم اُسنے تو ٭ قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا ٭ کب کا ترک اسلام کیا ٭ جب اسقدر کہا گیا کہ میر کے دین اور مذہب کو پوچھو ہو کیا تو طرز کلام سے واضح ہو جاتا ہے کہ میر کے دین مین کچھ خلل ضرور آگیا ہے - اب مخاطب کو یہ تردد پیدا ہوگا کہ آیا خلل مذکور نے نوبت بکفر پہونچا دی یا نہین اب گویا مخاطب غیر سائل سائل ہوگیا اُسکے جواب مین مصرعہ ثانی کہا گیا جس مین خبر مقرون بتاکیدات ہے کیونکہ یہ تینون جملے یعنے قشقہ کھینچا اور دیر مین بیٹھا اور کب کا ترک اسلام کیا باعتبار معنی ایک ہی ہین خلاصہ سب کا یہ ہی کہ ترک اسلام کیا گویا الفاظ مین اختلاف ہے اور الفاظ تو - اور کب - تاکید کی تقویت کرتے ہین - اور جیسا ناسخ کے شعر مین ؎ مار ڈالا ہے جسے جان کے جون قاتل نے ٭

زلف مشکین میں یقین ہے وہ مراد ل ہوگا۔ مصرعہ اول سے واضح ہے کہ شے مقتول جو ن
نہ تھی اب سامع کو یہ خلجان ہوگا کہ پھر وہ کیا تھی اُس کے جواب مین مصرعہ دوم موکد بہ لفظ
یقین لایا گیا۔ اور اسیطرح کبھی غیر منکر کو منکر فرض کر لیتے ہین جبکہ غیر منکر پر آثار انکار
نمایان ہون۔ مثلاً ایک شخص ہتھیار لیکے نے سلاح میدان جنگ مین جانے لگے تو
اُس کو کہین کہ تیرے دشمن تو بیشک مسلح ہین۔ ہر چند وہ شخص دشمنو نکے مسلح ہونیکا
بظاہر انکار نہین کرتا ہے مگر اُس کا خالی ہاتھ لڑائی مین جانا منجملہ علامات انکار ہے
اس لیے اُسکو منکر خیال کر کے خبر کو موکد بلفظ بیشک کیا گیا۔ اور کبھی منکر کو غیر منکر ٹھیرا لیتے
ہین مثلاً ایک دہریہ سے جو وجود خالق کا منکر ہے کہا جاوے کہ خالق کا ہونا برحق ہے
یہان خبر بلا تاکید اسواسطے کہی گئی کہ وجود خالق کے عالم مین اس کثرت سے دلائل
موجود ہین کہ اگر وہ منکر ذرہ بھی تامل کریگا تو انکار چھوڑ دیگا۔ اور کبھی وجود ایک شی
کو بمنزلہ عدم کے ٹھیرالیا جاتا ہے۔ مثال اُسکی وہی خبر وجود خالق کی ہے بمقابلہ
دہریہ کے یعنی خبر کو بلا تاکید اس غرض سے لایا ہے کہ انکار وجود خالق کو بسبب کثرت
دلائل وجود خالق معدوم خیال کیا گیا ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ تینون اعتبارات
مذکور یعنے ابتدائی وطلبی وانکاری جیسے اثبات خبر مین مذکور ہوئے ایسے ہی نفی خبر
مین بھی جاری ہین۔ مثلاً مخاطب خالی ذہن وغیر متردد سے کہا جاویگا کہ زید نہین آیا
اور متردد سے بیشک زید نہین آیا اور منکر سے بخدا زید نہین آیا۔

فائدہ۔ اسناد خبری اور انشائی کی دو قسمین ہین ایک حقیقۃ عقلیہ اور دوسری مجاز عقلی
حقیقۃ عقلیہ اُس کو کہتے ہین کہ فعل یا معنی فعل مثل مصدر و اسم فاعل و اسم مفعول
و صفت مشبہہ و اسم تفضیل و اسم ظرف جسکے لیے بظاہر اعتقاد متکلم مین ہین اُسیکی طرف

نسبت کیے جاوین اور حقیقۃ مذکورہ کی چار قسمین ہین اول یہ کہ وہ اسناد واقع کے بھی مطابق ہو اور اعتقاد متکلم کے بھی مثلاً ایک موحد کہے کہ خدا نے زمین کو سرسبز کر دیا اور دوم یہ کہ فقط اعتقاد کے مطابق ہو نہ واقع کے جیسا غیر موحد کہے کہ زمین کو مینہ نے سرسبز کر دیا۔ تیسرے یہ کہ فقط واقع کے مطابق ہو نہ اعتقاد کے جیسا کوئی دہریہ اپنا عقیدہ کسی ناواقف سے پوشیدہ کرکے کہے کہ خالق عالم موجود ہے۔ چوتھے یہ کہ نہ اعتقاد کے موافق ہو نہ واقع کے مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ زید نہین آیا ہے اور باوجود اسکے کہے کہ آیا ہے۔ الغرض یہ چارون صورتین حقیقۃ عقلیہ کی ہین۔

مجاز عقلی اُسکو کہتے ہین کہ کسی تاویل سے فعل کو یا معنی فعل کو اُس کے ایسے متعلق کیطرف نسبت کرین جسکی طرف وہ فعل یا معنی فعل اعتقاد متکلم یا واقع مین منسوب نہو۔ الحاصل نسبت فعل معروف کی فاعل کی طرف اور فعل مجہول کی مفعول مالم یسم فاعلہ کیطرف حقیقۃ ہے جیسا امثلہ مذکورہ مین تھا اور جو نسبت کسی متعلق کیطرف کسی مناسبت سے کیجاوے وہ مجاز ہے مثلاً یہ کہنا کہ نہر جاری ہے کیونکہ نہر نام ہے اُس مکان کا جسمین پانی جاری رہتا ہے پس جاری ہونے کی نسبت بجانب نہر جو مکان جریان آب ہے مجاز ہے۔ یا طبیب کا یہ کہنا آج قارورے مین حرارت ہے یہان مراد قارورہ سے بول ہے۔ اور اصل مین قارورہ شیشہ کو کہتے ہین پس نسبت حرارت کی طرف قارورہ کے مجازی ہے بسبب علاقہ ظرفیت کے اور ایسا ہی مثلاً یہ کہنا کہ شاہجہان نے تاج بی بی کا روضہ بنایا ہے اسلیئے کہ حقیقۃً بانی معمار ہین۔ اور شاہجہان حکم دینے والا اور سبب تعمیر ہے پس نسبت بنانیکی اُسکی طرف بتاویل سبب کے ہی تعریف مجاز مین تاویل کی قید اسواسطے لگائی گئی ہے تاکہ اقوال کاذبہ اور مثل قول

غیر موحد کے کہ مینہ نے زمین کو سرسبز کردیا مجاز کی تعریف سے خارج ہو جاوین -
کیونکہ جھوٹی باتون مین کچھ تاویل نہین ہوتی اور ایسے ہی غیر موحد کا اعتقاد یہ ہے کہ
سرسبز کرنا زمین کا خاصہ مینہ کا ہے پس اُس کا بے تاویل کہنا مجاز سے خارج
اور حقیقت مین داخل ہے اسلیے ذوق کے اس شعر مین ؎ کیا دور جام ہو جو کہے
سر پہ دور چرخ * گر چاک پہ پھرے تو مین ساغر کو توڑ دون * نسبت توڑ دینے ساغر کی
جو بطرف دور چرخ کے ہے احتمال ہے کہ شاعر اپنے ظاہر کلام کا معتقد ہو یعنی وہ دور
چرخ کو مصرف احوال عالم جانتا ہو اس صورت مین یہ اسناد برنگ قول غیر موحد
مذکورہ بالا حقیقی ہو گی کیونکہ بلا تاویل ہے اور احتمال ہے کہ مصرف احوال خداوند تعالے
کو جانتا ہو اور نسبت توڑ دینے کی بجانب دور چرخ کے اس تاویل سے کی ہو کہ وہ
بظاہر انقلاب زمانہ کا باعث ہوتا ہے اس صورت مین اسناد مجازی ہو گی خلاصہ
یہ کہ جب تلک حال عقیدہ شاعر کا معلوم نہو گا اسناد کو نہ حقیقی کہہ سکین گے نہ
مجازی - اور سودا کے اس شعر مین ؎ اُٹھ گیا بہمن و دی کا چمنستان سے عمل
تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل * نسبت استیصال ملک خزان کی جو
بطرف تیغ اُردی کے ہے مجازی ہے بقرینہ اسی قصیدہ کے اگلے شعر کے ؎
سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک * دیکھکر باغ جہان مین کرم عزوجل * کیونکہ اس شعر سے
معلوم ہوتا ہے کہ شاعر موحّد ہے اور بہار کو جو مراد استیصال ملک خزان سے ہے خداوند
تعالے کی جانب سے جانتا ہے پس شعر اول مین نسبت استیصال ملک خزان کی بطرف
تیغ اُردی کے مجازی ہے اس تاویل سے کہ اُردی زمانہ بہار ہے اب سنو کہ حقیقت
و مجاز عقلی بنظر طرفین کے چار قسم کی ہین - اول یہ کہ اُنکی دونون طرفین مسند اور

مسند الیہ حقیقی ہون یعنی لغۃً اپنے حقیقی معنون مین مستعمل ہون جیسا اس قول مین کہ
بہار نے سبزہ کو اگا دیا یہان ظاہر ہے کہ بہار اپنے معنون مین مستعمل ہے اور اگا دیا
اپنے معنون مین۔ دوم یہ کہ طرفین مجازی ہون جیسے اس مثال مین شباب دہر نے
زمین کو زندہ کر دیا۔ یہان شباب دہر سے جوش قوت نامیہ مراد ہے اور حقیقت مین
شباب اُس زمانہ کو کہتے ہین کہ جاندار کی اصلی حرارت اپنے زورون پر ہو اور زمین
کے زندہ کر دینے سے اُسکی سرسبزی اور کثرت روئیدگی ونشو ونما مراد ہے اور حقیقی
معنے زندہ کرنیکے جان بخشی کے ہین اور یہ حس وحرکت کو چاہتی ہے جو زمین مین مفقود
ہین۔ تیسرے یہ کہ مسند حقیقی ہو اور مسند الیہ مجازی جیسا یون کہین کہ شباب دہر نے
سبزہ اُگا دیا۔ چوتھے اُس کا عکس جیسا اس قول مین کہ بہار نے زمین کو زندہ کر دیا
مجاز عقلی کے لیے ایسے قرینہ کا ہونا جو معنی ظاہری کے ارادہ سے منع کرے ضرور
ہے کیونکہ اگر ایسا قرینہ نہوگا تو ذہن سیدھا حقیقی معنی کیطرف جاویگا۔ پھر وہ قرینہ
یا تو لفظیہ ہوگا جیسا الفاظ کرم عزوجل سودا کے شعر مین جو سابق مذکور ہوا یا معنویہ مثلاً
قیام مسند کا مسند الیہ کے ساتھ عقلاً یا عادۃً محال ہو۔ عقلاً جیسا یون کہین کہ ہماری
محبت مجکو تمہارے پاس لے آئی یہان ظاہر ہے کہ محبت لے آنیکی فاعل حقیقی نہین
ہوسکتی اور ایسا ہی اس مثال مین کہ بادشاہ نے دشمن کا لشکر بھگا دیا عادۃً محال
ہے کہ صرف ایک تن تمام لشکر کو بھگا دے اگرچہ عقلاً جائز ہے اسی قبیل سے ہے یہ
شعر میر کا ؎ چمن مین اُسکو صبحدم تکلیف صبا لے آئی تھی ؛ رخ سے گل کو مول لیا
قامت سے سرو غلام کیا ؛ ظاہر ہے کہ صبا معشوق کے لیے آنیکی عقلاً فاعل حقیقی نہین
ہوسکتی ہے اور قرینہ معنویہ مین یہ قول موحد کا بھی داخل ہے کہ بہار نے سبزہ اگا دیا

معلوم کرنا حقیقت و مجاز عقلی کا کہین تو ظاہر ہوتا ہے جیسا یون کہین کہ ہمکو تو تجارت نے نفع نہ بخشا یعنے ہمنے تجارت مین نفع نہ اُٹھایا کیونکہ تجارۃ نفع بخشنے کی فاعل حقیقی نہین ہوسکتی ہے اور کہین پوشیدہ کہ حقیقت بعد تاویل و فکر کے معلوم ہوتی ہے جیسا یون کہین کہ تیرے دیدار نے مجھکو خوش کیا یعنے اللہ تعالےٰ نے بسبب تیرے دیدار کے مجکو خوش کیا۔ کیونکہ دیدار فاعل حقیقی خوش کرنیکا نہین ہوسکتا۔

مجاز عقلی خبر کے ساتھ خاص نہین ہے بلکہ انشا مین بھی پایا جاتا ہے جیسا کوئی امیر اپنے وزیر سے کہے کہ ہمارے لیے ایک باغ طیار کردو یا ایک شہر آباد کرو کیونکہ باغ کا طیار کرنا یا شہر کا آباد کرنا اہل کارون کا کام ہے وزیر تو ایک حکم دینے والا ہوگا۔

فصل دوم مسند الیہ کے بیان مین

حذف مسند الیہ کا یا تو اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ قرینے سے معلوم ہوسکتا ہے ایسی صورت مین اُسکو حذف کردیتے ہین تاکہ ذکر اُس کا لغو نہ ہو جیسا کہ اس مصرع مین ؎ کہا تو کیسا ہے اُسنے مین نے عرض کی بیمار ؛ یعنی مین بیمار ہون مثال دیگر ذوق کا شعر ؎ ہفتاد و دو طریق حسد کے عدو سے ہین ؛ اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہین یعنے اپنا ہے یہ طریق کہ ہم باہر حسد سے ہین۔ یہان لفظ ہم جو مسند الیہ ہے حذف کردیا گیا کیونکہ قرینہ سے معلوم ہوسکتا ہے یا اس سبب سے کہ فہم سامع کا امتحان منظور ہوتا ہے کہ وہ قرینہ فہم ہے یا نہین ہے یا واسطے اظہار اس خیال کے کہ متکلم بنظر عظمت مسند الیہ کے اپنی زبان کو اُسکے ذکر کے قابل نہین سمجھتا مثل شعر غالب ؎ اے ترا لطف زندگی افزا ؛ اے ترا عہد فرخی فرجام ؛ یعنے اے ممدوح تیرا لطف اور تیرا عہد ایسا ہے یا بنظر حقارت مسند الیہ کے اپنی زبان کو اُس کے ذکر سے بچاتا ہے۔ ذوق

ـــــہ مہ مین کہان جو تاب رخ یسمن مین ہے + جالا سا عنکبوت کا سقف کہن مین ہے
یعنے مہ جالا سا عنکبوت کا سقف کہن مین ہے - یہان مہ کو جو مسند الیہ ہے اس خیال سے
حذف کر دیا کہ معشوق کے مقابلہ مین شئے حقیر کا ذکر بار بار اچھا نہین ہے - یا اس
سبب سے کہ درصورت ضرورت اُسکے ذکر سے انکار کر جاوے جیسا بڑا لچا بدمعاش
ہے جبکہ قرینہ سے معلوم ہوتا ہو کہ مراد زید ہے اور حذف اس خیال سے ہے کہ بوقت ضرورت
کہہ سکے کہ مین زید کو نہین کہتا ہون - یا اس سبب سے کہ مسند الیہ واقع مین متعین ہے
یا متکلم دعوی تعیین کرتا ہے - مثال اول - خلاق جہان یعنی خداوند تعالےٰ - مثال دوم
یہ شعر ـــــہ کہتا تھا کل مریض کو اپنے سُنا سُنا + کر دے کوئی معاف کسیکا کہا سُنا +
یعنے معشوق کہتا تھا یا جیسا لکھ بخش یعنی بادشاہ - یا بسبب تنگی وقت کے جیسا
سانپ سانپ جبکہ مخاطب کو اس سے ڈرانا منظور ہو - یا کسی اور ایسے ہی سبب سے
مسند الیہ کو حذف کر دیتے ہین - **فائدہ** - کبھی مسند الیہ کو حذف کر کے صرف
مفعول کو بطور مفعول مالم یسم فاعلہ کے ذکر کرتے ہین جیسا یون کہین کہ فلان ڈاکو
مارا گیا یہان مسند الیہ یعنی فاعل کو اس وجہ سے حذف کر دیا کہ اس سے چندان
غرض متعلق نہ تھی مقصود بیان ہلاک ڈاکو کا ہے جو باعث آزار خلق کا تھا -
ذکر مسند الیہ کا باعث یا تو یہ ہوتا ہے کہ اصل یہ ہے کہ ہر شئے مقصود مذکور ہو اور
حذف کا سبب کوئی امر عارضی ہوتا ہے جب باعث حذف نہ پایا گیا تو ذکر واجب
ہو گیا یا یہ کہ قرینہ پر اعتماد کلی نہین ہے اسلیے احتیاطاً ذکر کر دیتے ہین یا اس وجہ سے
کہ سامع غبی ہے قرینہ فہم نہین ہے - یا واسطے توضیح و تعیین کے جیسا اس مصرع
مین ـــــہ وہی ہے دریا وہی ہے کشتی اُسیکا جلوہ حباب مین ہے - یا واسطے

اظہار تعظیم کے جس جگہ اسم مسند الیہ تعظیم پر دلالت کرتا ہو جیسے جہان پناہ تشریف
لائے۔ یا واسطے ترحم کے جیسا ؎ بیچارہ سینہ چاک گریبان دریدہ تھا۔ یا واسطے
اظہار اہانت کے جیسا کمبخت چور حاضر ہے۔ یا واسطے تبرک کے جیسے حضرت پیر
و مرشد رونق افروز ہوئے۔ یا اس واسطے کہ نام لینے مین مزہ آتا ہے جیسے یار آیا
یا واسطے شرح و بسط کلام کے ایسے موقع پر جہان سامع سے گفتگو کرنا باعث
اُسکی عظمت یا محبت کے متکلم کو منظور ہو اور اسی قصد سے سلسلۂ کلام احباب سے دراز
کیا جاتا ہے جیسا میر انشاء اللہ خان کے اس قطعہ مین جو بالاختصار نقل کیا جاتا ہے
؎ تم جو کہتے ہو مجھے تو نے بہت رسوا کیا ۔ کیا گنہ کیا جرم کیا تقصیر مین نے کیا کیا ۔
واسطہ باعث سبب موجب جہت کچھ بات بھی ۔ راز وہ کمبخت کیا تھا مین نے جو افشا کیا ۔
کیا کہا کس سے کہا کس نے سُنا کب کس گھڑی ۔ کسجگہ کسوقت کس دم آپ کا چرچا کیا ۔
کچھ پتا بھی نام اُسکا شکل کیسی وضع کیا ۔ جس کسی نے آن کر مذکور اس ڈھب کا کیا ۔
کبر ہے وہ یا مسلمان یا نصاری یا یہود ۔ اسطرح کا تذکرہ جس شخص نے میرا کیا
اور کہین ذکر مسند الیہ کا بنظر تہویل و تخویف کے ہوتا ہے جیسا بادشاہ کا
حکم ہے اور کبھی تعجب کے واسطے ہوتا ہے جیسا لڑکا شیر کا مقابلہ کرتا ہے۔
مسند الیہ کو مضمر اُس جگہ لاتے ہین جہان موقع تکلم کا ہو جیسے مین نے مارا یا خطاب
کا جیسے تو نے مارا یا غیبت کا جیسے اُس نے مارا۔ چونکہ معرفون کی وضع مین تعین
داخل ہے یعنی معرفہ اُس کو کہتے ہین کہ معین کیواسطے وضع کیا جاوے اسلیئے خطاب بھی
اصل مین شخص معین و مفرد کے ساتھ ہوتا ہے مگر کبھی کسی مصلحت سے خطاب کو
عام کر دیتے ہین یعنی ہر مخاطب کی طرف باری باری ہوتا ہے جیسا میر کے شعر مین ؎

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیرین کچھ نہ دوا نے کام کیا ٭ دیکھا اس بیماریِ دل نے اپنا
کام تمام کیا ٭ یہان دیکھا کا خطاب کسی خاص شخص کی طرف نہین بلکہ ہر دیکھنے
والا مخاطب ہے۔ مطلب شاعر کا یہ ہے کہ دل کی بیماری نے ہمارا حال ایسا تباہ کردیا ہے
کہ اُس کو ہر کوئی جانتا ہے اور دیکھتا ہے کسی پر پوشیدہ نہین پس جب یہ کیفیت ہے
تو کسی دیکھنے والے کی خصوصیت نہین ہے ہر بینا دیکھ سکتا ہے اس لیے خطاب
مین تخصیص لغو ہے۔ مسند الیہ اپنے عَلَم کے ساتھ وہان مذکور ہوتا ہے جہان ذکر اُسکا
بنام خاص منظور ہو جیسا اللہ ایک ہے۔ یا جس مقام پر مسند الیہ کی تعظیم یا اہانت
منظور ہوتی ہے اور یہ وہان ہوتا ہے جس جگہ عَلَم سے یہ مطلب نکلتا ہو جیسے بلند خان جیتے
اور کوڑے خان ہارے یا امراؤ سنگھ آئے اور فقیر چند گئے۔ یا جسجگہ مسند الیہ کا نام لینے
سے مزہ یا رحم آتا ہے جیسا اس شعر مین ؎ نہ ملا پر ترے ناقہ کا پتا او لیلے ٭ چھان
ڈالے ترے مجنون نے بیابان کتنے۔ ظاہر ہے کہ لیلے کا نام عاشق کے نزدیک مزہ دار
ہے اور مجنون کا نام خاص کر جبکہ معشوق کی طرف مضاف ہو لینے ترے مجنون
نے معشوق کو مہربان کریگا یا واسطے نیک فالی یا بد فالی کے جیسے فتح سنگھ کو لاؤ
اور ظالم سنگھ کو بھگاؤ۔ اور تفاول ہی کے واسطے ہے لفظ جوان بخت کا اس شعر مین
؎ اے جوان بخت مبارک ترے سر پر سہرا ٭ آج ہے یُمن وسعادت کا ترے
سر سہرا ٭ یا واسطے تبرک کے جیسے اللہ مددگار ہے یا واسطے کنایہ ایسے معنون
کے جو عَلَم سے نکلتے ہون جیسے شیر افگن خان آئے جبکہ کنایہ اُسکے شجاع ہونیسے ہو
یا دانشمند خان گئے جبکہ کنایہ نام بردہ کے علم وفضل سے ہو۔ اور مسند الیہ کو موصول
اُس جگہ لاتے ہین جس جگہ مخاطب اُسکو صرف بذریعہ صلہ جان سکتا ہو مثلاً جو شخص

کل ہمارے ساتھ تھے بڑے فاضل ہین۔ یا اُسجگہ کہ مسند الیہ کا نام مکروہ ہو مثلاً جو
چیز شکم سے نکلتی ہے وہ حال معدہ کا ظاہر کرتی ہے یعنے بول و براز۔ یا اُس جگہ
کہ غرض کلام کی تاکید منظور ہو مثلاً زید نے جو عمر کا پروردہ ہے اُس کا حکم نہ مانا یہان
مقصود کلام بدطینتی و ناحق شناسی زید ہے اور یہ جملہ موصولہ۔ جو اُس کا
پروردہ ہے۔ اس مقصود کی تاکید کرتا ہے یعنے باوجودیکہ مربی واجب الاطاعۃ
ہوتا ہے مگر تب بھی زید نے اُسکی نافرمانی کی۔ یا جس مقام پر تعظیم و تخویف منظور ہو جیسے
ذوق کے شعر مین ؎ جبتک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہوسو ہو ٭ اب ہم تو سر پہ
بار محبت اُٹھا چکے ٭ ہوسو ہو ابہام واسطے ہولناکی و پرخطری دفعہ کے ہے۔
یعنی اب کیسا ہی صدمۂ عظیم ناقابل بیان پیش آوے اور کیسی ہی محنت شدید
ستاوے مگر ہم محبت نہ چھوڑین گے اور ایسا ہی اس شعر مین ؎ مجھ سے مریض کو طبیب
ہاتھ تو اپنا مت لگا ٭ مجکو خدا پہ چھوڑ دے پھر خدا جو ہوسو ہو ٭ یا واسطے اظہار خطا و تنبیہ
مخاطب کے جیسا مصرع ع جسکو تم دوست سمجھتے تھے وہ دشمن نکلا ٭ ظاہر ہے کہ اسطرح کے
بیان مین تخطیہ مخاطب کا کھلا ہوا ہے بہ نسبت اس کلام کے کہ فلان شخص تمہارا دشمن
ہے۔ یا اس لئے کہ خبر کے آنے سے پہلے ہی معلوم ہو جاوے کہ وہ کس قسم کی ہوگی۔
یعنے بطور مدح ہوگی یا بطور ذم کے یا بطور ثواب کے یا بطور عذاب کے یا سوا اُسکے جیسے
سودا کے شعر مین ؎ جو کہ ظالم ہین وہ ہرگز پھولتے پھلتے نہین ٭ سبز ہوتے کھیت
دیکھا ہے کبھی شمشیر کا ٭ یہان جب شاعر نے الفاظ صلہ و موصول یعنی جو کہ ظالم ہین
کہے اُسکے سننے سے فوراً یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ خبر آنیوالی بطور مذمت و بُرائی
کے ہوگی۔ یا اس لیے کہ اُس سے اشارہ ہوتا ہے خبر کی تعظیم شان کیطرف جیسا ذوق

کے شعر مین ؎ جو برج اڑے ہی اڑکے یہ ہوتا ہے وہ بلند ٭ رکھلے ہی سر پہ مثل گل احمر

آسمان ٭ یہان الفاظ صلہ و موصول سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اسکی خبر مین رفعت و بلندی کا

ذکر ہوگا۔ یا اس لیے کہ اس سے سوا ے خبر کے کسی اور شئے کی شان کی تعظیم کیطرف

اشارہ ہوتا ہی ذوق ؎ جس انسان کو سگ دنیا نہ پایا ٭ فرشتہ اسکا ہم پایا نہ پایا ٭

یہان الفاظ صلہ و موصول اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ لفظ انسان کی جو موصول

واقع ہوا ہے خبر مین مدح و ثنا ہوگی پس یہ واسطے تعظیم شان غیر خبر کے ہوا۔ اور

کبھی صلہ و موصول ذریعہ اہانت شان خبر کے ہوتے ہین مثلاً جو شخص کہ علم حساب

نہین جانتا اس نے علم مذکور مین کتاب تصنیف کی ہے اور کبھی واسطے اہانت غیر خبر کے

ہوتا ہے مثلاً جو شیطان کا کہا کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔ مسند الیہ کو معرّف باسم اشارہ

اس جگہ لاتے ہین جس جگہ مسند الیہ کی تمیز کامل کسی غرض سے منظور ہو جیسا ذوق

کے اس مصرعہ مین مصرع الٰہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو ٭ مقصود بالتمثیل

یہ بہادر شاہ ہے۔ یا اس واسطے کہ سامع کو غبی خیال کیا ہے کہ وہ غیر محسوس کو

سمجھتا ہی نہین۔ ذکی ؎ اب سبب کیا ہے کہ کانٹا سا کھٹکتا ہے ذکی ٭ یہ وہ

ہی دل ہی کہ رہتا تھا سدا آنکھو نمین ٭ خلاصہ یہ کہ ذکی بہ سبب صدمہ عشق و درد

دل ایسا غبی و غافل ہوگیا ہے کہ کسی چیز کو بے اشارہ حسی سمجھتا ہی نہین یہانتک کہ

دل کو بھی لہذا دلکو بلفظ یہ دل سمجھاتا ہے۔ یا واسطے بیان قرب و بعد مسند الیہ کے جیسا

؎ یہ کہے صل علی وہ کہے سبحان اللہ ٭ دیکھین مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا ٭ ظاہر

ہے کہ لفظ یہ واسطے اشارہ قریب کے ہی اور وہ واسطے اشارہ بعید کے اب جانو کہ اشارہ

قریب کبھی واسطے تعظیم مسند الیہ کے ہوتا ہے جیسا ناسخ کے شعر مین ؎ مقابل آپ کی

آنکھون کے آہو ہو نہین سکتا ۔ انھین کے آگے جادوگر سے جادو ہو نہین سکتا ۔ میر ؎ لگا کسو سے نہ دل کیا سُنا نہین تو نے ۔ جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا ۔ لفظ انھین کا شعر اول مین واسطے تعظیم آنکھون معشوق کے ہے اور لفظ اس کا شعر دوم مین واسطے تعظیم عاشقی کے مقصود شاعر یہ ہے کہ اُنکی عظمت قابل بیان نہین اور صورت یہ ہین جالش ایسی کہ تبیاں سے ہی البتہ دیکھنے سے کسیقدر خوبی و بڑائی معلوم ہوسکتی ہے اور کبھی واسطے تحقیر مسند الیہ کے ذوق ؎ لے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ مُنہ لگا ۔ چھٹتی نہین ہے مُنہ سے یہ کافر لگی ہوئی ۔ ایسا ہی اشارہ بعید کبھی واسطے تعظیم مسند الیہ کے ہوتا ہے اور کبھی واسطے تحقیر کے اول کی مثال ذوق کا شعر ؎ وہ شہنشاہ بہادر شہ کسریٰ انصاف ۔ خسرو جم خدم و داور دار احشمت ۔ ایسے موقع پر بعد درجہ و رفعت قدر بمنزلہ بعد مسافت سمجھا جاتا ہے اور گویا اس بات کا اشارہ ہوتا ہے کہ بسبب علو مرتبہ کے ہماری وہان تک رسائی نہین ہے ناچار دور ہی سے اشارہ کر کے بتلا سکتے ہین جیسا مہ و خورشید کو ۔ دوم تحقیر کی مثال اُس لعین نے یون کہا شیفتہ ؎ وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی ۔ مین کیا کہون کہ رات مجھے کسکے گھر ملے ۔ ان دونون مثالون مین اشارہ بعید بقصد تحقیر ہے گویا کہ مشارٌ الیہ کے پاس جانے شرم آتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اول مشارٌ الیہ کو کسی وصف کے ساتھ ذکر کرتے ہین اور بعد اُسکے مشارٌ الیہ پر کچھ حکم کرتے ہین جو متفرع ہوتا ہے وصف مذکور پر پس اسجگہ یہ مجموعہ وصف اور حکم کا بمنزلہ دعوی و دلیل کے ہو جاتا ہے سودا ؎ مصرع جو کہ ظالم ہین وہ ہرگز پھولتے پھلتے نہین ۔ یہان اول مشارٌ الیہ کو متصف بوصف ظلم ذکر کیا بعد اُس کے لفظ وہ سے اُسکی طرف اشارہ کر کے اُسپر حکم نہ پھولنے اور نہ پھلنے کا کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وجہ نہ پھولنے و پھلنے کی وہی وصف ظلم کا ہے

فائدہ۔ کبھی اسم اشارہ کو حذف کردیتے ہین بخیال کسی نکتہ کے مثل ترحم یا مذمت وغیرہ کے مثلاً یون کہین کہ مینے زید کو سلام کیا مغرور مطلق متوجہ نہوا۔ یا عمرو نے زید کو مارا بیچارہ نے مطلق فریاد نہ کی یعنی وہ مغرور اور اُس بیچارہ نے اور اسم اشارہ کے حذف مین نکتہ یہ ہے کہ متکلم گویا دعوی کرتا ہے کہ مغرور اور بیچارہ زید کے سوا اور کوئی دنیا مین نہین ہے پس وہ خود متعین ہے حاجت اشارہ نہین ہے اسی قسم کا نکتہ ہے ذوق کے اس شعر مین ؎

قاصد جو وہان سے آیا تو شرمندہ مین ہوا ٭ بیچارہ سینہ چاک گریبان دریدہ تھا

یعنی وہ بیچارہ۔ مسند الیہ کی تعریف باضافۃ اس لیئے کرتے ہین کہ مسند الیہ کے ذہن مین حاضر کرنے کے واسطے اضافۃ ایک مختصر طریقہ ہے مثلاً میرا دوست یہان دوست مضاف ہے اور میرا مضاف الیہ اور یہ اختصار ہے اس عبارت کا وہ میرا دوست ہے یا مجھسے دوستی رکھتا ہے ذوق ؎ کس مرض کے ہین دوا یہ لب جان بخش ترے ٭ جان بلب ہین ترے آزار محبت والے ٭ مقصود شعر سے اس جگہ تیرے آزار محبت والے ہین یہان آزار محبت والے مضاف اور لفظ تیرے مضاف الیہ ہے شاعر بسبب تنگی وقت وشدت مرض وکثرت بیماران عشق کے نام مریضون کا مفصل نہین لے سکتا ہے بطریق مختصر اضافت اُنکو ذکر کرتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اس عبارت سے مختصر ہین کہ وہ لوگ جو تیری محبت کے آزار مین مبتلا ہین۔ یا اس لیئے کہ اضافت مین تعظیم شان مضاف کی ہوتی ہے جیسا ذوق ؎ فرزند شاہ یعنی جوان بخت ذی وقار ٭ شاہ کا فرزند ہونا باعث اعزاز فرزند کا ہے۔ یا مضاف الیہ کی جیسا میرا غلام حاضر ہے اسمین میری تعریف نکلتی ہے کہ مین ایسا ہون کہ میرا غلام ہے۔ یا غیر مضاف و مضاف الیہ کی جیسے بادشاہ کا مصاحب زید کے پاس

آیا اسمین زید کی تعظیم ہے کہ آسکے پاس ایسا بڑا شخص آیا۔ اور یہی تینون صورتین مذکورۂ بالا تحقیر مین ہوسکتی ہین مثال تحقیر مضاف کی حجام کا لڑکا آیا مثال تحقیر مضاف الیہ کی زید کا یار آیا مثال تحقیر غیر مضاف و مضاف الیہ کی۔ حجام کا لڑکا زید کا مصاحب ہے اس مین تحقیر زید کی نکلتی ہے۔ یا جسجگہ تفصیل محال ہو۔ جیسا اہل ہیئت کی یہ راے ہے کہ چاند گرہن زمین کے سایہ سے ہوتا ہے جن حکماء کی یہ راے ہے اُنکے نام لکھنے محال ہین اس لیے اُنکو بلفظ اہل ہیئت بطور اضافت ذکر کیا۔ یا جس جگہ تفصیل مشکل ہو جیسا شہر کے مہاجن حاضر ہین ہر چند شہر کے مہاجنونکی تفصیل ہوسکتی ہے مگر مشکل ہے۔ ایسا ہی ہے اس شعر مین ؎ نہ تو نامہ ہی نہ پیغام زبانی بھیجا حیف محزون مجھے یاران وطن بھول گئے۔ مقصود مقام یاران وطن ہے۔ یا جسجگہ تفصیل کی کچھ حاجت نہو۔ یا تقدیم و تاخیر ذکر مین ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہو جیسے شہر کے رئیس حاضر ہین۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اول اضافت بقصد تعظیم لاتے ہین مگر بعد اُسکے ایسا کلام ذکر کرتے ہین کہ تعظیم مبدل بحال تحقیر ہو جاتی ہے۔ میر ؎ پھر میر آج مسجد جامع کے تھے امام ٭ داغ شراب دہوتے تھے کل جانماز کا۔ شیفتہ ؎ وہ شیفتہ کہ دہوم تھی حضرت کے زہد کی ٭ مین کیا کہون کہ رات مجھے کسکے گھر ملے ٭ شعر اول مین پہلے میر کو بلفظ امام مسجد جامع ذکر کرکے ان کی بزرگی ثابت کی۔ اور مصرعہ دوم مین اُنکی مے نوشی کا اس طرح ذکر کیا کہ تمام بزرگی خاک مین ملگئی اور یہی حال ہے شعر دوم کا۔ مسند الیہ کو نکرہ اُس جگہ لاتے ہین جس مقام پر کوئی فرد غیر معین افراد جنس سے مراد ہو۔ غالب ؎ حضرت ناصح جو آوین دیدہ و دل فرش راہ ٭ کوئی مجکو یہ تو سمجھا دے کہ سمجھا دین گے کیا ٭ یہان سمجھانے والا کوئی مقرر نہین ہے

کوئی ہو یا اُس جگہ جہان ایک نوع افراد جنس سے مطلوب ہو جیسا وہ کب کسی کی سنتے ہین اُن کے دلون پر تو پردہ ہے یعنی ایک نوع کا پردہ جو نصیحت سُننے اور عمل کرنے سے روکتا ہے یا واسطے تعظیم کے۔ سودا ؎ سودا کسیکو وہ تو ستاوے نہ بے سبب ۔ کیا جانیئے کہ تجھ سے ہی کیا بات ہو گئی ۔ یعنے کوئی بڑی بات نارضامندی کی ہو گئی یا واسطے تحقیر کے سودا ؎ گالی کبھی ندی تھی سو اک بات ہو گئی یعنی ایک حقیر اور آسان بات ہو گئی۔ کبھی نکرہ سے تعظیم و تکثیر دونون سمجھی جاتی ہین مثلاً یون کہین کہ اگر وہ میری نصیحت نہ مانے تو کیا عجب ہے اُسنے تو ایک عالم کا کہنا نہین مانا یعنی بہت سے اچھے سمجھانیوالونکا۔ اور کبھی اُس سے تحقیر و تقلیل دونون سمجھی جاتی ہین مثلاً زید سے کچھ مجھکو پلّے پڑا ہے یعنی حقیر و قلیل۔ مسندالیہ کو موصوف اُسجگہ لاتے ہین جسجگہ صفت موصوف کی شرح کرتا ہو جیسے جسم طویل و عریض و عمیق کیواسطے کوئی مکان ضرور ہے یعنی ایک جگہ خالی جسمین وہ آسکے۔ یہان ظاہر ہے کہ طویل و عریض و عمیق جسم کی تعریف واقع ہوئے ہین اور اُسکی شرح کرتے ہین اور ایسا ہی ہے یہ شعر ذوق کا ؎ شاہ دیندار بہادر شہ غازی جسنے ۔ خانۂ توبہ و تقوی کو کیا محکم اساس ۔ ظاہر ہے کہ دین دار وہ ہے جو صاحب تقوی ہو اور گناہون سے تائب پس جو اوصاف مصرعہ دوم مین آئے ہین وہ شاہ دین دار کی تشریح کرتے ہین یا اُسجگہ جہان صفت موصوف کی تخصیص کرتی ہو جیسا زید سوداگر آیا یا مسندالیہ کی مدح یا ذم کرتی ہو جیسا زید عالم یا جاہل آیا اور یہ اُس جگہ ہوتا ہے جس جگہ موصوف قبل ذکر صفت متعین و مقرر ہو یا جہان صفت کی تاکید کرتی ہو جیسا گذشتہ کل مین بڑی بارش ہوئی اسی قبیل سے ہے یہ قطعہ ذوق کا ؎ مگر یہ ذوق ثنا سنج و مدح خوان تیرا ۔ غلام

پیر کہن سال یک فقیر حقیر ۔ کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ ۔ سُنا ہے جب سے کہ حق ہیں دعاے فقیر ۔ یہاں ذوق ثنا سنج و مدح خوان تیرا مثال اُس صفت کی ہے جو موصوف کو تخصیص کرتی ہو اور پیر کہن سال مثال تاکید کی ہے کیونکہ پیر اور کہن سال ہم معنی ہیں مسند الیہ کی تاکید اسواسطے کرتے ہین کہ وہ ذہن مین سامع کے مقرر اور معین ہو جاوے کہ اُسکے غیر کا گمان نہ رہے جیسا زید زید آیا یا زید آیا زید آیا اور اس قسم کا کلام اُسوقت کرتے ہین جسوقت متکلم گمان کرتا ہے کہ سامع نے مسند الیہ کا نام نہین سُنا ہے یا زید کو اپنے معنے حقیقی پر حمل نہین کیا ہے مثلاً یہ خیال ہو کہ زید کا بھائی یا نوکر آیا ہو گا ۔ اُسکو زید کا آنا کہدیا گیا ہے ۔ یا اسواسطے کہ سہو کا شبہ نہ رہے جیسا زید زید آیا یعنی نسبت آنے کی زید کیطرف سہواً نہین ہے بلکہ قصداً و ارادۃً ہے ۔ یا واسطے دفع وہم عدم شمول کے جیسا کل طلبہ حاضر ہوئے یا سب یا سارے یا تمام تاکہ یہ شبہ نہ رہے کہ بعض آئے اور بعض نہ آئے ۔ مسند الیہ کے بعد عطف بیان اس غرض سے لاتے ہین کہ مسند الیہ کی تشریح اُسکے خاص نام سے کیجاوے جیسے تیرا دوست خالد آیا ۔ یا ابوظفر بہادر شاہ کا دیوان بہت عمدہ ہے یا ابراہیم ذوق خاقانی ہند ہے یا اسد اللہ خان غالب کا کلام سب پر غالب ہے ۔ یہان کچھ ضرور نہین ہے کہ دوم اول سے زیادہ مشہور اور واضح ہو بلکہ چاہیئے کہ دونون سے مل کر تمیز کامل حاصل ہو جاوے ۔ مسند الیہ کے بعد بدل اس مطلب سے لاتے ہین کہ مسند الیہ کی تاکید ہو جاوے ۔ مثال بدل کل کی تیرا بھائی زید آیا ۔ مثال بدل بعض کی قوم آئی اکثر ۔ یا پڑھی کتاب آدھی مثال بدل اشتمال کی پھٹگئی کتاب اُسکا جزدان یا لٹ گیا زید اُسکا تمام مال ۔ بدل غلط اہل بلاغت کے کلام مین نہین ہوتا یا کم تر ہوتا ہے ۔ بدل کبھی مدح کیواسطے لاتے

ہین جیسا اس قطعہ مین ؎ ایسی مردار بد افعال کا تو نام نہ لے ٭ حامی شرع ہے وہ پادشہ پاک انفاس ٭ شاہ دیندار بہادر شہ غازی جسنے ٭ خانہ توبہ و تقویٰ کو کیا محکم اساس ٭ یہان شاہ دیندار بدل ہے بادشہ پاک انفاس سے اور غرض بدل سے مدح ہے۔ مسندالیہ کے بعد حرف عطف اُس جگہ لاتے ہین جہان تفصیل مسندالیہ کی باختصار منظور ہو جیسے آئے زید اور عمر اس مثال مین تفصیل فاعل کی ہے یعنی آنیوالے زید اور عمر ہین فعل کی تفصیل اس مین کچھ نہین ہے کہ پہلے کون آیا۔ اور کبھی تفصیل مسند باختصار منظور ہوتی ہے جیسے آیا زید پھر عمرو یا آئے لوگ یہانتک کہ خالد اور اسطرح جب بولتے ہین کہ خالد ان مین بڑا مشہور اور طاقتور ہو یا گمنام اور کم زور یا اسواسطے کہ سامع کو غلطی سے بچاوے جیسے آیا زید نہ عمرو یہ اُس وقت کہتے ہین کہ سامع جانتا ہو کہ زید اور عمرو دونون آئے ہین یا فقط عمرو آیا ہے۔ یا واسطے تبدیل حکم کے ایک مسندالیہ سے دوسرے مسندالیہ کیطرف یعنی بطور بدل غلط کے جیسے آیا زید نہین عمرو یا زید نہین آیا بلکہ عمرو یا جس جگہ متکلم کو شک ہو یا سامع کو شک مین ڈالنا منظور ہو۔ مثلاً آیا زید یا عمرو یا واسطے مختار کرنیکے جیسے تم جاؤ۔ یا مین۔ **فائدہ**۔ اگر معطوف و معطوف علیہ مین اظہار کمال اتحاد یا کمال تنافر منظور ہو تو صرف انہین کے ذکر پر اکتفا کرتے ہین اور مسند کو حذف کر دیتے ہین مثال کمال اتحاد کی غالب کا شعر ؎ تو اور آرائش خم کاکل ٭ مین اور اندیشہہاے دور و دراز ٭ یعنی تجھکو آرائش خم کاکل سے کمال اتحاد ہے اور مجھکو اندیشہاے دور و دراز سے مثال کمال تنافر کی یہ دو شعر ؎ مین اور ذوق بادہ کشی لیگئین مجھے ٭ یہ کم نگاہیان تری بزم شراب مین ٭ مین اور حظ وصل خدا ساز بات ہے ٭ جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین ٭ یعنی مجھ مین اور ذوق بادہ کشی مین اور حظ وصل مین کمال منافات تھی مگر فلان

فلاں وجہ سے یہ منافات نہ رہی - مسند الیہ کے بعد ضمیر منفصل اُسجگہ لاتے ہین جس مقام پر
مسند مسند الیہ کے ساتھ خاص ہو جیسا زید وہی ظالم ہے یعنے ظلم خاص ہے زید کے ساتھ
مسند الیہ کا مقدم لانا بوجوہ ہوتا ہے جیسے اس سبب سے کہ مسند الیہ اصل ہے اور کوئی باعث
اُس کے مؤخر لانے کا نہین ہے - یا اسواسطے کہ خبر سامع کے ذہن مین خوب جم جاوے
اور یہ وہان ہوتا ہے جسجگہ ذکر مبتدا کا خبر کا مشتاق کرتا ہو جیسا غالب کے شعر مین ؎
آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان ٭ سوز غمہاے نہانی اور ہے - مصرعہ اول کو سنکر سامع سمجھ
ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے کہ آتش دوزخ سے بھی زیادہ گرم ہے اور اس لیے مشتاق خبر
ہوجاتا ہے - یا واسطے تعجیل نشاط کے جیسا دوست آیا - اور کبھی بنظر مزید اہتمام کے اس
سبب سے کہ مقصود مقام اُس کا ذکر ہے جیسا اس شعر مین ؎ حمد بیحد ہے خداے پاک کو
نور ایمان جس نے بخشا خاک کو ٭ یہان اگرچہ نام خداوند تعالی بباعث عظمت لایق تقدم تھا
مگر اس وجہ سے کہ اول کتاب مقام اظہار حمد ہے - حمد ہی کو مقدم کیا - یا واسطے نیک فالی کے
جب مسند الیہ اسطرح کا ہو جیسا فضل حق آئے - یا واسطے بدفالی کے جیسا ظالم سنگ گئے -
یا واسطے اظہار تعظیم مسند الیہ کے اور یہ وہان ہوتا ہے کہ لفظ مسند الیہ تعظیم پر دلالت کرتا
ہو اصالتًا یا بسبب اضافت یا وصف کے جیسا ابو الفضل آئے یا نواب صاحب کے بیٹے تشریف لائے
یا بڑے مولوی صاحب یہ فرماتے ہین - ان صورتو نمین تعظیم الفاظ مسند الیہ سے نکلتی ہے اور اظہار
تعظیم تقدیم مسند الیہ سے ہوتا ہے کیونکہ تقدیم سے مزید اہتمام ثابت ہوتا ہے علی ہذا القیاس تقدیم
مسند الیہ کبھی واسطے تحقیر کے ہوتی ہے **فائدہ** مسند الیہ کی تقدیم کبھی واسطے اظہار اس
غرض کے ہوتی ہے کہ خبر فعلی مبتدا کے ساتھ خاص ہے اور یہ جب ہوتا ہے کہ جملہ مین حرف
نفی ہو اور حرف تخصیص مبتدا کے ساتھ ہو جیسے مین نے تو نہین کہا یعنی کسی اور نے

کہا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ کہنا میرے ساتھ خاص ہے اور اسلیے یون کہنا نادرست ہے کہ مین نے تو نہین کہا اور نہ کسی اور نے کیونکہ اس کلام کے دونون جزو ایکدوسرے کے مخالف ہین۔ اول جزو سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے نے کہا ہے اور دوسرا اس مضمون کی نفی کرتا ہے کبھی تقدیم مسندالیہ اسکی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے واسطے اظہار غلطی اس شخص کے جو خبر کو غیر مسندالیہ کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے یا مسندالیہ اور اسکے غیر کو خبر مین شریک جانتا ہے مثلاً یہ قول کہ مین نے ہی تیرے کام مین سعی کی ہے دو جگہ بولا جاتا ہے ایک تو واسطے رد اس شخص کے جو خیال کرتا ہے کہ صرف غیر نے سعی کی ہے اور دوسرے واسطے رد اس شخص کے جو خیال کرتا ہے کہ تو نے اور غیر نے دونون نے ملکر سعی کی ہے۔ صورت اول کی تاکید مین اسطرح کہتے ہین کہ مین نے سعی کی ہے نہ غیر نے۔ اور صورت دوم کی تاکید مین اسطرح کہتے ہین کہ صرف یا تنہا مین نے سعی کی ہے یا مین نے ہی سعی کی ہے فائدہ جبکہ کلمۂ کل یا ہر کی نفی کیجاتی ہے تو نفی شمول کی ہوتی ہے نہ اصل فعل کی۔ خواہ حرف نفی مسندالیہ پر مقدم ہو جیسا اس مصرعہ مین ع نہ ہر زن زن ہے اور نہ ہر مرد مرد۔ یعنی نہ ہر زن سست عزم و زنانہ ہمت ہوتی ہے اور نہ ہر مرد قوی دل و بلند ارادہ ہوتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ بعض زن زن ہے اور بعض مرد مرد یعنی نفی ہر کے لفظ کی ہوئی یعنی ہر ایک نہین ہے بلکہ بعض ہے۔ یا مؤخر جیسا امثلۂ ذیل مین لوگ سب نہین آئے یا سب لوگ نہین آئے یا مین نے سب روپئے نہین لیے۔ یا سب روپئے مین نے نہین لیے ان سب صورتون مین نفی شمول فعل کی ہے نہ اصل فعل کی۔ منجملہ ان مقامات کے جہان تقدیم مسندالیہ کی لازم خیال کیجاتی ہے وہ مقام ہے جسجگہ الفاظ مثل وغیرہ مانند اس کے مسندالیہ واقع ہون مثلاً تیرا مثل بخل نہین کرتا اور تیرا غیر سخاوت نہین کرتا یعنی تو بخل نہین کرتا اور تو سخاوت کرتا ہے

یہان لفظ مثل سے اور کوئی شخص مشابہ مخاطب کے مراد نہین ہے بلکہ خود مخاطب ہی مراد ہے یعنی مخاطب سے نفی بخل بطریق کنایہ کرتا ہے کیونکہ جب نفی بخل کی مثل مخاطب سے کی اور مثل سے مراد غیر مخاطب نہ ہوا تو نفی بخل کی ذات مخاطب سے لازم آگئی اور اسی قبیل کا ہے یہ شعر ؎ اب یہ حالت ہے کہ تجھ سا بیدرد ٭ میرے بچنے کی دعا مانگے ہے ٭ یعنی تو بیدرد ہوکر میرے بچنے کی دعا مانگے ہے اور الفاظ مجھی سا اور تجھی سا کے میر کے قطعہ مین اسی قسم کے ہین ؎ ایک شخص مجھی سا تھا کہ تجھسے یہ عاشق ٭ وہ اسکی وفا پیشگی وہ اسکی جوانی ٭ یہ کہہ کے جو رویا تو لگا کہنے کہ اے میر ٭ سنتا مین نہین ظلم رسیدوں کی کہانی اور تاخیر مسند الیہ کی اس جگہ ہوتی ہے کہ جہان مقام تقدیم مسند کا مقتضی ہو اور اس کا بیان آگے آویگا **فائدہ** یہ جو تمام مذکور ہوا مقتضائے ظاہر کے موافق تھا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ کبھی کلام مقتضائے ظاہر کے خلاف بولا جاتا ہے اسکی چند قسمین ہین منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ مضمر کو بجائے مظہر کے استعمال کرتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ اس سے طوفان اٹھا اس نے گرائی بجلی ٭ چشم نے آہ شرربار نے سونے نہ دیا ٭ مقتضے ظاہر کا اس مقام پر یہ تھا کہ چشم سے طوفان اٹھا اور آہ نے گرائی بجلی۔ بے ذکر چشم اور آہ کے انکی طرف اشارہ کرنا خلاف مقتضی ظاہر کے ہے۔ یا جیسا یون کہین کہ بات یہ ہے کہ زید بہت اچھا آدمی ہے یہان یہ کا اشارہ اس بات کی طرف جو اب تک مذکور نہین ہوئی ہے کیا ہے۔ عام نکتہ اسمین یہ ہوتا ہے کہ سامع ضمیر کو بے ذکر مرجع یا اشارہ کو بے ذکر مشار الیہ کے سنکر اول متردد ہوگا اور اس لیے کلام کو توجہ تمام سے سنے گا۔ بعد ازان جب ذکر مرجع کا آویگا اسکی طبیعت اسکو فوراً قبول کر لے گی اور سامع کو ایک طرح کا لطف حاصل ہوگا کیونکہ حصول کسی شے کا بعد تلاش و مشقت کے لذیذ تر ہوتا ہے اور کبھی ضمیر کو بے ذکر مرجع کے

اس دعوی سے ذکر کرتے ہین کہ ذہن سامع کا سوائے مرجع کے اور طرف نہین جائیگا بسبب شہرت یا رغبت مرجع کے چنانچہ غرض یہ نہین ہے اسکے کہ معشوق کا ذکر کیا جاوے اسکی طرف ضمیر پھیر دیتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ کہتا تھا کل مریض کو اپنے سنا سنا ؛ کر دیے کوئی معاف کے کہا سنا ؛ منجملہ اُن کے یہ ہے کہ مظہر کو بجائے مضمر لاوین پس اگر وہ مظہر اسم اشارہ ہوتا ہے تو اُس مین یہ غرض ہوتی ہے کہ مسندالیہ خوب مقرر و معین ہو جاوے کیونکہ وہ کسی امر عجیب پر دلالت کرتا ہے جیسا اس شعر مین ؎ کچھ رنگ اُن کے گورے ہین کچھ قد دراز ہین ؛ اس تھوڑی بات پر اُنہین کیا کیا ہی ناز ہین ؛ یہان لفظ اس کا اشارہ ہے طرف حکم سابق غیر محسوس کے یعنی یہ کہ حسین لوگ کچھ صبیح الخد ہین اور کچھ دراز قد اس لیے یہ محل ضمیر کا تھا مگر استعمال اسم اشارہ بخیال مزید توجہ و تعین مسندالیہ کیا گیا ہے تاکہ سامعین بخوبی سمجھ لین کہ ایسے محسوس و معین کے واسطے حکم عجیب ثابت کیا گیا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے امور پر اسقدر غرور و ناز کرتے ہین یا یہ غرض ہوتی ہے کہ سامع کی عقل کا کمال معلوم ہو جاوے کہ اُسکے نزدیک غیر محسوس بمنزلہ محسوس کے ہے یا اُسکی کمال بے عقلی ظاہر ہو جاوے کہ وہ غیر محسوس کو سمجھتا ہی نہین - اور اگر وہ مظہر سوائے اسم اشارہ کے ہو تو اس قصد سے لاتے ہین کہ خوب ذہن مین جم جاوے جیسا - اللہ ہی مارے اللہ ہی جلادے - بجائے وہ ہی جلاوے کے - یا یہ غرض ہوتی ہے کہ سامع کے دلمین ایک قسم کا رعب اور خوف پیدا ہو جاوے جیسا کہ کوئی بادشاہ خود فرمائے کہ بادشاہ کا یہ حکم ہے یعنی ہمارا - یا یہ غرض ہوتی ہے کہ سامع کو رحم آجاوے جیسا ؎ آپ کا بندہ اور پھرے ننگا ؛ آپ کا نوکر اور کھاوے ادھار ؛ یعنی مین آپ کا بندہ اور نوکر - بجائے لفظ مین کے الفاظ بندہ اور نوکر اس مطلب کے واسطے لائے

گئے ہین کہ سامع کو متکلم پر رحم آجاوے اور اسی قبیل سے ہی یہ ناسخ کا شعر ؎ جیتے جی
جاؤن کہان مین کوے جانان چھوڑکر ٭ بلبلِ نالان کہان جاوے گلستان چھوڑکر ٭
یعنی مین کہ بلبلِ نالان ہون گلستان سے کہان جاؤن منجملہ اُنکے التفات ہی اور اُسکے یہ
معنی ہین کہ اول کلام بطور تکلم یا خطاب یا غیبت بولا جاوے بعدازان طرزِ کلام بدل دیا
جاوے مثلاً خطاب سے غیبت کیطرف یا غیبت سے خطاب کیطرف مگر شرط یہ ہی کہ تعبیر ثانی
خلاف مقتضاے ظاہر و اُمید سامع کے ہو اور یہ قید اس لیے ضرور ہی تاکہ مین زید ہون اور
تو عمرو ہی اور اسکی مانند التفات مین داخل نہ ہین کیونکہ یہان اول کلام بطور تکلم شروع
کیا گیا اور بعدازان اسم ظاہر جو اقسام غائب سے ہے لایا گیا پس یہان تکلم سے غیبت کی
طرف التفات پایا گیا لیکن خلاف مقتضاے ظاہر نہین ہے اور یہی ہے حال مثال دوم کا
اب جانو کہ التفات کی چھہ قسمین ہین اول تکلم سے خطاب کیطرف غالب ؎ پکڑے
جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق ٭ آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا ٭ ریختہ مین تمہین
اُستاد نہین ہو غالب ٭ کہتے ہین اگلے زمانہ مین کوئی میر بھی تھا ٭ اول شعر مین کلام
بطرز تکلم ہے دوسرے مین بطور خطاب کیونکہ اول شعر مین لفظ ہمارا سے ظاہر مراد وہی
غالب ہے دوم خطاب سے تکلم کیطرف۔ غالب ؎ شکوے کے نام سے بیمہر خفا ہوتا ہے ٭
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہی ٭ پُر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا ٭
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شعر اول مین مت کہہ بطور خطاب ہے۔ اور شعر
دوم مین پُر ہون مین بطور تکلم کے۔ سوم تکلم سے غیبت کیطرف۔ مومن خان ؎ مجھکو
بھی بچالے جیسے تو نے ٭ یوسف کو گناہ سے بچایا ٭ مومن کہے کس سے حال آخر ٭
ہے کون ترے سوا خدایا ٭ اول شعر بطریقِ تکلم ہے۔ دوم بطور غیبت۔ چہارم غیبت سے

طرف تکلم کی۔ ذوق ع کیون نہ رم کرجائین آہو ایسے وحشی سے ترے ٭ شیر بھاگین
جسکے نالون سے نیستان چھوڑکر ٭ ساغر دل پہنچا آیا ہون گھونٹ ہاتھ سے ٭ چوکتا ہے
کیون یہ جنس دست گردان چھوڑکر ٭ اول شعر بطور غیبت اور دوسرا بطور تکلم ہے۔ پنجم
خطاب سے طرف غیبت کی جیسا اس شعر مین ع تو چھوڑے مجھے کدھر گیا دل ٭ ہے اُس سے
زیادہ بیوفا دل ٭ اول مصرعہ مین خطاب بطرف دل ہے۔ دوسرے مین دل کو غائب خیال
کیا ہے اور یہی ہے حال ان دو شعرون مین غالب کے ع کتنے شیرین تھے ترے لب
کہ رقیب ٭ گالیان کھاکے بیمزا نہوا ٭ ہے خبر گرم اُسکے آنیکی ٭ آج ہی گھر مین بوریا
نہوا۔ ششم غیبت سے خطاب کیطرف۔ مومن خان ع کرم مین دون اُسے نیسان
سے کسطرح تشبیہ ٭ کرون مین جان کے کیونکر ترقی معکوس ٭ ہمیشہ عفو ترا طالب
گنہگاران ٭ مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس ٭ اول شعر مین ممدوح کو غائب
اور دوسرے مین حاضر خیال کیا ہے۔ اس خاص صورت مین علاوہ اُس نکتۂ عام کے
جو سابق مذکور ہوا ایک یہ لطف ہے کہ شاعر اول ممدوح کی غائبانہ مدح کرتا ہے بعد اُس کے
دفعۃً اُس کو حاضر سمجھکر اُسکی طرف خطاب کرنے لگتا ہے مدعا یہ ہے کہ اُسکا تصوّر
کرتے کرتے اسقدر اُس مین محو ہوجاتا ہے کہ اُسکو سامنے موجود سمجھنے لگتا ہے یہانتک
کہ اُسکی طرف خطاب کرنے لگتا ہے۔ منجملہ خلاف مقتضاے ظاہر کے یہ ہے کہ قائل کے
کلام کو اُسکے مقصود کے خلاف پر حمل کیا جاوے واسطے اظہار اس امر کے کہ معنی مراد
قائل اچھے نہین ہین اُس سے یہ بہتر ہے جو ہم سمجھتے ہین چنانچہ کوئی بادشاہ کسی
مجرم سے فرمائے کہ تیری گردن مین طوق پڑیگا۔ وہ اُسکے جواب مین کہے کہ بادشاہونکو
طوق و خلعت دینا ہی زیبا ہے۔ یہان مراد بادشاہ کی طوق سے وہ آہن ہے جو مجرمون

کی گردن مین ڈالتے ہین اور مراد مجرم کی وہ طوق ہے جو زیور کی قسم سے ہے اور واسطے قرینہ اس معنی کے لفظ خلعت زیادہ کیا ہے اور خلاصہ اسکی مراد کا یہ ہے کہ جو معنی طوق کے بادشاہ نے قصد فرمائے ہین اچھے نہین ہین بلکہ مناسب شان یار مقصود دوسرے معنی ہین اور نظم مین اسکی مثال یہ شعر ذوق کا ہو سکتا ہے ؎ یاد کرتا قدِ موزون کو ہے اسکے زاہد ؛ دم تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت ؛ وقت تکبیر جو قد قامت الصلوٰۃ کہتے ہین اس سے مطلب زاہد یہ ہوتا ہے کہ نماز طیار ہے مگر شاعر کہتا ہے کہ قد قامت سے مراد قد موزون معشوق ہے پس یہان کلام کو قائل کے مقصود کے خلاف پر حمل کرلیا ہے اس غرض سے کہ جو معنی مراد زاہد ہین وہ اچھے نہین ہین اس سے یہ بہتر ہین جو ہم سمجھتے ہین - منجملہ اس کے قلب ہے یعنے ایک جزو کلام کو دوسرے جزو کی جگہ رکھدیا جاوے اسکی دو قسمین ہین ایک مقبول جس مین نکتہ ہو جیسا اس مصرعہ مین ؎ نوجوان یار ہے جور فلک سہنے نہین پاتا یعنی یار نوجوان ہے چونکہ یار کی جوانی کا اظہار مدنظر ہے لہذا نوجوان کو مقدم کردیا اور ایسا ہی ہے بانکا جوان ذوق کے شعر مین ؎ پہنچے ہول اور وہ بانکا جوان لینے لگا ؛ موت کے جی مین ڈرسے یہ ناتوان لینے لگا ؛ چونکہ اظہار بانکپن منظور ہے لہذا اس کو مقدم کردیا - غالب ؎ مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے ؛ داغ طرف جگر عاشق شیدا لکھیے ؛ یعنے سر انگشت مسی آلودہ اور مثل اسکی ہے جہان پہلوان وغیرہ ترکیب فارسی جو اردو مین مستعمل ہین - دوسرے غیر مقبول جس مین کوئی نکتہ نہو بلکہ سبب تعقید ہو گیا ہو جیسے سودا کے اس مصرعہ مین مصرع برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا - اور مومن خان کے مصرع مین ع اعجاز جان وہی ہے ہمارا کلام کو ؛ اور شرح ہر دو مصرعہ کی سابق لکھی گئی ہے

فصل سوم مسند کے بیان مین

حذف مسند کا انہین اغراض سے ہوتا ہی جو حذف مسند الیہ مین مذکور ہوئین امثلۂ حذف مسند یہ ہین گویا ؎ اُس سے طوفان اُٹھا اس نے گرائی بجلی ؛ چشم نے آہ شرربار نے سونے نہ دیا ؛ یعنی چشم نے سونے ندیا۔ اور آہ شرربار نے سونے ندیا۔ مومن خان ؎ چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ ؛ اے شب ہجر تیرا کالا مُنہ ؛ یعنی تیرا کالا مُنہ ہوجیو۔ سودا ؎ حاضر ہین ہم تو دینے کو دل بلکہ جان تلک ؛ لینے کا حرف بھی کہین آئے زبان تلک ؛ ان سب مثالون مین حذف مسند بقصد اختصار و احتراز عبث و ضیق مقام بسبب تنگدلی و درد ناکی کے ہے ذکر مسند بھی انہین مطالب کیواسطے ہوتا ہے جو ذکر مسند الیہ مین مذکور ہوئے۔ مثل عدم اعتماد قرینہ کے و اظہار غباوت سامع کے یا بارادہ تشریح یا قصد توبیخ۔ یا ترحم۔ یا تہدید یا استلذاذ یا تعظیم یا اہانت یا بسط کلام کے یا اس لیے کہ مسند کا اسم ہونا معلوم ہوجاوے۔ تاکہ اس سے ثبوت اور استمرار سمجھا جاوے یا اُس کا فعل ہونا معلوم ہوجاوے تاکہ اس سے معنی تجدد سمجھے جاوین مسند کو فعل اُسجگہ لاتے ہین جس مقام پر تینون زمانے ماضی و حال و استقبال سے کسی زمانہ کا ذکر باختصار منظور ہو اور حدوث اور تجدد کا قصد کیا جاوے مثال ماضی شہیدی کا شعر ؎ ہجر مین کمتر ہنسے اور بیشتر رو یا کیے ؛ ایک شب کا لطف برسون یاد کر رویا کیے ؛ یہان ہنسے اور رویا کیے صیغے ماضی کے زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتے ہین اور ان سے حدوث و تجدد بھی سمجھا جاتا ہے یعنی یہ فعل زمانہ گذشتہ مین حادث و پیدا ہوئے تھے مثال حال کی یہ شعر ؎ نظر لگے نہ کہین اُسکے دست و بازو کو ؛ یہ لوگ کیون مری زخم جگر کو دیکھتے ہین ؛ مثال استقبال کی آتش کا شعر ؎ آستان یار سے اُٹھنے کا قصد آتش نہ کر ؛ چھوڑ کر اس در کو سر دیوار سے ٹکرائیگا ؛ یعنی آیندہ کو ٹکرائیگا۔ اور اختصار

کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اسم مین زمانہ بطور اختصار مذکور نہین ہوتا اُس مین اگر
ذکر زمانہ منظور ہوتا ہے تو اسطرح بولتے ہین آج زید آیا یا کل گیا یا آب کھڑا ہے
یہان زمانہ اسم سے نہین سمجھا گیا بلکہ الفاظ آج و کل و اب سے اور اسم اُس جگہ
لاتے ہین جس جگہ زمانہ کی حاجت نہین ہوتی اور استمرار اور دوام مطلوب ہوتا ہے جیسا
اس شعر مین ؎ آنکھون کے نشئے جس کے عالم سے نرالے ہین ۞ اُس مست کے اک
نرگس ہم دیکھنے والے ہین ۞ یعنی اُس مست کا دیکھنا ہمارے لیے ثابت ہے - اور فعل
اور مشابہ فعل مثل اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ و اسم تفضیل و مفعول مطلق
و بہ و معہ و لہ و فیہ اور حال و تمیز وغیرہ کے ساتھ اس غرض سے مقید کرتے ہین
کہ کلام سے فائدہ زیادہ حاصل ہووے اسواسطے کہ جسقدر کلام مین خصوصیت اور
تفصیل زیادہ ہوگی اُسیقدر فائدہ زیادہ حاصل ہوگا اور یہ امر ان دو مثالون کے
دیکھنے سے واضح ہوگا - ایک لڑکے نے منصفی کا امتحان دیا اور زید خالد کے
بیٹے نے ۱۲۶۸ھ مین بمقام آگرہ منصفی کا امتحان دیا - یہان دوسرا کلام بہ نسبت اول
کے بباعث تفصیل فائدہ بخش ہے - فعل کو مقید بشرط بنظر ان منافع کے لاتے
ہین جو حروف شرط مین بیان کیے جاتے ہین - کلمہ اگر اکثر اُس جگہ لاتے ہین جس جگہ
وقوع و لاوقوع شرط کا یقین نہین ہوتا اور یہی سبب ہے کہ وہ اکثر مستقبل مین
مستعمل ہوتا ہے اسلیے کہ آنے والی چیز کے ہونے یا نہونے کا حال قطعی معلوم نہین ہوتا
مثلاً اگر زید آویگا تو مین اُس کو سلام کرون گا یہان اُسکے آنے اور نہ آنے کا یقین نہین
ہے مومن خان ؎ نجاؤن گا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا ۞ اگر نہووے گا نقشہ
تمہارے گھر کا سا ۞ جنت کا مثل خانہ معشوق ہونا امر مشکوک ہے - اور ماضی و حال

ہین اُسجگہ پر مستعمل کرتے ہین جس جگہ یقین مذکور نہین ہوتا۔ کبھی کلمہ اگر یقین کے محل مین
مستعمل ہوتا ہے مگر ایسے موقع پر کہ قائل کو اس امر یقینی مین دعوی شک ہو کسی نکتہ کے
لحاظ سے مثلاً کوئی شخص درازی شب ہجران یا کسی اور مصیبت سے تنگ آکر کہے کہ اگر
صبح ہوجاوے تو جی جاؤن یہان صبح کا ہونا یقینی امر ہے مگر بسبب شدت یاس و
ہراس کے اُسکے ہونیکا یقین نہین کرتا ہے اور اسی قسم کا ہے یہ مصرعہ مومن خان کا ع
اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ؁ اگرچہ غفلت سے باز آنا اسجگہ یقینی ہے چنانچہ باز آیا صیغہ
ماضی اُس پر صاف دلالت کرتا ہے مگر چونکہ یار کی تغافل شعاری گویا کہ امر لازمی ہے اور
حد سے بڑھی ہوئی ہے باوجود اُسکے غفلت سے باز آنے کی بھی اُس کا یقین نہین کرتا
گو انجام اُس کا بھی جفا ہے۔ کلمہ جو کا جب استقبال مین مستعمل ہوتا ہے بمعنی اگر ہوتا ہے
ذوق ؎ تو جو آجائے تو اے درد محبت کی دوا ؁ میرے ہمدرد ہون بیدرد نصیحت
والے ؁ یار کا آنا یہان ایک امر مشکوک ہے اور جب ماضی و حال مین مستعمل ہوتا ہے تو یقین
کیواسطے آتا ہے ذوق ؎ جو حسد کسیکو تجھ پر ہے تو ہی یہ تیری خوبی ؁ کہ جو تو نہ خوب
ہوتا تو وہ کیون حسود ہوتا ؁ جو مصرعہ اول مین زمانۂ حال مین اور مصرعہ دوم مین زمانہ
ماضی مین مستعمل ہے اور افادہ یقین کرتا ہے۔ کلمہ جب اکثر یقین کے لیے مستعمل ہوتا
ہے اور اس لیے جب زید آوے گا مین اُس کو سلام کرون گا وہان بولتے ہین جہان
زید کے آنیکا یقین ہووے ایسا ہی اس شعر مین ؎ جب تو چلے جنازۂ عاشق کے ساتھ ساتھ
پھر کون وارثونکے سنے اذن عام کو ؁ فائدہ جبکہ حرف شرط الفاظ ہوتا و دیکھتا اور
اُسکی امثال پر جو استمرار کے واسطے مستعمل ہین داخل ہوتا ہے تو مثبت کو منفی اور منفی کو
مثبت کردیتا ہے جیسا عربی مین لفظ لو کا مثال اول کی ذوق ؎ دل گرفتون کی اگر خاک

چمن مین ہوتی ٭ تو جہان دیکھتے ہو غنچہ وہان دل ہوتا ٭ یہان مثبت منفی ہو گیا۔
یعنی دل گرفتون کی خاک چمن مین نہین ہے اس لیے بجاے غنچہ دل نہین ہے مثال
دوم ذوق ؎ ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ہاتھ ٭ ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ
مشکل ہوتا ٭ یعنے چونکہ عقدہ کشائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ مین ہے اسلیئے
میرا عقدۂ مشکل حل ہو گیا یہان منفی کو مثبت کردیا۔ کبھی حرف شرط کو حذف کردیتے
ہین جس جگہ سوق کلام سے معلوم ہوجاوے ذوق ؎ کسی رنجکش کو دیتا تو کچھ
اس کو سود ہوتا ٭ دل سخت کاش کا فرحجر الیہود ہوتا ٭ یعنے اگر کسی رنجکش کو دیتا
یہان حرف تو سے جو علامت جزا ہے حذف حرف شرط معلوم ہوتا ہے۔
فائدہ۔ معلوم کرنا چاہیئے کہ شرط حکم جزا کی قید ہوتی ہے مثل مفعول بہ وحال وتمیز
وغیرہ کے پس معنی اس قول کے کہ اگر تم ہمارے پاس آؤ گے تو کچھ پاؤ گے یہ ہین۔
کہ تم کو کچھ ملے گا جس وقت ہمارے پاس آؤ گے اور اس قید سے کلام کی خبریۃ و
انشائیۃ مین کچھ فرق نہین آتا یعنی اگر جزا خبریہ ہوگی تو جملہ شرطیہ خبریہ ہوگا اور جو انشائیہ
ہوگی تو انشائیہ مثال خبریہ کی اگر تم ہمارے پاس آؤ گے تو ہم تمہاری تعظیم کرینگے
مثال انشائیہ کی اگر تمہارے پاس زید آوے تو اسکی تعظیم کیجیو۔ مسند کو غیر مقید اس جگہ
لاتے ہین جس جگہ مقید کرنیسے کوئی مانع ہو مثل کم فرصتی وخوف انقضاے وقت کلام یا
جسجگہ یہ منظور ہو کہ حاضرین زمان یا مکان یا مفعول فعل سے مطلع نہون یا متکلم کو حال
قیود معلوم نہو یا مثل اس کے مسند کو نکرہ اسوقت لاتے ہین جب معرفہ لانیکی کچھ ضرورت نہو
جیسا زید ناظم ہے اور عمرو ناثر ہے یا جس جگہ تعظیم مسند کی منظور ہو مثلاً زید مرد ہے یعنے
ایسا کامل مرد ہے کہ جسکی کیفیت بیان نہین ہو سکتی یا تحقیر مسند کی مقصود ہو مثلاً زید

کچھ نہین ہے یا کچھ مال نہین ہے۔ تخصیص مسند کی اضافت کے ساتھ جیسے زید
ایک شخص کا غلام ہے یا وصف کے ساتھ جیسا زید ایک فاضل شخص ہے بغرض
مزید فائدہ کے ہوتی ہے اور وجہ اسکی اوپر مذکور ہوئی یعنی یہ کہ کلام مین جسقدر قیود اور
تفصیل زیادہ ہوتی ہین اُسیقدر فائدہ زیادہ حاصل ہوتا ہی اور تخصیص کو ترک
اُس جگہ کرتے ہین جسجگہ مزید افادہ منظور نہو۔ مسند کو معرفہ وہان لاتے ہین جس مقام
پر ایک شے معلوم پر ایک امر معلوم کا حکم کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ حکم یا تو اسواسطے
ہوتا ہے کہ سامع حکم مذکور سے آگاہ ہو جاوے یا اس واسطے کہ متکلم سامع کو اپنے علم سے
آگاہ کرتا ہے جیسا یون کہین کہ وہ جانے والا زید ہے یا جو سوار ہے وہ جانیوالا ہے
خلاصہ یہ ہے کہ اقسام معرفہ مین سے کسی قسم کی تعریف ہو یا یون کہین کہ زید تیرا بھائی
ہے یا تیرا بھائی زید ہے اوّل اُس مقام پر کہین گے جس مقام پر سامع زید کو
جانتا ہو مگر اُس کو یہ معلوم نہو کہ وہ اس کا بھائی ہے اور اِس امر سے اُسکو آگاہ کرنا
چاہو دوم یعنی تیرا بھائی زید ہے اُس جگہ بولتے ہین جس جگہ سامع یہ جانتا ہے کہ کوئی
میرا بھائی ہے مگر اُس کو علے التعین نہ جانتا ہو اور متکلم کو اُس کا متعین کرنا منظور ہو

فائدہ۔ مسند دو قسم کا ہوتا ہے ایک فعلی دوسرا سببی فعلی وہ ہے کہ اُسمین اسناد بلا
واسطہ ہو مثلًا زید قائم ہے اور عمرو شاعر ہے یہان نسبت قیام اور شعر کیطرف زید و عمرو کے
بلاواسطہ ہے یعنی یہ اوصاف خود اُن کے لیے حاصل ہین سببی وہ ہے جس مین اسناد
بواسطہ ہو مثلًا زید سخی ہے اُس کا باپ یہان سخاوت کا وصف زید کو بواسطہ اُسکے
باپ کے حاصل ہوا ہے اُس کا ذاتی وصف نہین ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سنو
کہ مسند کو جملہ وہان لاتے ہین جہان حکم کی تقویت منظور ہوتی ہے جیسے زید کھڑا ہے

وہ یا بس جگہ مسند ہی ہو جیسا زید کھڑا ہے اُس کا باپ۔ ہر دو صورت میں تقویت حکم کی یہ وجہ ہے کہ مبتدا خبر کو ہمیشہ طلب کیا کرتا ہے پس جب مثلاً زید مبتدا کے بعد جملہ کھڑا ہے کا آیا تو اُس نے اُسکو اپنی خبر بنالیا اور لفظ وہ کا جو ضمیر ہے اُسنے اس ربط کی جو مبتدا اور خبر میں حاصل ہو گیا تھا تقویت کر دی۔ مسند کو مسند الیہ سے پہلے اُس مقام پر لاتے ہیں جہاں مسند الیہ مسند کے ساتھ خاص ہو جیسا اس شعر میں ؎ تمکو مسجد ہے ہمکو میخانہ ؛ زاہدا اپنی اپنی قسمت ہے ؛ یہان مسجد و میخانہ مبتدا یعنی مسند الیہ ہیں اور تمکو اور ہمکو خبر یعنی مسند ہیں اور معنی شعر کے یہ ہیں کہ مسجد خاص تمہارے لیے ہے اور میخانہ خاص ہمارے لیے۔ یا واسطے تفاول کے جس جگہ مسند سے نیک فالی نکلتی ہو جیسا ع مبارک یہ خلعت ہوا آپکو ؛ یا واسطے ترغیب و تشویق ذکر مسند الیہ کے۔ یہ اُسجگہ ہوتا ہے کہ مسند مقدم میں ایسی تفصیل ہو جو سامع کی طبیعت کو مسند الیہ کا مشتاق کرے پس جب بعد اشتیاق و انتظار مسند الیہ کو سُنے گا تو اُسکو نہایت عزیز سمجھیگا کیونکہ جو چیز بعد محنت و انتظار کے حاصل ہوتی ہے وہ نہایت عزیز و لذیذ ہوتی ہے جیسے ان اشعار میں نسیم ؎ دلواے ہر ایک کو یہ قوت ؛ الماس و عقیق و لعل و یاقوت ؛ یہان مسند یعنی اول مصرعہ کو سُنکر سامع منتظر ہو جاتا ہے کہ کیا دلوا دیا اور مسند الیہ یعنی دوسرے مصرعہ میں جواب سُنکر طبیعت کو ایک گونہ حظ حاصل ہو جاتا ہے ذوق ؎ آوازۂ دمامۂ شادی سے گونج اُٹھا ؛ وہ جو سب آسمانون سے ہے اوپر آسمان ؛ یہان مسند یعنی اول مصرعہ کو سُنکر طبیعت اس بات کے دریافت کی مشتاق ہو جاتی ہے کہ کیا چیز گونج اُٹھی۔ پس مضمون مصرعہ دوم جو مسند الیہ ہے خوب ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ وہ حالات جو دو فصل گذشتہ مین بیان ہوئے یعنی ذکر و حذف و تعریف و تنکیر و تقدیم و تاخیر وغیرہ اکثر انمین کے مسند الیہ

و مسند کے ساتھ خاص نہین ہین بلکہ متعلقات یعنی معمولات فعل وغیرہ مین بھی پائے جاتے ہین۔ جو شخص ان کو فصول سابقہ مین بخوبی سمجھ لیگا وہ اور جگہ بھی جاری کرلیگا مگر ہم بہ نظر مزید آگاہی بعض مسائل معمولات فعل بھی ذکر کیے دیتے ہین۔

چوتھی فصل متعلقاتِ فعل کے بیان مین

ظاہر ہے کہ فعل متعدی فاعل کے ساتھ بھی علاقہ رکھتا ہے اور مفعول کے ساتھ بھی یعنی بے ذکر مفعول کے معنی مذکور تمام نہین ہوتے۔ پس جب فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو اور یہ غرض نہو کہ فعل اپنے فاعل کو علے الاطلاق ثابت ہے یا اسیطرح اس سے نفی ہے یعنی یہ قید نہین ہے کہ فعل کے جمیع افراد مراد ہین یا بعض اور نہ یہ قید ہے کہ فعل کس پر واقع ہوا تو ایسے موقع پر فعل متعدی کو بمنزلہ فعل لازمی سمجھنا چاہیئے اور اُسکے لیے کوئی خاص مفعول مقدر نہوگا۔ کیونکہ مقدر تو بمنزلہ مذکور کے ہوتا ہے۔ اس قسم کا فعل دو طرح مستعمل ہوتا ہے ایک تو اسیطرح کہ فعل کو علے الاطلاق ذکر کرتے ہین اور علی الاطلاق ہی مراد لیتے ہین جیسا یون کہین کیا برابر ہوتا ہے جو جانے اور جو نہ جانے یعنی جس کو حقیقت علم حاصل ہے اور جسکو حاصل نہین اُسمین بہت فرق ہے۔ یہان جانے اور نہ جانے کو جو افعال متعدی ہین مفعول حذف کرکے مطلقاً ذکر کیا ہے۔ اور علے الاطلاق ہی مراد ہے یہ مراد نہین کہ کُل یا بعض چیزون کا جاننے والا۔ یا کل یا بعض چیزونکا نجاننے والا اور اسیطرح کا ہے یہ شعر ذوق کا ؎ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز ٭ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا ٭ مقصود بالتمثیل لفظ پڑھایا ہے جو باوجود متعدی ہونیکے بحذف مفعول ذکر کیا ہے۔ اور دوسری طرح یہ ہے کہ فعل کو علے الاطلاق ذکر کرین اور مقصود تعلق اُسکا مفعول مخصوص کے ساتھ ہو جیسا اس شعر مین ؎ تیرے حاسد کا سا سودا تو نہ دیکھا

نہ سُننا ؀ چاہتا ہے کوئی عالم ہین نہ دیکھے نہ سُنے ؀ حاصل شعر یہ ہے کہ ممدوح کی خوبیان اظہر من الشمس ہین اور اُسکا ذکر خیر تمام زبانون پر جاری ہے اور اُس کے خیر کے آثار ہر جگہ نمایان ہین پس ہر دیکھنے والا اُس کی خوبیان دیکھتا ہو اور ہر سُننے والا اُسکا ذکر خیر سنتا ہے اس لیے اُسکا حاسد یہ چاہتا ہے کہ عالم ہین کوئی دیکھے اور نہ سُنے تاکہ ممدوح کی صفات حسنہ اور عجائب اخبار پوشیدہ رہین۔ یہان مقصود الفاظ نہ دیکھے اور نہ سُنے ہین جو علے الاطلاق بلے قید کسی خاص مفعول کے ذکر ہوئے ہین اور مطلوب تعلق اُن کا ہے مفعول مخصوص کے ساتھ یعنی نہ دیکھے ممدوح کے عجائب آثار کو اور نہ سُنے اُس کے محامد اخبار کو گویا کہ شاعر دعوےٰ کرتا ہے کہ مطلق دیکھنا اور سُننا اور ممدوح کی خوبیان اور ذکر خیر کا سننا لازم و ملزوم ہین ہر سامع و بینا اُن کو سُنتا و دیکھتا ہے بلکہ سوا ے محاسن اخبار و محامد آثار ممدوح کے اور کچھ نہین دیکھتا ہے اور نہ سُنتا ہے پس اسقدر مبالغہ مفعول کے حذف سے حاصل ہوا ہے اگر مفعول ذکر کیا جاتا یہ لطف حاصل نہوتا۔ اور اگر مفعول محذوف ہو اور خاص مراد ہو تو بسبب قرینہ مفعول خاص مقدر ہو گا جیسے معروف کے شعر مین ؎ ربط خوبانِ عشوہ گر چھوٹا ؀ دیکھنے کا نہ لپکا پر چھوٹا ؀ یہان مفعول دیکھنے کا محذوف ہے یعنی خوبرویونکے دیکھنے کا لپکا نہ چھوٹا ؀ اب سنو کہ حذف مفعول بوجوہ ہوتا ہے یا تو یہ غرض ہوتی ہے کہ بعد اجمال کے تفصیل کرین اور بعد ابہام کے بیان تاکہ سامع اول خوب غور سے سُنے اور بعد ازان خوب سمجھے جیسا اس مصرعہ مین مصرع گدا کو چاہے تو اک دم مین بادشاہ کرے ؀ یعنی گدا کو بادشاہ کرنا چاہے تو ایک دم مین بادشاہ کرے۔ مگر اس قسم کا حذف صرف اُس مقام پر ہوتا ہے کہ تعلق فعل کا مفعول محذوف کے ساتھ نادر و غریب نہو بلکہ شائع

وذرائع ہو جیسا مثال مذکورہین۔ اور اگر تعلق فعل کا مفعول کے ساتھ نادر ہو تو مفعول کو حذف نکرینگے۔ جیسا اردو کے شعر مین ؎ پڑی ہے خاک مین یہ لاش اُس شہاب شہید انکی ٭ لہو کے آنسوؤن روتا ہی جسکو قتل کرخنجر ٭ چونکہ لہو کا رونا نادر وغریب ہے لہذا اُسکو حذف نہ کیا۔ اور یا یہ غرض ہوتی ہی کہ ابتدائے معنے غیر مقصود نہ سمجھے جاوین جیسا ع کاٹے ہے تیری تیغ شہا استخوان تلک ٭ یہان مفعول کاٹنے کا یعنی گوشت اس لیے حذف کردیا کہ سامع قبل ذکر استخوان یہ خیال نکرے کہ تلوار نے صرف گوشت قطع کیا ہی اور ہڈی تک نہین پہونچی اور یا یہ غرض ہوتی ہے کہ مفعول بعد الحذف بنظر مزید توجہ ایسی طرح ذکر کرین کہ نسبت صدور فعل کی صریح لفظ مفعول کیطرف ہو نہ اُسکی ضمیر کیطرف جیسا اس شعر مین ؎ علم مین حلم مین انصاف مین ہر خوبی مین ٭ ہمنے ڈھونڈا نہ ملا مثل ترا عالم مین ٭ یعنی ہمنے تیرا مثل ڈھونڈا۔ یہان مفعول کو اس واسطے حذف کردیا کہ اگر اُسکو ذکر کرتے تو بعد ازان یون کہنا چاہیئے تھا کہ وہ نہ ملا اس مین غرض فوت ہوتی تھی یعنی نہ ملنے کی نسبت صریح لفظ مثل کی طرف اور اس حذف مین یہ نکتہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاعر ممدوح کے ہوا جہ مین یہ کہنا کہ ہم نے تیرا مثل ڈھونڈا خلاف داب آداب سمجھتا ہے گویا کہ اُسکی مثل کو ممتنعات سے جانتا ہے کہ اُس کا تلاش کرنا خلاف عقل جان کر اُسکو چھپاتا ہے۔ یا بغرض تعمیم واختصار ہوتا ہے یا برعایت قافیہ یا فقرہ کے۔ انشاء اللہ خان کا شعر ؎ چھیڑنے کا تو مزا جب ہے کہو اور سنو ٭ بات مین تم تو خفا ہوگئے لو اور سنو ٭ یہان مفعول کہو اور سنو کو بقصد تعمیم و اختصار حذف کردیا ہے میر ؎ اور تو باتین بُری چھٹ گئین سب جیتے جی ٭ آنکھ مُندی پر چھٹا ایک نگہ دیکھنا ٭ یعنے معشوق کا دیکھنا۔ خواجہ میر درد ؎ یہ بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا

اے فلک ٭ اور تو یہان کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا - یا اس واسطے کہ مفعول کا ذکر مکروہ ہو ذوق ع شیطان کے چلادیتا ہے سوتے سوتے ٭ یعنی عضو مخصوص چلادیتا ہے سودا ؎ ضاحک کے اڑادیوے کسی بن مین قلندر ٭ یہان اڑادیوے کا مفعول یعنی آلہ تناسل بسبب کراہت ذکر کے حذف کردیا ہے - یا اُسکو سامع سے پوشیدہ رکھنا منظور ہوتا ہے - یا اس لیے کہ عندالحاجت اُس سے انکار ہو سکے - یا اس سبب سے کہ وہ متعین ہے حقیقۃً یا ادعاءً یا اس قسم کے اور مطلب سے مفعول کو حذف کردیتے ہین تقدیم مفعول وظرف وحال اور اُنکے مانند کی فعل پر بغرض ردّ اور اصلاح اُس خطا کے ہوتی ہے جو تعین مفعول مین وقوع مین آئی ہے مثلاً (زید ہی کو مین نے مارا ہے) اُس شخص سے کہا جاوے گا جس نے خیال کیا ہے کہ تو نے غیر زید کو مارا ہے اور اس قسم کے ردّ کی تاکید کیواسطے "نہ اور کو" زیادہ کرتے ہین یعنی زید ہی کو مارا ہے نہ اور کو اور کبھی واسطے ردّ اُس خطا کے ہوتی ہے جو اشتراک مفعول مین واقع ہوئی ہے یعنی کبھی (زید ہی کو مین نے مارا ہے) اُس شخص سے کہا جاتا ہے جو سمجھتا ہے کہ تو نے زید اور عمر کو دونون کو مارا ہے اور اس قسم کے ردّ کی تاکید کے واسطے لفظ صرف یا فقط وغیرہ کا لاتے ہین یعنی صرف زید ہی کو مارا ہے - یہان سے ظاہر ہے کہ یون بولنا کہ (نہ زید ہی کو مینے مارا ہے اور نہ اور کو) درست نہین ہے اسلیے کہ تقدیم مفعول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مارا کا فعل غیر زید پر ضرور واقع ہوا ہے اور یہ جملہ (نہ اور کو) اُسکے خلاف ہے پس کلام کے اجزاء متناقض ہوجاوینگے - اور کبھی تقدیم مفعول بہ نظر مقصود ومقام ومزید اہتمام ہوتی ہے جیسا ؎ قتل کرمان ہت کسو کی قسم ٭ تجھکو قاتل مرے لہو کی قسم ٭ چونکہ عاشق اپنے قتل کا نہایت مشتاق ہے لہذا بنظر مزید اہتمام قتل اس کو مقدم لایا -

اور کبھی واسطے تعظیم شان فاعل کے ہوتی ہے اسلیے کہ مفعول عظیم الشان پر اثر کرنا عظمت فاعل پر دلالت کرتا ہے جیسا ؎ مسیحا کی ہوئی امت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے مسیحا کی موئی امت کو ٹھوکر سے جلانا عظمت شانِ فاعل پر دلالت کرتا ہے اور کبھی واسطے حصر کے سو وا ؎ بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا ۞ غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا۔ یعنی بلبل کو خاص نالہ اور پروانہ کو خاص جلنا۔ اور غم ہمارے لیے خاص کر دیا ۞

فصل پنجم قصر کے بیان مین

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنے کو قصر کہتے ہین قصر کی دو قسمین ہین ایک حقیقی اور دوسری غیر حقیقی۔ اس لیے کہ تخصیص ایک شئے کی دوسری شئے کے ساتھ یا تو باعتبار حقیقت و نفس الامر کے ہوگی۔ اسطرحسے کہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہین ہوتی اور غیر مین نہین پائی جاتی اسکو قصر حقیقی کہتے ہین یا تخصیص بہ نسبت ایک خاص چیز کے ہے نہ بہ نسبت ہر چیز کے اسکو قصر غیر حقیقی و اضافی کہتے ہین جیسے یون کہین کہ زید نہین ہے مگر سپاہی یعنی منشی یا مولوی نہین ہے پس قصر بہ نسبت منشی گری یا مولوی پن کے ہے نہ باعتبار اور اوصاف کے ہو سکتا ہے کہ وہ خوبصورت ہو یا بدصورت خلیق ہو یا بد خُلق شریف ہو یا غیر شریف۔ سخی ہو یا بخیل و علی ہذا القیاس۔ قصر حقیقی و غیر حقیقی کی دو قسمین ہین ایک قصر موصوف کا صفت پر اُسکے یہ معنی ہین کہ موصوف مین سوا اس صفت کے اور کوئی صفت نہ پائی جاتی ہو اور جائز ہے کہ یہ صفت کسی اور موصوف مین بھی ہو دوسرے قصر صفت کا موصوف پر وہ یہ ہے کہ یہ صفت اسی موصوف مین پائی جاتی ہے اور جائز ہے کہ اس موصوف مین اور صفات بھی ہون۔ واضح ہو کہ صفت سے اس مقام پر صفت معنوی یعنی معنی قائم بالغیر مراد ہین لغت نحوی مراد نہین ہے یعنی وہ تابع جو ایسے

معنے پر دلالت کرے جو اُسکے متبوع مین پاے جاوین علاوہ شمول کے اور اُن
دونون معنون مین عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے مثلاً اس مثال مین
(اس علم نے تو مجھے دنگ کر دیا) دونون پائی جاتی ہین اور اس مثال مین کہ (علم اچھا
ہے) صفت معنوی موجود ہے نہ لغت نحوی اور اس مثال مین کہ (آگیا مین اُس
آدمی کے پاس) لغت نحوی پائی جاتی ہے نہ صفت معنوی کیونکہ نحو مین ترکیب
(اُس آدمی کی) یہ ہے کہ اُس موصوف اور آدمی صفت مثال قصر موصوف کی صفت
پر منجملہ اقسام قصر حقیقی کے یہ ہے کہ نہین ہے زید مگر کاتب یعنی زید کاتب ہی ہے
جبکہ مان لیا جاوے کہ زید مین سواے کتابت کے اور کوئی وصف نہین پایا جاتا
یہ مثال فرضی ہی ورنہ کسی شے کی صفات کا احاطہ سخت دشوار ہے پس کس طرح ایک
صفت ثابت کرکے باقی صفات کی نفی کیجاوے بلکہ یہ محال ہے کیونکہ صفت منفی
کی نقیض بھی منجملہ صفات کے ہے اُسکی نفی غیر ممکن ہے اس لیے کہ ارتفاعِ نقیضین
محال ہے مثلاً جب کہا کہ (زید نہین ہے مگر کاتب) اور یہ قصد کیا کہ زید مین سواے
کتابت کے کوئی اور وصف نہین پایا جاتا تو لازم آوے گا کہ اُس مین نہ قیام پایا جاوے
اور نہ اُسکی نقیض اور یہ محال ہے۔ مثال قصر صفت کی موصوف پر منجملہ اقسام قصر حقیقی کے
(گھر مین نہین ہے مگر زید) یعنی ایک خاص گھر مین ہونیکا وصف سواے زید کے اور کسی
موصوف مین نہین پایا جاتا اور اسطرح کا کلام کبھی بطور مبالغہ بولا جاتا ہے یعنی غیر مذکور کو گویا عتبار
سے ساقط سمجھا جاتا ہے مثلاً مثال مذکور مین یہ ارادہ کیا جاوے کہ سواے زید اور لوگ
جو گھر مین ہین حکم عدم مین ہین پس اس صورت مین قصر حقیقی ادعائی ہوگا۔ اور قصر
غیر حقیقی مین غیر مذکور کو بمنزلہ معدوم نہین سمجھتے بلکہ اُس صورت مین یہ مطلب ہوتا ہے

کہ گھر میں ہونا خاص زید کے واسطے ثابت ہے عمر کے واسطے نہیں ہے گو بکر کے واسطے بھی ثابت ہو منجملہ اقسام قصر غیر حقیقی کے اول یعنی قصر موصوف کا اوپر صفت کے تخصیص ایک امر کی ہے ایک صفت کے ساتھ نہ دوسری صفت کے ساتھ یا تخصیص ایک امر کی ہے ایک صفت کے ساتھ بجائے دوسری صفت کے۔ اور دوم یعنی قصر صفت کا اوپر موصوف سے تخصیص ایک صفت کی ہے ایک امر کے ساتھ نہ دوسرے امر کے ساتھ۔ یا تخصیص ایک صفت کی ہے ایک امر کے ساتھ بجائے دوسرے کے۔ یہاں سے واضح ہے کہ قصر غیر حقیقی کی دو قسمیں ہیں اول تخصیص ایک صفت کی نہ دوسری صفت کی اور دوسری تخصیص ایک صفت کی بجائے دوسری صفت کے اول قسم کے قصر کا وہ شخص مخاطب ہوتا ہے جو دو صفتوں کو ایک موصوف میں یا دو موصوفوں کو ایک صفت میں شریک خیال کرتا ہے (یعنے زید نہیں ہے مگر کاتب) کا مخاطب وہ شخص ہی ہوگا جو زید کو کاتب اور شاعر دونوں خیال کرتا ہے اور یہ قول (نہیں ہے کاتب مگر زید) اُس شخص سے کہا جاویگا جو زید و عمرو کو کتابت میں شریک جانتا ہو اس قسم کے قصر کو قصر افرادی کہتے ہیں بسبب قطع شرکت کے۔ اور دوسری قسم کے قصر کا مخاطب ایک تو وہ ہوتا ہے جو خلاف حکم متکلم اعتقاد رکھتا ہو پس مخاطب اس قول کا (نہیں ہے زید مگر قائم) وہ شخص ہوگا جو زید کو قاعد جانتا ہوگا اور مخاطب اس قول کا (نہیں ہے شاعر مگر زید) وہ ہوگا جو عمرو کو شاعر جانتا ہے نہ زید کو اس قسم کے قصر کو قصر قلب کہتے ہیں اسواسطے کہ متکلم حکم مخاطب کو منقلب کردیتا ہے اور دوسرا وہ جسکے نزدیک دونوں امر یعنی اتصاف موصوف کا صفت مذکورہ وغیرہ کے ساتھ قصر موصوف میں اور اتصاف موصوف مذکورہ وغیرہ کا صفت کے ساتھ قصر صفت میں مساوی ہے

پس (نہین ہے زید مگر قائم) اُس شخص سے کہا جاوے گا جو زید کو متصف بقیام
یا قعود لا علی التعیین جانتا ہے۔ اور (نہین ہے شاعر مگر زید) کا مخاطب وہ ہوگا جو زید
یا عمرو کو لا علی التعیین شاعر جانتا ہوگا۔ اور اس قسم کے قصر کا نام قصر تعیین ہے اسلیے کہ
وہ غیر معین کو معین کر دیتا ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ قصر افرادی مین قصر موصوف
کی یہ شرط ہے کہ دونون وصف باہم متنافی نہون بلکہ جمع ہو سکتے ہون تاکہ مخاطب
اُن دونونکو ایک موصوف مین مجتمع خیال کر سکے۔ اور شرط قصر مذکور کی قصر قلب مین
یہ ہے کہ دونون وصف متنافی ہون۔ اور قصر تعیین مین نہ تنافی وصفین شرط ہے
اور نہ عدم تنافی۔ منجملہ قصر کے طریقون کے ایک عطف ہے مثلاً قصر افرادی موصوف
مین یون کہینگے (کہ زید ناظم ہے نہ ناثر) یا (زید ناثر نہین ہے بلکہ ناظم ہے) اور قصر قلب
مین یون کہین گے (زید قائم ہے نہ قاعد) یا (زید قائم نہین ہے بلکہ قاعد ہے) اور مثال
قصر صفت کی موصوف پر یہ ہے (زید شاعر ہے نہ عمرو) یا (عمرو شاعر نہین ہے بلکہ زید)
یہ مثال قصر قلب اور افراد دونون کی ہوسکتی ہے بحسب قرائن کے اور منجملہ اُن کے
نفی اور استثنا ہے جیسا قصر موصوف مین (نہین ہے زید مگر شاعر) اور قصر صفت مین (نہین
ہے شاعر مگر زید) علاوہ ازین قصر کے الفاظ اور بھی ہین۔ مثلاً ہی یاے معروف سے
تو بوزن دو۔ سواے۔ سوا۔ بجز۔ جز۔ بدون۔ بن۔ بغیر مثال ہی کی۔ ؎ جچے
شیر بھی مین ہی لایا تھا مین ہی دشت مین تھا برہنہ پا ۔ مین ہی کوہ کن مین ہی
قیس تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو ۔ مثال تو کی ع تو تو بدنام ہے پر وہ نہو بدنام کہین ۔ مثال
سواے ۔ ؎ سواے خاک نہ کھینچونگا منت دستار ۔ کہ سرنوشت لکھی ہے مری بخط
غبار ۔ مثال سوا ؎ سوا تیرے نہین عالم مین کوئی ۔ مثال بجز ؎ بجز نثار علی

مشاہ کون جانے ذوق ٭ تیری زبان کا مزہ تیری شعر خوانی ہین ٭ مثال خبر ع نہ ملا کوئی بھی عالم مین صنم خبر تیرے ٭ نہین خبر شمع مجاور مرے بالین فرار ٭ نہین خبر کثرت پروانہ زیارت والے ٭ مثال بدون ع شرہ بدون نہین سیر بوستان منظور ٭ مثال بن کی ۵ بوسہ لب کا مزہ بن گالیون ملتا نہین ٭ شیرنی کے ساتھ یعنی کچھ سلونا چاہیے ٭ مثال بغیر ۵ اور امتحان بغیر تو یہ آپکا غلام ٭ قائل نہین ہی قبلہ کسی شیخ و شاب کا ٭

فصل ششم انشا کے بیان مین

انشا کی دو قسم ہین - ایک تو وہ جسمین طلب کے معنے نہین ہوتے جیسا تعجب مثال (زید کیا ہی نیک مرد ہے) اور قسم بخدا مین سچا ہون - اور عقود یعنی وہ الفاظ جن سے خرید و فروخت کرتے ہین (مین نے یہ کپڑا خریدا اور وہ کتاب بیچی) اس قسم کے انشا سے علم معانی کو چندان تعلق و غرض نہین ہے - دوسری وہ قسم جس مین طلب کے معنے پائے جاوین اور اقسام طلب کئی ہین - منجملہ اُن کے ایک تمنی یا آرزو کرنا ہے یعنی ایک شے کی طلب بطریق محبت کے اور اُس کے لیے لفظ کاش اکثر مستعمل ہی اور کبھی شاید بھی ان معنون مین آجاتا ہی - تمنی مین امکان مطلوب ضرور نہین ہے بلکہ کبھی محال کی بھی تمنی ہوسکتی ہے - مثال تمنی ممکن (کاش زید آجاوے) مثال محال (کاش جوانی لوٹ آوے) ذوق ۵ اس تپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا کاش مین عشق مین سر تا بقدم دل ہوتا ٭ مثال شاید جیسا (شاید تم کو ہمپر رحم آجائے) زبان دان جانتا ہی کہ ایسے موقعون پر لفظ شاید معنے تمنی کو متضمن ہی مثال شعر ۵ تیز رکھنا سر ہر خار کو او دشت جنون ٭ شاید آجاے کوئی آبلہ پا میرے بعد ٭ کبھی لفظ تمنی کو حذف کردیتے ہین ذوق ۵ ایک دل ہوتا مگر عشق کے قابل ہوتا

یعنے کاش ایک دل ہوتا۔ دیگر ع اے اجل یون تو تجھے ایک دن آنا ہے ضرور
شب فرقت مین جو آجاتی تو احسان ہوتا ۔ یعنے کاش شب فرقت مین آجاتی ۔ اور کبھی
حروف استفہام بھی تمنی کے واسطے استعمال کیے جاتے ہین جیسا کوئی شخص کہے
(کیا کوئی فریادرس ہے) اُس جگہ جہان کوئی فریادرس نہو۔ پس ظاہر ہے کہ یہان
استفہام منظور نہین ہے کیونکہ فریادرس کے نہونے کا یقین ہے اور استفہام مقتضی
شک وتردد کو ہے پس گویا متکلم یون کہتا ہے کہ کاش کوئی فریادرس پیدا ہوجاوے
اور کبھی حروف استفہام علاوہ تمنی کے ماضی مین ندامت کا اور مضارع مین ترغیب
کا فائدہ دیتے ہین۔ جیسا (کیون تونے زید کی تعظیم نہ کی۔) یعنے کاش تو اُسکی تعظیم
کرتا الغرض تعظیم نکرنے کی اُسکو ندامت دلواتا ہے۔ اور (توکیون نہین چلتا ہے)
یعنے کاش توچلے اور ایسا ہی اس مصرعہ مین ع کیون نہین لیتا ہماری توخبر اے
بیخبر ۔ یعنے خبر لینے کی ترغیب دیتا ہے۔ منجملہ انواع طلب استفہام ہے اور الفاظ
استفہام۔ کیا۔ کون۔ کتنا۔ کہان۔ کدہر۔ کب ہین۔ کیا کبھی واسطے طلب تصدیق کے
آتا ہے یعنی درمیان دو شئے کے نسبت ثبوتی یا سلبی کو استفسار کیا کرتا ہے جیسا (کیا زید
قائم ہے) اور کبھی واسطے طلب تصور کے یعنے اُس مین نسبت نہین ہوتی مثلاً تصور مسندالیہ
کا مطلوب ہوگا تو یون کہین گے (کیا برتن مین شربت ہے یا پانی) سائل جانتا ہے
کہ برتن مین منجملہ ان دونون کے ایک ہے لیکن اُسکے تعین کا سوال کرتا ہے اور مسند کے
تصور کے واسطے یون کہین گے (کیا پانی مشکی مین ہے یا مشک مین) یہان سائل جانتا ہے
کہ ان دونون مین سے پانی ایک مین ہے مگر بالتعیین اس کو نہین جانتا اس قسم کے
محاورات مین اکثر لفظ استفہام محذوف ہوتا ہے اور سوال اُس چیز کا ہوتا ہے جو لفظ

استفہام سے متصل ہوتی ہے (کیا مارا تونے زید کو) اُس جگہ بولین گے جہان مار کا
حال پوچھنا ہو اور (کیا تونے مارا) وہان بولین گے جہان فاعل مین شک ہو اور
(کیا زید کو مارا تونے) وہان کہین گے جہان مفعول مین شک ہو اور فاعل کا یقین اور
کبھی واسطے شرح اسم کے آتا ہے جیسے (عنقا کیا چیز ہے) یعنے یہ کس چیز کا نام ہے
اور کبھی واسطے شرح ماہیتہ ایک شے کے جیسے (حرکت کیا چیز ہے) یعنے اسکی تعریف
بیان کرو۔ مثال۔ اشعار غالب ؎ بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہینگے حال دل اور آپ فرمائینگے کیا۔ یعنی کیا کہتے ہو دیگر ؎ کیا پوچھتے ہو
ہمدم اس جسم ناتوان کی ؞ رگ رگ مین نیش غم ہے کہیے کہان کہان کی ؞ سودا ؎
تونے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین ؞ یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین ؞ لفظ
کون۔ اکثر واسطے استفہام و طلب تعیین ذوی العقول کے آتا ہی جیسا ع کون کہتا ہے
کسی سے دل لگانا منع ہے ؞ یا ع کون آتا ہے یہ کسکے پاؤن کی آواز ہے ؞ یا
ع کون کہتا ہے کہ ہم تم مین لڑائی ہوگی ؞ اور کبھی واسطے غیر ذوی العقول کے بھی
آتا ہے ؞ ناسخ ؎ کون تھا صید وفادار کہ اب تک صیاد ؞ بال و پر اُس کے ترے تیر
لیے پھرتے ہین ؞ اور کتنا واسطے استفہام تعداد کے آتا ہی جیسا (تمہارے کتنے
شاگرد ہین) ذوق ؎ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا ؞ یعنی بہت دفعہ جنکی
شمار نہین ہوسکتی۔ دیگر ؎ دشمن دین ہین مرے گبر و مسلمان کتنے عشق مین تیرے
ہوئے جان کے خواہان کتنے ؞ کہان اور کدہر واسطے استفہام مکان کے آتے ہین
جیسا ؎ صنم کہتے ہین تیرے بھی کمر ہے ؞ کہان ہی کس طرح کی ہی کدہر ہے ؞ مصرع خبر لے
او مسیحا تو کہان ہی ؞ ذوق ؎ بند آنکھین کیے جاتا ہی کدہر تو کہ تجھے ؞ ہے ترا

نقش قدم چشم نمائی کرتا۔ لفظ کب واسطے استفسار زمان کے آتا ہی جیسے ؎
آج آفت قہر ہے یون خشمگین تو کب نتھا۔ آستین مالیدہ و چین برجبین تو کب نہ تھا۔
اثر ؎ کب کب آتا ہی اثر کیون تجھے ننگ آتا ہے ÷ آنکلتا ہے وہ جب جی سے بتنگ
آتا ہے ۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ کلمات استفہام کبھی غیر استفہام کیواسطے بھی مستعمل
ہوتے ہین مثل اظہار اضطرار شدت انتظار کے جیسا اس شعر مین ؎ کون وقت اے
وائے گذرا جی کو گھبراتے ہوئے ۔ موت آتی ہے اجل کو یہان تلک آتے ہوئے۔
اور اظہار تعجب کے جیسا اس مصرعہ مین ؎ کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے۔
سودا ؎ کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ ۔ کافی ہی تسلی کو مری ایک
نظر بھی ۔ آزردہ ؎ ٹکڑا وہ غضب زلف سیہ ناگ وہ کافر ۔ کیا خاک جیئے
کوئی شب ایسی سحر ایسی ۔ دیگر ؎ شربت وصل نہ پینے دو نہ سم کھانے دو ۔
کیا غضب ہے کہ نہ جینے دو نہ مرجانے دو ۔ دیگر ؎ کل شب وصل مین کیا جلد بجی
تھین گھڑیان ۔ آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے ۔ اخیر کے شعر مین مقصود
بالتمثیل مصرعہ دوم کا کیا ہی۔ دیگر ع مجرئی کہتے تھے سرِ راہ کیا تھا کیا ہوا ۔
یا اظہار تحقیر و استغنا کے ؎ تجھ بن بہشت پیارے ہین لیکے کیا کرونگا۔ غالب
؎ رات دن گردش مین ہین سات آسمان ۔ ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا ۔
یا واسطے اظہار گمراہی کے جیسے (کہان بھٹکے پھرتے ہو) یا واسطے دھمکانے کے
جیسا کوئی ایک بے ادب سے کہے (کیا ہمنے زید کو ٹھیک نہین بنادیا) اس قسم کا
کلام اُس وقت بولتے ہین جب مخاطب زید کا ہمسر یا اُس سے کمتر ہو اور یہ بات
یعنے زید کا ٹھیک بنانا جب مخاطب کو بھی معلوم ہوگا تو استفہام کو سوال پر محمول نکریگا

اور ڈرانے اور دھمکانے کے معنے سمجھ لے گا یعنے جب ہمنے تیرے ہمسر یا تجھ سے
برتر کو شکست دیدیا تو تیرا شکست بنانا کیا بڑی بات ہے اور کبھی استفہام اسواسطے
آتا ہے کہ مخاطب سے اُس چیز کا اقرار کرالے جس کو وہ جانتا ہے اور اسکو استفہام تقریری
کہتے ہین اس صورت مین لفظ استفہام شئے اقراری کے متصل لایا جاویگا مثلاً فعل کا اقرار
منظور ہوگا تو یون کہین گے (کیا مارا تونے زید کو) اور فاعل کے اقرار مین یون کہین گے
(کیا تونے زید کو مارا) اور مفعول کے اقرار مین یون (کیا زید کو تونے مارا) اور ایسا ہی کبھی
استفہام واسطے انکار کرانے اُس چیز کے آتا ہے جسے مخاطب جانتا ہو اسکو استفہام انکاری
کہتے ہین جیسے (کیا سوائے خداوند تعالی کے اورون سے حاجت روائی چاہتے ہو) یعنی ایسا
نکرو اور (کیا خداوند سبحانہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہین ہے) یہان استفہام نے کافی
نہین ہے کی نفی کی ہے۔ اور نفی کی نفی اثبات ہو جاتی ہے۔ یعنی کافی ہو اور
انکار فعل کی ایک اور بھی صورت ہے وہ یہ ہو کہ ایک شخص کے مثلاً دو کام مشہور
ہین اور متکلم اُن دونون کامون کا انکار کرے بس گویا اصل فعل سے انکار ہو جاتا ہو
مثلاً (کیا تونے زید کو پڑھایا ہے یا عمرو کو) یعنی کسیکو نہین پڑھایا اور کچھ نہین کیا۔ انکار
یا تو واسطے جھڑکنے اور زجر کے ہوتا ہے یعنی ایسا نہونا چاہیئے تھا مثلاً (کیا تونے اپنے
آقا کی نمک حرامی کی) یا واسطے تحقیر کے جیسا اُس شخص سے جسکو تو جانتا ہو یون
کہے کہ (تو کون ہے) یعنی حقیر و ناچیز ہے منجملہ انواع طلب کے امر ہے اور وہ طلب فعل
کی ہو بطور حکم و استعلا کے یعنے امر کرنے والا آپ کو بلند مرتبہ اور دوسرے کو یعنی اُسکو
جس پر امر کرتا ہے پست قدر شمار کرتا ہو برابر ہے کہ یہ بلندی و پستی واقعی ہو یا غیر
واقعی جیسے یہان آ ۔ ادہر آ اے ابے او چاک گریبان والے ۔ اور کبھی صیغہ امر

غیر استعلا کے واسطے آتا ہی یعنی اُس مین متکلم کچھ بڑائی کا خیال نہین کرتا ہی مثل اجازت
واباحت کے جیسا یون کہین کہ (اقلیدس سیکھہ یا جبر مقابلہ) یعنی تجھکو اختیار ہے کہ ان
دونون مین سے ایک سیکھہ یا دونون یا کوئی بھی نہین۔ یا تہدید کے جیسا جرأت
کا شعر ؎ مل نہ مل پاس مرے بیٹھ نہ بیٹھ آ کہ نہ آ ٭ جس نے بہکایا ہی تجھکو تو اُسی
کے گھر جا ٭ یہان الفاظ مل اور بیٹھ اور آ اور جا سے جو امر کے صیغے ہین اجازت و
رخصت ملنے نہ ملنے بیٹھنے نہ بیٹھنے کی مراد نہین ہے بلکہ شاعر مخاطب کو ڈراتا ہے
یا واسطے تمنی کے یعنے آرزو کرنے کے مثل ؎ آجا میرے منتو نگے پالے + اے
میرے جھنڈورون بالون والے ٭ یا واسطے دعا کے نسیم ؎ یارب میرے خامہ کو زبان
دے ٭ منقار ہزار داستان دے ٭ یا واسطے التماس کے جیسا کوئی آدمی اپنے ہمسر
سے کہے کہ آپ یہان آئیے یا جیسا اس شعر مین ؎ مے کشان روح ہماری
بھی کبھی شاد کرو ٭ ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو ٭ یا واسطے اظہار مساوات
دو امر کے۔ ذوق ؎ اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات ٭ رو کر گذار یا اسے ہنسکر
گذار دے ٭ یعنی یہ دونون امر برابر ہین چاہے تو اپنی رات رو کر گذار دے یا ہنسکر
یا واسطے اظہار اہانت و کم قدری ایک شے کے سودا ؎ سودا تری فریاد سے آنکھون مین
کٹی رات ٭ آئی ہے سحر ہونے کو اب تو کہین مر بھی ٭ یہان صیغہ امر یعنی مر اظہار اہانت
کے لیے ہے مرجانا مراد نہین ہی۔ منجملہ انواع طلب کے ایک نہی ہے یعنی طلب روکنے
فعل کی بطور حکومت و بڑائی کے جیسا جھوٹ مت بول چوری مت کر۔ ذوق ؎
نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے ٭ عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کیلئے ٭
اور کبھی صیغہ نہی مین علاوہ طلب روکنے کے کچھ اور مقصود ہوتا ہی مثل تہدید کے

شعر مذکور جرأت مین یعنی ؎ مل نہ مل پاس میرے بیٹھ نہ بیٹھ آکہ نہ آ ٭ یہان الفاظ نہ مل اور نہ بیٹھ اور نہ آ سے مقصود اجازت نہ ملنے وغیرہ کی نہین ہے بلکہ مخاطب کو ڈراتا ہے۔ یا دعا کے جیسا ؎ مری زبان کو نہ کر یا خدا زیان میرا ٭ یا التماس کے رضا کا شعر ہے ؎ دوستو اُس سے توقع مت رکھو ٭ مجھ سے وہ یون پھر گیا کیسا ہی دوست ٭ منجملہ انواع طلب ایک ندا ہی یعنی پکارنا۔ حروف ندا یہ ہین۔ اَے۔ او۔ ہوت۔ یا۔ ارے۔ اَبے۔ اَجی۔ الف ندا۔ جس کو پکارتے ہین اُسکو منادیٰ کہتے ہین۔ مثلاً اے بھائی۔ یہان اے حرف ندا ہے اور بھائی منادیٰ۔ حرف ندا مختلف موقعون مین استعمال کیئے جاتے ہین۔ اے کو خاص و عام استعمال کرتے ہین اور اُسکے ذریعہ سے شریف اور کمینہ دونون کو پکارتے ہین اور او کو اکثر عوام استعمال کرتے ہین اور اس صورت مین منادیٰ بھی عوام مین سے ہوگا اور اگر خواص مین سے کوئی استعمال کرتا ہی تو خاص اس صورت مین کہ منادیٰ عوام مین سے ہو یا ظرافت مدنظر ہو۔ ہوت کو خواص استعمال نہین کرتے مگر بسبیل ظرافت کے۔ اب سنو منادیٰ کو۔ اے۔ اور او کے بعد ذکر کرتے ہین جیسا اے زید یا او زید یا او بیرحم یا او بیوفا اور ہوت کے پہلے ذکر کرتے ہین جیسے میان ہوت اور کبھی حرف ندا حذف کر دیتے ہین مثلاً مولوی صاحب آؤ۔ منشی جی جاؤ۔ اور روزمرہ اردو مین جب کوئی اپنے نفس کو منادیٰ کرتا ہے تو یون کہتا ہے کہ سُنتا ہے جی کیون بیٹھا ہے۔ یعنی اے جی کیون بیٹھا ہے چلدے اور بعض الفاظ کا استعمال بحذف حرف ندا رائج ہے مثلاً قبلہ یہان تشریف لایئے اور جناب آپکو کل تشریف لانا ضرور ہے۔ لفظ اے کا گفتگوے روزمرہ اور شعر دونون مین کثیر الاستعمال ہی اور لفظ او گفتگو مین بہت اور شعر مین کم اور لفظ ہوت شعر مین یک لخت متروک ہوا۔

حذف حرف ندا کا دونون صورتون مین جاری ہے مثال ذکر لیے میر کا شعر ؎ اب کے ہمت
صرف کرتا اُس سے جی آ چٹے مرا ٭ پھر دعا ے میر مت کیجو اگر ایسا کرون ٭ مثال ذکر او کی مصحفی
کا شعر ؎ او دامن اُٹھا کے جانے والے ٭ ٹک ہمکو بھی خاک سے اُٹھا لے ٭ مثال
حذف آے۔ میر ؎ آنکھین چرائیو نہ ٹک ابر بہار سے ٭ میری طرف بھی دیدہ خونبار
دیکھنا ٭ یعنی اے دیدہ خونبار اور مثالین حذف حرف ندا کی سابق مذکور ہو چکی ہین۔ یا۔
یہ حرف اُردو مین بجز چند الفاظ عربی یا فارسی کے جنکے ساتھ کثیر الاستعمال ہے اور جگہ نہین
آتا مثلاً یا قسمت یا نصیب یا بخت یا مولیٰ یا معبود یا حضرت یا الٰہی غالب ؎ ہم ہین
مشتاق اور وہ بیزار ٭ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے ٭ نسیم ؎ عازم ہوا شب کو آتے ہی تخت
یا قسمت یا نصیب یا بخت ٭ ارے ہر چند اس کا استعمال کراہت سے خالی نہین۔
با اینہمہ کبھی کبھی فصحا بھی اسکو بولتے ہین دو موقعون پر۔ ایک ایسے شخص کے حق
مین جو کم رتبہ ہو مثلاً ارے بیوقوف۔ ارے نادان۔ دوسرے یاران بے تکلف مین
جیسے ارے میاں اور ارے یار۔ پہلی صورت مین استعمال اس لفظ کا دلالت کرتا ہے فرط ذلّت
منادیٰ پر۔ اور دوسری صورت مین ظرافت پر اور اس قسم کا استعمال ایسی صورتون مین
درست ہے جنھین بعض اوقات بجاے مُشفِق مکسور فا کے مُشفَق مفتوح الفاء بطور ظرافت بول
دیتے ہین مثلاً کہتے ہین۔ آیئے مُشفَق چنانچہ یہ امر روزمرہ دان پر پوشیدہ نہین ہے اور اسی
قبیل سے ہے جب اپنا نفس منادیٰ ہو جیسے بقا کے شعر مین ؎ دیکھ آئینہ جو کہتا ہے
کہ اللہ رے مین ٭ اس کا مین چاہنے والا ہون بقا واہ رے مین ٭ آبے ایسے کے
حق مین کہتے ہین جو خوار اور ذلیل ہو جیسے ابے پاجی کیا کرتا ہے ؎ ادہر آبے ابے
او چاک گریبان والے ٭ اجی بزرگ اور معظم کے حق مین استعمال کرتے ہین۔ جیسے

اجی حضرت یہان تشریف لایئے۔ الف ندا کو اہل فارس کی اتباع سے الفاظ فارسی مین ہی لاتے ہین جیسے پرور دگارا۔ خدایا۔ دلا۔ اور کبھی صیغہ ندا کو غیر ندا مین بھی استعمال کرتے ہین مثل اشتعالک و تحریص کے چنانچہ ایک شخص دوسرے سے اپنی مظلومیۃ کا حال بیان کر رہا ہو اُسوقت سامع کہے کہ او مظلوم۔ پس یہان ندا سے مظلوم کا متوجہ کرنا منظور نہین ہے اسواسطے کہ وہ خود متوجہ ہے بلکہ اس لفظ سے یہ غرض ہے کہ اظہار مظلومیۃ اور شکایت کی طرف اس کو رغبت زیادہ ہو۔ اسی قبیل سے ہے لفظ شہید کا اس شعر مین ؎ زبانِ خنجرِ قاتل نے کیا کہا تجھ سے ؂ دلِ شہید بڑا چپ ہے کیون جواب تو دے یعنی اے دل شہید اظہار مظلومیۃ کر۔ و مثل اظہار حسرت و مصیبت و حیرت کے جسوقت کہ منادیٰ آسمان یا زمانہ یا شب و روز یا غم یا مثل اُسکے ہوتے ہین ذوق ؎ نالہ اس شور سے کیون میرا دُہائی دیتا ؂ اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا ؂ یہان فلک کو ندا کرنیسے اُسکا متوجہ کرنا منظور نہین ہے بلکہ بیان درد فرقت ہے مصحفی ؎ رہیو شاہد تو اے شب ہجر ؂ لگتی نہین آنکھ مصحفی کی ؂ ذوق ؎ اے غم مجھے تمام شب ہجر مین نہ کھا ؂ رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے ؂ جاننا چاہیئے کہ کبھی خبر کو بجاے انشاء کے استعمال کرتے ہین مثلاً اُسوقت کہ صیغہ امر کا باعتبار وجاہت مخاطب کے مناسب نہو مثلاً کوئی نوکر اپنے آقا سے کہے کہ آپ یہان آوینگے بجاے یہان آیئے گا۔ اس جگہ متکلم صورت امر سے احتراز کرتا ہے گو حقیقت مین بطریق التجا کے ہے یا اُسوقت کہ متکلم مخاطب کو مطلوب کے لیے تحریص و ترغیب کرتا ہو مثلاً یون کہے کہ (آپ کل آوینگے) بجاے کل آیئے گا کے یعنی متکلم مخاطب کے آنے کو بصیغہ خبر ذکر کرتا ہے تاکہ مخاطب کو آنا ضرور ہو جاوے اس خیال سے کہ اگر مین نجاؤنگا تو میرے دوست کی

خبر جھوٹی ہو جاویگی **فائدہ** جو حالات ابواب خمسہ سابقہ مین درباب خبر مذکور ہوئے
اُن مین سے اکثر حالات انشا مین بھی جاری ہو سکتے ہین مثلاً کلام انشائی یا مؤکد
ہوگا یا غیر مؤکد اور مسند الیہ اس مین محذوف ہوگا یا مذکور و علے ہذا القیاس۔ طالب
کو چاہیئے کہ اُن حالات خبری کو انشا مین بھی جاری کرلے۔

فصل ہفتم فصل اور وصل کے بیان مین

عطف ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر وصل کہلاتا ہے اور ترک عطف کو فصل کہتے ہین
جب ایک جملہ دوسرے جملہ کے بعد آوے تو جملہ اول سے واسطے کوئی محل اعراب کا
ہوگا یعنے وہ مبتدا یا خبر یا صفت یا حال یا صلہ یا جزاء شرط یا مثل اسکے ہوگا یا
نہین ہوگا پس اگر محل اعراب کا ہو اور جملہ ثانیہ کو جملہ اولے کے حکم مین شریک کرنا
منظور ہو یعنی جیسا کہ جملہ اول مثلاً خبر یا مبتدا یا حال یا صفت وغیرہ ہے ویسا ہی جملہ دوم
کو کرنا چاہو تو جملۂ دوم کو جملۂ اول پر عطف کرین گے تاکہ عطف دونون جملون کو ایک
حکم مین شریک کردے اور یہ ہی حال مفرد مین ہوتا ہے کہ جب ایک مفرد کو دوسرے
مفرد کے حکم اعراب مین شریک کرنا منظور ہوتا ہے یعنے جیسا مثلاً اول فاعل یا مفعول یا
خبر وغیرہ ہو ویسا ہی دوسرے کو کرنا چاہین تو وہان عطف ایک کا دوسرے پر واجب ہو جاتا ہے
مثلاً یون کہینگے کہ آیا زید اور عمر اور مین نے مارا زید اور عمر کو۔ مگر یاد رہے کہ واؤ کے ذریعہ سے
عطف اُسوقت پسندیدہ ہوتا ہے جبکہ دونون جملون مین کوئی وجہ جامع ہو یعنی اُنمین کچھ
علاقہ اور مناسبت ہو مثلاً یون کہنا کہ (زید ناظم و ناثر ہے) اور (زید لینا ہے اور دیتا ہے)
اسواسطے کہ نظم اور نثر مین مناسبت ظاہر ہے اور لینے اور دینے مین نسبت تضاد ہے
یعنے ایک دوسرے کے خلاف اور مقابل ہے یہ بھی ایک وجہ جامع ہے اور یون کہنا

پسندیدہ نہین ہے کہ (زید کاتب ہے اور بخیل ہے) اور (زید ناظم ہی اور سخی ہے) کیونکہ یہان معطوف اور معطوف علیہ مین کوئی وجہ مناسبت کی نہین ہے۔ اور اگر دوسرے جملہ کو اول جملہ مین شریک کرنا منظور نہو تو دوسرے جملہ کو اول جملہ پر عطف نکرینگے کیونکہ عطف دونونکو ایک حکم مین شریک کر دیتا ہے اور یہ اس موقع پر منظور نہین ہی جیسے (زید کہتا ہی کہ کل مینہ برسے گا یہ قول قابل اعتبار نہین ہے) یہان اس جملہ کو کہ (یہ قول قابل اعتبار نہین ہے) جملہ اول پر عطف نہین کیا اس لیے کہ اگر عطف کیا جاتا تو کہتا ہے کا مفعول ہو جاتا۔ یعنے مقولہ زید کا سمجھا جاتا حالانکہ یہ اُس کا مقولہ نہین ہی مثال شعر ؎ لوگ مرنے کو بھی کہتے ہین وصال ٭ یہ اگر سچ ہے تو مر جائین گے ہم ٭ مصرعہ دوم کو اول پر عطف نہ کیا تاکہ کہتے ہین کا مفعول ہوکر لوگون کا مقولہ نہو جاوے کیونکہ یہ مقولہ شاعر کا ہے اور اگر جملہ اول کے واسطے کوئی محل اعراب کا نہو اور جملہ دوم کو جملہ اول کے ساتھ سوائے واؤ کے کسی اور حرف عطف کے ذریعہ سے مربوط کرنا منظور ہو تو یہ عطف بلا شرط وجہ جامع کے درست سمجھا جاویگا جیسے آیا زید پھر گیا عمرو اس صورت مین وجہ عدم اشتراط وجہ جامع کی یہ ہے کہ واؤ فقط شرکت کے واسطے آتا ہے پس واؤ مین درمیان معطوف و معطوف علیہ کے وجہ جامع کا ہونا ضرور ہے و الفاظ پھر و پس وغیرہ علاوہ شرکت کے مہلت و تعقیب کا فائدہ بخشتے ہین اسیلئے اُن کے عطف مین سر دست مہلت کا فائدہ حاصل ہوتا ہی گو وجہ جامع نہو اور اگر جملہ دوم کو جملہ اول کے ساتھ بذریعہ غیر واؤ مربوط کرنا منظور نہو پس اگر جملہ اول کے واسطے ایسا حکم ہو جس مین دوسرے جملہ کو شریک کرنا نہ چاہو تو فصل یعنے ترک عطف واجب ہے تاکہ عطف سے شرکت اُس حکم کی نہ سمجھی جاوے جیسا یون کہین کہ (آج اُستاد نے فرمایا کہ بے سمجھے پڑھنا مفید نہین ہوتا ہی واقعی یہ بات بالکل درست ہے)

یہاں واقعی سے آخر تک شاگرد کا قول ہے۔ پس اگر اُس کا بے سمجھے پر عطف کرتے تو مقولہ اُستاد کا ہو جاتا اور یہ خلاف مقصود ہی۔ مثال شعر درد علیہ الرحمۃ ؎ حیف کہتے ہین ہوا گلزار تاراج خزان ٭ آشنا وان اپنا بھی ایک سبزہ بیگانہ تھا ٭ یہان عطف آشنا کا جو مقولہ شاعر ہی ہوا پر نہ کیا تا کہ کہتے ہین کا مقولہ نہو جاوے۔ سودا ؎ تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین ٭ یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین ٭ یہ اگر سچ ہے کو جو مقولہ شاعر ہی جملہ سابقہ پر عطف نہ کیا تا کہ مقولہ کہنے والون کا نہو جاوے۔ اور جو ایسا نہو یعنی جملہ اول کے واسطے ایسا حکم نہو جس کو جملہ دوم کو دینا منظور نہو اور یہ دو صورتون کو شامل ہی ایک یہ کہ اول جملہ کے لیے حکم زائد مفہوم جملہ سے نہو اور دوم یہ کہ حکم زائد تو ہو لیکن اُسکو جملہ دوم کو دینا مطلوب ہو پس اُسکی چھہ صورتین ہین اول یہ کہ دونون جملونمین کمال انقطاع ہو اور درصورت ترک عطف خلاف مقصود کا بھی ایہام نہو۔ دوم یہ کہ دونون جملون مین کمال اتصال ہو۔ سیوم یہ کہ کمال انقطاع کے مشابہ ہو۔ چہارم یہ کہ کمال اتصال کے مشابہ ہو۔ پنجم یہ کہ کمال انقطاع ہو اور باوجود اس کے درصورت ترک عطف ایہام خلاف مقصود ہو۔ ششم یہ کہ درمیان کمال اتصال و کمال انقطاع کے متوسط ہو پس پنجم و ششم صورت مین عطف کرتے ہین اور چار صورتون اول مین عطف متروک ہوتا ہے اور وجہ اس قاعدہ کی یہ ہے کہ عطف یہ چاہتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ مین مناسبت ہو اور باینہمہ مغایرت بھی ہو پس درصورت کمال انقطاع و مشابہت کمال انقطاع کے مناسبت نہین پائی جاتی اور درصورت کمال اتصال و مشابہت کمال اتصال کے مغایرت نہین ہوتی (اسلیے ان چارون صورتون مین عطف متروک ہوتا ہے) اور پانچوین صورت مین بضرورت خوف ایہام عطف کیا جاتا ہی اور چھٹی صورت مین مناسبت و

مغایرت ہر دو شرط عطف بخوبی متحقق ہین۔ اب تفصیل اقسام ششگانہ سُننی چاہیئے۔ دو جملو نمین کمال انقطاع ایک تو اُس صورت مین ہوتا ہے کہ ایک جملہ تو لفظاً و معنےً خبر ہو اور دوسر الفظاً و معنےً انشا ہو جیسا اس شعر مین ؎ مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر میرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا ۔ یہان جملہ اول یعنے میرے لہو کو دامن سے دھو لفظاً و معنےً انشا ہے۔ اور جملہ دوم یعنے ہوا سو ہوا بہر دو وجہ خبر ہے اس لیے ایک کا دوسرے پر عطف نہ کیا گیا۔ اور دوسرے اُس صورت مین کہ ایک جملہ باعتبار معنے خبر ہو اور دوسرا باعتبار معنے انشا۔ اگرچہ لفظاً دونون خبر ہون جیسا اس شعر مین ؎ مین دشمنِ جان ڈھونڈھ کے اپنا جو نکالا ۔ سو حضرتِ دل سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ یہان سو حضرتِ دل سلمہ اللہ تعالےٰ لفظاً دونون خبر ہین اور جملہ دوم معنےً انشائیہ دعائیہ ہے اسلیے ایک کا دوسرے پر عطف نہ کیا گیا۔ اور تیسرے اُس صورت مین کہ دونون جملونمین کوئی وجہ جامع نہو جسکا بیان آگے آویگا۔ پس اگر یون کہین کہ زید کشیدہ قامت ہے اور عمرو سوتا ہے تو عطف درست نہوگا۔ کیونکہ کشیدگی قامت زید اور عمرو کے سوتے مین کچھ مناسبت نہین ہے۔ اور کمال اتصال دو جملون مین ایک تو اُس صورت مین ہوتا ہے کہ جملہ ثانی جملہ اول کی تاکید معنوی ہو واسطے دفع شبہہ مجاز یا احتمال غلط کے جیسا اس مصرعہ مین مصرع یہ منکر ہین بزرگون سے بلاشک ۔ جب یہ کہا کہ یہ منکر ہین بزرگون سے تو ہو سکتا ہے کہ سامع کو اس امر مین شک ہو کیونکہ بزرگون سے کون منکر ہوتا ہے پس واسطے دفعہ اس وہم کے لفظ بلاشک بطور تاکید معنوی لایا گیا یعنے اس امر مین شک نہین ہے۔ اور بسبب کمال اتصال کے عطف متروک ہوا۔ یا جیسے اس میر کے مصرعہ مین مصرع قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا ۔ یہان تینون جملے

ایک دوسرے کی تاکید معنوی ہین۔ کیونکہ خلاصہ سب کا ایک ہے یعنی کافر ہوگیا۔ یا جملہ دوم جملہ اول کی تاکید لفظی ہو جیسے مومن خان کا شعر ؎ نہ جاؤن گا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا۔ اگر نہ ہووے گا نقشہ تمہارے گھر کاسا ٭ یہان نہ جاؤنگا دوم تاکید ہے اول نہ جاؤنگا کی اس لیے اُن مین عطف نہ کیا گیا۔ اور دوسرے اُس صورت مین کہ جملہ دوم جملہ اول کا بدل واقع ہو اس سبب سے کہ جملہ اول بیان مقصود کیواسطے کافی نہین ہے اور موقع ایسا ہو کہ بیان مقصود کسی نکتے کے سبب سے قابل اہتمام ہو یا تو اسواسطے کہ مطلوب فی نفسہ مقصود ہے یا مطلوب عجیب یا لطیف یا خوفناک ہو اس لیے جملہ دوم کو جو بیان مطلوب کے لیے کافی ووافی ہے بطور بدل بعض یا بدل اشتمال جملہ اول کے لاتے ہین۔ مثال بدل بعض کی یہ شعر ؎ ہم نے کیا کیا نہ ترے عشق مین محبوب کیا ٭ صبر ایوب کیا گریۂ یعقوب کیا ٭ یہان مراد شاعر بیان رنج ومحن عشق ہے معشوق کے روبرو۔ جو عاشق کے حال زار سے غافل بلکہ اُسکی مصائب وصعوبات کا منکر ہے اور مقام تفصیل وبسط کا ہے اور جملہ اول یعنے مصرعہ اول بیان مطلوب مین بباعث اجمال غیر کافی ہے۔ اس لیے بذریعہ مصرعہ دوم جو جملہ دوم ہے اُسکی شرح کی گئی۔ اور چونکہ صبر ایوب اور گریۂ یعقوب جزوہی کیا کیا کا جو مصرعہ اول مین ہے پس جملہ دوم بدل بعض جملہ اول کا ہی۔ مثال بدل اشتمال نسیم کا شعر ؎ تھمنا نہین غصہ تھامنے سے ٭ چل دور ہو میرے سامنے سے ٭ اس لیے کہ مراد لفظ چل سے اظہار کراہت اقامت مخاطب ہے اور دور ہو میرے سامنے سے اس مطلب کے واسطے بمنزلہ شرح کے ہے۔ اور لفظ (دور ہو) کا غیر ہے (چل) کا اس لیے تاکید نہین ہوسکتی اور اُسمین داخل بھی نہین ہی اسلیئے بدل بعض بھی نہین ہوسکتا اور باا ینہمہ اُن دونون مین ایک مناسبت اور لزوم ہے

تو بدل اشتمال ہوا۔ اور ایسا ہی ہے یہ شعر مومن خان کا ؎ چل پرے ہٹ مجھے
نہ دکھلا منہ ٭ اے شب ہجر تیرا کالا منہ ٭ اور تیسرے اُس صورت مین کہ جملہ اول مجمل اور
شرح طلب ہو اور جملہ دوم اُس کا بیان کرتا ہو۔ ناسخ کا شعر ؎ کیا ہی دھوکا دیا
مسی کی اُداہٹ نے مجھے ٭ دہن یار کو مین غنچۂ سوسن سمجھا ٭ مصرعہ ثانی دہوکے
کی شرح کرتا ہے۔ جرأت ؎ چونک پڑا سنتے ہی آواز یار ٭ مین یہ ہی سمجھا کہ پکارا مجھے
مصرعہ ثانی مین چونک پڑنے کی وجہ کا بیان ہے **فائدہ** معلوم کرنا چاہیے کہ جیسا
درصورت کمال انقطاع عطف مین ایہام خلاف مقصود ہوسکتا ہے ایسا ہی در
صورت کمال اتصال بھی ایہام مذکور ہوسکتا ہے مثلاً کوئی کسی سے پوچھے (کیا تم
شراب پیتے ہو) وہ کہے (نہین چھوڑ دی) تو یہان شبہہ ہوسکتا ہے کہ نہین چھوڑنے
سے متعلق ہے ایسے موقع پر یہ ایہام یون رفع ہوسکتا ہے کہ جواب مین یون کہے کہ
نہین مین نے تو چھوڑ دی۔ یا قطعاً چھوڑ دی۔ یا ایک عرصہ سے چھوڑ دی پس
چونکہ یہ ایہام اسطرح سے رفع ہوسکتا تھا اسلیے عطف اختیار نہ کیا گیا۔ اور جملۂ دوم مثل
منقطع کے جملہ اول سے اُسجگہ ہوتا ہے جہان عطف جملہ دوم کا جملہ اول پر اس شبہہ مین ڈالتا ہو
کہ جملہ دوم کسی غیر مقصود پر معطوف ہے اور اس صورت کو مشابہ کمال انقطاع کے اس
سبب سے گنتے ہین کہ یہان مانع عطف موجود ہوتا ہے مگر چونکہ مانع عطف ایک امر خارجی
ہے مثل انشاء و خبر کے مانع ذاتی نہین ہے اس لیے اگر قرینہ قائم ہو تو وہ مانع عطف دفع
ہوسکتا ہے اس لیے اسکو کمال انقطاع مین شمار نہ کیا۔ اور اسطرح کے فصل یعنی ترک
عطف کو قطع کہتے ہین کیونکہ یہان دو جملون مین بسبب مناسبت کے اتصال تھا مگر بسبب ایک
امر مانع کے ایک کو دوسرے سے منقطع کرلیا ہے مثل اُسکے یہ شعر ہے ؎ تمنے یہ جان گئے

ہم تم کو بھول ؛ ہمنے یہ سمجھا کہ تم سمجھے غلط ؛ یہان دونون جملون مین مناسبت ظاہر ہے
کیونکہ جملہ اول مین مسند (جانا) ہے اور دوسرے مین (سمجھا) اور یہ دونون باعتبار معنے
کے متحد ہین اور جملہ اول مین مسند الیہ معشوق ہے اور دوم مین عاشق۔ پس بنظر اتحاد
مسند و مسند الیہ مناسب تھا کہ ہمنے کا تمنے پر عطف کیا جاتا لیکن اس صورت مین احتمال
تھا کہ سامع جملہ دوم یعنی ہمنے کا عطف گئے ہم پر سمجھے۔ پس جملہ دوم منجملہ خیالات
معشوق ہوجاوے گا حالانکہ وہ خیال عاشق ہے اس لیے عطف ترک کیا گیا۔ اور احتمال
ہے کہ جملہ دوم مستانفہ ہو یعنی جب شاعر نے مصرعہ اول پڑہا تو گویا مخاطب نے پوچھا کہ تم
ہمارے خیال کو کیا سمجھے اسکے جواب مین کہا گیا کہ ہم اسکو غلط سمجھے اور جملہ دوم مثل
متصل کے جملہ اول سے اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ جملہ دوم جواب اس سوال کا ہو جو جملہ
اول سے پیدا ہوتا ہو ایسی صورت مین جملہ اول کو بمنزلہ سوال سمجھا جاتا ہے اور جملہ
دوم کو اول پر عطف نہین کرتے جیسا کہ سوال و جواب کا حال ہوتا ہے ممنون کا شعر
؎ تفاوت قامت یار اور قیامت مین ہے کیا ممنون ؛ وہی فتنہ ہے لیکن یہان ذرا
سانچہ مین ڈھلتا ہے ؛ مصرعہ اول سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قامت یار اور
قیامت ایک ہی ہین۔ مصرعہ دوم اسکا جواب ہے۔ ایسے ترک عطف کو استیناف کہتے ہین
اور جملہ دوم کو بھی استیناف اور مستانفہ بولتے ہین۔ اب جانو کہ استیناف تین قسم کا ہوتا ہے
اسلیے کہ وہ سوال جو جملہ اول سے پیدا ہوتا ہے یا تو وہ حکم کے سبب عام سے سوال ہوتا ہے
جیسا اس شعر مین ؎ حال میرا پوچھتے ہو کیا بہت بیمار ہون ؛ مبتلائے عشق ہون اور
روز و شب بیدار ہون ؛ مصرعہ اول سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمہاری بیماری کا کیا
سبب ہے پس یہان سوال ہے سبب مطلق مرض سے اور یون نہین کہہ سکتے کہ سبب

خاص کا سوال ہو یعنی کیا تمہاری بیماری کا سبب عشق اور بیخوابی ہے کیونکہ یہ
امر خلاف دستور ہو اسلیے کہ قاعدہ یون ہے کہ جب کوئی کسی کو مریض بتلاتا ہے تو
اُس کا سببِ مرض پوچھا جاتا ہے یہ نہین کہتے کہ کیا اُسکے مرض کا سبب فلان
فلان ہو خصوصاً عشق و شب بیداری جو مرض کے اسباب مین سے نہایت بعید اور
نادر ہین اور ایسا ہی ہو حال اس شعر کا ؎ کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جسم ناتوانکی ؛
ہر رگ مین نیش غم ہو کہیے کہان کہان کی ؛ یا حکم کے سبب خاص کا سوال ہوتا ہے
جیسا ذوق کا شعر ؎ بیانِ دردِ محبت جو ہو تو کیونکر ہو ؛ زبان نہ دل کے لیے ہو
نہ دل زبان کے لیے ؛ مصرعہ اول سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ درد محبت کے بیان
مین کیا دشواری ہو اُسکا جواب مصرعہ دوم ہو یعنی درد کا ادراک دل کو ہے سو اُسکے
زبان نہین ہو جو بیان کرسکے اور زبان جو بیان کرسکتی ہے اُسکے دل نہین ہو جو درد
کا ادراک کرسکے۔ اور یا حکم کے سبب عام و خاص کے سوا کسی اور امر کا سوال ہوتا ہو
جیسا نسیم کا شعر ؎ پوچھا کہ کدہر کہا بہت دور ؛ بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور ؛ یعنی تاج الملوک
نے پریون سے پوچھا کہ بکاؤلی کہان مقید ہو اس سے سوال پیدا ہوا کہ پریون نے اسے
کیا جواب دیا مجیب کہتا ہے کہ پریون نے اُسکے جواب مین کہا کہ مقام بکاؤلی بہت
دور ہے اور یہ ہی حال مصرعہ دوم کا ہے اور اسی ترکیب کا ہے مصرعہ دوم اس
شعر نسیم کا ؎ پوشاک جو لینی ہو تو پہنچاؤ ؛ بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ ؛ اب سنو
کہ کبھی استیناف کیواسطے بعینہٖ اُس چیز کو اعادہ کرتے ہین جس سے استیناف منظور
ہوتا ہے جیسا یون کہین کہ (تو نے زید پر احسان کیا زید احسان ہی کا مستحق تھا)
یا (زید کو انعام دیا زید اسی قابل تھا) اور کبھی اسکی صفت پر بناے استیناف

ہوتی ہے جیسا (تو نے زید پر احسان کیا تیرا دوست قدیم اسیکا سزاوار تھا) اور کبھی استیناف کو حذف کر دیتے ہین جیسے مومن خان کے شعر مین ؎ ہم توڑتے تھے کہ جنت مین لگے کا کیا جی ، بارے کچھ اُشین تو فقشہ ترے گھر کا نکلا ؛ یہان سوال مقدر یہ ہے کہ جنت مین جی لگا یا نہین - جواب جی لگا کیونکہ اُس مین تیرے گھر کا نقشہ تھا - پس یہان یہ سوال وجواب دونون حذف کر دیے اور وجہ جواب اُنکی قائم مقام کیگئی یہ بیان تھا چارون صورتون فصل یعنی ترک عطف کا اب دونون صورتون وصل یعنی عطف کا بیان سنو ایک تو عطف اُس مقام پر لاتے ہین جہان ترک عطف مین خلاف مقصود کا شک ہوتا ہے مثلاً میزبان اپنے مہمان سے پوچھے کہ (یہان آپ کو کچھ تکلیف تو نہین ہے) اور مہمان اُسکے جواب مین کہے (نہین اور آپ کو خدا خوش رکھے) پس قول مہمان (نہین) یعنے کچھہ تکلیف نہین ہے جملہ خبریہ ہے (اور آپکو خدا خوش رکھے) جملہ انشائیہ دعائیہ ہے پس دونون جملون مین کمال انقطاع ہے اور باینہمہ عطف ہوا اسلیے کہ ترک عطف اس بات کا شبہہ ڈالتا ہے کہ مہمان میزبان کو کوستا ہے باوجودیکہ وہ دعا دیتا ہے اور اس قسم کے جملے زبان عرب مین بکثرت مستعمل ہین اردو مین تکلف سے خالی نہین ہین - دوسرا عطف اُس صورت مین ہوتا ہے کہ جسجگہ دونون جملے کمال انقطاع وکمال اتصال مین متوسط ہون مثلاً دونون جملے خبریہ ہون یا دونون انشائیہ ہون اور اُن دونون مین وجہ جامع بھی پائی جاوے مثال اول ذوق کا شعر ؎ تجھسے دیکھا سب کو اور تجھکو نہ دیکھا جون نگاہ ، تو رہا آنکھون مین اور آنکھونسے پنہان ہی رہا ، دونون مصرعون مین جملہ خبریہ کا عطف خبریہ پر ہے مثال دوم غالب کا شعر ؎ بندہ پرور کی کف دست کو دل کیجیئے فرض ، اور

اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے ۔ یہان دونون مصرعے جملہ انشائیہ ہین ایکدوسرے پر معطوف ۔ اور سابق یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ عطف انشائیہ کا خبریہ پر اور اس کا عکس بھی جائز نہین ہے ۔

بیان وجہ جامع کا ۔ دونون جملون مین عطف اُسوقت درست ہوگا جب اُنین باعتبار مسند الیہ و مسند کے مناسبت ہو یعنی ایک جملے کا مسند الیہ مناسب ہو دوسرے جملے کے مسند الیہ کے اور ایسا ہی مسند مناسب ہو مسند کے جیسا (زید شعر کہتا ہے اور نثر لکھتا ہے) کیونکہ نظم و نثر مین مناسبت ظاہر ہے (اور زید دیتا ہے اور لیتا ہے) پس ان دونون صورتون مین مسند الیہ ایک ہی اور مسند مناسب اور جبکہ مسند الیہ متغایر ہون تو اُنمین بھی مناسبت لازم ہے جیسا (زید شعر کہتا ہے اور عمرو نثر لکھتا ہے) یا (زید کشیدہ قامت ہے اور عمرو پست قد ہے) یہ جب کہین گے کہ زید اور عمرو مین مناسبت و علاقہ ہو مثلاً دونون بھائی ہون یا دوست یا دشمن ہون اور بغیر اس قسم کی مناسبت کے عطف ناجائز ہوگا اسلیے یہ کہنا نادرست ہی کہ (میری انگوٹھی بھی تنگ ہی اور موزہ بھی) باوجودیکہ دونون جملون مین مسند متحد ہی یعنے تنگ ہے ۔ اور وجہ عدم جواز یہ ہی کہ انگوٹھی اور موزہ مین مناسبت نہین ہی اور اسیطرح یہ قول جائز نہین ہے کہ (زید شاعر ہے اور عمرو کشیدہ قامت ہے) خواہ زید و عمرو مین مناسبت ہو یا نہو کیونکہ شاعر و کشیدہ قامت مین کچھ مناسبت نہین ہے ۔ جامع کی تین قسمین ہین ایک تو عقلی وہ ایک امر ہوتا ہے جسکے سبب سے عقل دو چیزون کو قوۂ متفکرہ مین جمع کرنا چاہتی ہے اور یہ تین طرح کا ہوتا ہی ایک تو یہ کہ دونون جملون مین مخبر عنہ یا مخبر یا کسی قید مین مثل صفت یا حال یا ظرف وغیرہ کے اتحاد ہو ۔ مخبر عنہ و مخبر کے اتحاد کی مثالین اوپر

گذری ہین۔ اور اتحاد صفتہ کی مثال جیسا (زید فاضل آیا اور عمر فاضل گیا) اور اتحاد حال کی مثال (زید دوڑتا آیا اور عمرو دوڑتا گیا) اور اتحاد ظرف کی مثال (زید بازار مین آیا اور عمرو بازار مین آیا) اور (زید شام کو آیا۔ اور عمرو شام کو آیا) دوسرے یہ کہ اجزاء مذکورہ مین تماثل ہو جیسا (زید ناظم ہے اور عمرو ناثر ہے) اسلیے کہ عقل مثلین کو تشخص خارجی سے جدا کرکے اُن سے معانی کلیہ سمجھتی ہے کیونکہ عقل مدرک کلیات ہے نہ مدرک جزئیات شخصیہ اور یہ امر علم الٰہیات مین تحقیق ہو چکا ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیئے کہ جیسا تماثل یعنی اتحاد نوعی جامع ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی تجانس و تشابہ یعنے اتحاد جنس و عرض بھی جامع ہو سکتا ہے مثلاً جس وقت اقسام حیوان کا بیان ہو تو کہتے ہین کہ آدمی ایسا ہے اور گھوڑا ایسا اور ہاتھی ایسا۔ یا جب افراد اسخیا کا بیان کرتے ہین تو کہتے ہین کہ زید سخی ایسا ہے اور عمرو سخی ایسا۔ اب یہان ایک اعتراض ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تماثل اتحاد نوعی کا نام ہے مثل اتحاد زید و عمرو کے انسانیت مین۔ پس جب تماثل جامع ہو سکتا ہے تو صحت اس قول کی کہ (زید ناثر ہے اور عمرو ناظم) اس امر پر موقوف نہونی چاہیئے کہ زید و عمرو مین سوائے نوعیۃ کے کوئی اور علاقہ مثل برادر داری یا دوستی یا دشمنی وغیرہ کے ہووے جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہان مراد تماثل سے مماثلۃ و مشارکۃ ان کے ایسے وصف مین ہے جو دونون کے ساتھ کسی قسم کی خصوصیت رکھتا ہو اور اس کی شرح تشبیہ کے بیان مین آوے گی۔ تیسرے یہ کہ اُن مین تضایف ہو یعنی ایک کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو جیسا علت و معلول کیونکہ علت کے یہ معنے ہین کہ اُس سے دوسری چیز صادر ہو۔ اور معلول اُسے کہتے ہین کہ وہ دوسری چیز سے صادر ہو مثلاً۔ وجود

آفتاب کا علت وجود سوز کی ہے اور سوز معلول ہے اور ایسا ہی اقل و اکثر متضایف
ہین۔ جامع کی دوسری قسم وہمی ہے اور وہ ایک امر ہے جسکے سبب سے وہم دو چیزون کو
قوۃ متفکرہ مین جمع کر لیتا ہے بخلاف عقل کے کہ وہ ان دونونکو الگ الگ گنتی ہے
اور یہ جمع کرنا یا تو اس سبب سے ہوتا ہے کہ اُن دونون کے تصور مین شبہہ تماثل ہوتا ہے
جیسے سفیدی اور زردی کہ وہم ان دونون کو مثل یکدگر سمجھتا ہے کیونکہ اُنمین غایت
خلاف نہین ہے۔ وہ سفیدی کو ایسی زردی جانتا ہے جسمین کسیقدر براقیۃ و صفائی
زیادہ ہے اور زردی کو ایسی سفیدی جانتا ہے جسمین کسیقدر کدورت زیادہ ہے
اور یہ صفائی اور کدورت سفیدی اور زردی کی ماہیت سے زائد ہین پس دونون
وہم مین ہم مثل ہوئے اور عقل دونون کو دو نوع متباین ایک جنس کے افراد شمار کرتی
ہے۔ اور یا اس سبب سے کہ دونون مین تضاد ہوتا ہے تضاد کے یہ معنی ہین کہ دو امر
وجودی ایک محل پر باری باری آسکتے ہون اور انمین غایت خلاف ہو مثل سیاہی
اور سفیدی کے یا شبہہ تضاد ہوتا ہے جیسے آسمان و زمین کہ وہ دونون وجودی ہین
ایک نہایت بلند اور ایک نہایت پست مگر وہ چونکہ اجسام ہین اور اعراض نہین
لہذا ایک محل پر پس یکدگر نہین آسکتے اسلیے وہ متضاد نہین ہین اور ایسا ہی
حال اول و دوم کا ہے کیونکہ اوّل اُسکو کہتے ہین جو غیر سے پہلے ہو اور اُس سے
غیر پہلے نہو۔ اور دوم اُسے کہتے ہین جس سے صرف ایک پہلے ہو اس لیے انمین
شبہہ تضاد ہے کیونکہ یہ ایسے اوصاف پر مشتمل ہین جن کا اجتماع ممکن نہین ہے
اور یہ متضاد نہین ہین مثل سیاہ و سفید کے کیونکہ انمین غایت خلاف نہین ہے اسلیے
کہ سوم و چہارم وغیرہ اول سے بہ نسبت دوم کے زیادہ مخالف ہین اور علاوہ اسکے اول

کے مفہوم مین عدم معتبر ہے یعنے اُس سے پہلے کوئی نہو پس وہ وجودی ہوا۔اب سنو کہ
تضاد اور شبہہ تضاد کو جامع وہمی اسواسطے مقرر کیا ہے کہ وہم اُن دونونکو بمنزلہ تضایف
خیال کرلیتا ہے کیونکہ اُن مین یہ بات پائی جاتی ہے کہ ایک اُنمین کا جب ذہن مین آتا ہے
تو دوون ہی دوسرا بھی ذہن مین آجاتا ہے اور یہ کام وہم کا ہے ورنہ عقل ایک کو بدون
دوسرے کے سمجھتی ہے اور تیسری قسم خیالی ہے وہ ایک امر ہے جسکے سبب سے خیال
دو چیزونکو قوۃ متفکرہ مین جمع کرلیتا ہے اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ اُن دونون کے تصور
عطف سے پہلے خیال مین باہم متقارب ہون اور سبب قرب کے مختلف ہوتے ہین اور اسی
سبب سے صور خیالیہ ترتیب اور وضوح مین متفاوت ہوتی ہین۔ہم دیکھتے ہین کہ ایک
شخص کے خیال مین بعض صورتین ایک دوسرے سے ہرگز علیحدہ نہین ہوتی ہین
اور دوسرے کے خیال مین بالکل مجتمع نہین ہوتین مثلاً قلمدان وکاغذ ومسطر وچاقو
کی صورتین کاتب کے ذہن مین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوتین اور قصاب کا ایسا
حال نہین ہے اور ایسے ہی ایک خیال سے ایک صورت بالکل نہین جاتی اور ہر وقت
رہتی ہے اور دوسرے کے خیال مین کبھی نہین آتی مثلاً زید کے محبوب کی صورت اُسکے
خیال سے جدا نہین ہوتی اور عمرو کے خیال مین کبھی نہین آتی۔علم معانی کے طالب کو
جامع کی شناخت کی سخت حاجت ہے کیونکہ مقصود اعظم اس فن کا پہچاننا مواقع فصل
اور وصل کا ہے اور یہ جامع کے جاننے پر موقوف ہے خصوصاً آگاہی جامع خیالی نہایت
ضروری ہے کیونکہ اُسکی بنا عادت وطبیعت پر ہے جو ایک دوسرے سے بشدت مختلف ہوتی
ہے مثلاً اس قول مین کہ (قد یار دیکھا اور قیامت یاد آئی) وجہ جامع قد یار اور قیامت
مین فتنہ انگیزی ہے اور یہ صرف ایک خیال شاعرانہ ہے پس شاعر مزاج آدمی کے

خیال ہین یہ دونون امر مناسب ہین اور اگر ایک عامی آدمی کے روبرو کہو تو وہ ہرگز نہین سمجھیگا۔ اب جانو کہ منجملہ محسّنات عطف ایک یہ ہی کہ دونون جملہ اسمیہ ہون یا دونون فعلیہ اور درصورت فعلیہ ہونیکے دونون افعال ماضی ہون یا دونون افعال مضارع مثلاً (زید کھڑا ہے اور عمرو بیٹھا ہے) یا (زید کھڑا ہوا اور عمرو بیٹھ گیا) اور اختلاف دونون جملونکا امور مذکورہ مین بسبب کسی مانع کے جائز سمجھا جاتا ہے مثلاً ایک جملہ مین ماضی کا ارادہ کرین اور دوسرے مین مضارع کا جیسا یون کہین کہ (زید آیا اور عمرو جاویگا) یا مثل اسکے ؀

فصل ہشتم ایجاز و اطناب و مساوات کے بیان مین

مساوات کے یہ معنے ہین کہ لفظ ٹھیک بمقدار اصل مراد ہو نہ اُس سے کم ہو نہ زیادہ اور ایجاز کے یہ معنی ہین کہ لفظ اصل مراد سے کم ہو مگر کافی ہو۔ اور اطناب یہ ہی کہ لفظ اصل مراد سے بلحاظ کسی فائدہ کے زائد ہو۔ اب معلوم کرو کہ ایجاز مین کافی کی قید اسواسطے لگائی ہی تاکہ اخلال سے احتراز حاصل ہو جاوے۔ اخلال اُسکو کہتے ہین کہ لفظ اصل مراد سے ناقص اور غیر کافی ہو جیسا کہ آتش کے اس شعر مین ؎ وہ دہن ہون نہ نکلا حرف غرور ؀ وہ زبان ہون نہ جس سے لاف ہوا ؀ مصرعہ اول مین (وہ دہن ہون) مبتدا ہی اور جملہ (نہ نکلا حرف غرور) خبر اور جملہ خبریہ مین ہونا ایسی ضمیر کا جو بطرف مبتدا عائد ہو ضرور ہی اور یہان ضمیر ندارد ہے۔ کلام درست یہ تھا وہ دہن ہون کہ نہ نکلا اُس سے حرف غرور۔ پس یہ کلام اصل مراد سے ناقص ہی اور اسی قسم کے ہین یہ دو شعر سودا ؎ پیچہ ہون خون دل اپنا تجھے گمان ساغر ؀ کہان ہے شیشہ مرے پاس ہے کہان ساغر ؀ یعنے تجھے گمان ہے کہ ساغر پیتا ہون۔ نسیم ؎ وہ نور کہ صدقے مہر انور ؀ وہ رخ کہ نہ ٹہیرے آنکھ جس پر ؀ یعنی وہ نور کہ جسکے صدقے مہر انور۔ اور اطناب کی تعریف

ہین تمہید (بلحاظ کسی فائدے کے) اسواسطے لگائی کہ ایک تو تطویل سے احتراز حاصل ہوجاوے اور تطویل کے یہ معنی ہین کہ لفظ اصل مراد سے بے کسی فائدہ کے زائد ہو مگر لفظ زائد متعین نہو جیسے الفاظ تاب و توان میر کے شعر مین ؎ سب گئے دل سے صبر تاب و توان ٭ لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا ٭ اور ایسے ہی الفاظ پیچ و خم سومن خان کے شعر مین ؎ کچھ کام نہین پیچ و خم زلف دوتا سے ٭ دکھایا کرے بل سیکڑون اپنے میری بلا سے ٭ اور دوم حشو مفسد سے کہ اسمین لفظ زائد متعین ہو جیسا ان شعر مین ؎ رنج و راحت کا اگر نہووے خوف ٭ پاے درویش آسمان پر ہو ٭ مطلب شعر یہ ہے کہ اگر رنج کا خوف نہوتا تو درویش کا دماغ فلک پر ہوتا بس لفظ راحت یہان زائد مفسد معنے ہے۔ سوم حشو غیر مفسد ہے جیسا لفظ گذشتہ کا اس مثال مین (پارسال گذشتہ یہ حادثہ واقع ہوا) مگر مقام تاکید مین یون کہنا کہ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا اور اپنے کانون سے سنا اور اپنے ہاتھ سے لکھا حشو مین داخل نہین ہے ہان بے حاجت تاکید البتہ حشو ہوگا۔ مثال مساوات غالب کا شعر ؎ ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا ٭ اور درویش کی صدا کیا ہے ٭ اور ایجاز کی دو قسمین ہین۔ ایک ایجاز قصر جسمین محذوف نہو جیسا یہ مصرع ع کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے ٭ اس مصرعہ کے الفاظ قلیل ہین اور معنی کثیر ہین کیونکہ یہ خلاصہ ہے ان دو جملون کا کر بھلا ہو بھلا اور کر برا ہو برا۔ علاوہ ازین اس مین سرعت وصول جزا اور سزا کا عالم باندھ دیا ہے جو ان دونون جملون سے حاصل نہ تھا۔ دوم ایجاز حذف جسمین کچھ محذوف ہو اور محذوف یا جزو جملہ کا ہوگا۔ مثل مسند الیہ یا مسند یا مفعول وغیرہ کے۔ اور انکی مثالین فصول سابقہ مین مذکور ہوچکی ہین اور اب بھی

چند مثالین لکھی جاتی ہین۔ مثال حذف مضاف الیہ مصرعہ ع کھاتی اعجاز سے ٹکر ہے زبانِ دہلی ؛ یعنے زبان اہل دہلی۔ مثال حذف مستثنے منہ غالب کا شعر ؎ ظاہر ہے کہ گھبراکے نہ بھاگین گے نکیرین ؛ ہان منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے یعنے کسی صورت مین نہ بھاگین گے مگر اس صورت مین کہ منہ سے شراب کی بو آئے مثال حذف خبر غالب۔ ؎ جلاد سے ڈرتے ہین نہ واعظ سے جھگڑتے ؛ ہم سمجھے ہوئے ہین اُسے جس بھیس مین وہ آئے ؛ یعنی نہ واعظ سے جھگڑتے ہین ایضاً لہ ؎ چشم دلال جنس رسوائی ؛ دل خریدار ذوق خواری ہے ؛ یعنے چشم دلال جنس رسوائی ہے مثال حذف مفعول کی ؎ نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہین زمانہ مین ؛ حریف رازِ محبت مگر در و دیوار ؛ یعنے نہ کہہ کسی سے رازِ محبت یا محذوف جملہ ہوگا غالب ؎ ہون کشمکش رنج مین ہان جذب محبت ؛ کچھ کہہ نہ سکون پر وہ مرے پوچھنے کو آئے ؛ یعنے اے جذب محبت یار کو کھینچ لا۔

فائدہ۔ ایجاز حذف کبھی ایسے موقع پر ہوتا ہے کہ کلمہ محذوف لائق اظہار نہو جیسے ذوق کے اس مصرعہ مین جو پہلے گذرچکا ع شیطان چلادیتا ہے سوتے سوتے ؛ اب جانو کہ حذف کی دو قسمین ہین ایک تو یہ کہ محذوف کے قائم مقام کوئی چیز نہ کیجاوے جیسا امثلہ سابقہ مین گذرا اور دوسری یہ کہ اُسکے مقام پر کوئی چیز قائم کردی جاوے جیسا غالب کے اس شعر مین ؎ نہین گر سر و برگِ ادراک معنی ؛ تماشای نیرنگ صورت مبارک ؛ یہان مصرعہ اول شرط ہے اور اُس کی جزا محذوف ہے یعنی کیا مضایقہ اور مصرعہ دوم وجہ جزا سے محذوف ہے خلاصہ یہ کہ اگر ہمکو سامان ادراک معنے نہین ہے تو کیا خوف و مضایقہ ہے کیونکہ ہم کو تماشای نیرنگ صورت مبارک رہے

اور یہ شعر ذوق کا بھی اسیطرح کا ہے ؎ سرو قامت سے اگر اُسکے ہو طوبے سرکش ؏ راست ہان راست ہی یہ کُل طویلٍ احمق ٭ یعنی قامتِ یار سے اگر طوبیٰ سرکشی کرے تو کیا عجب ہی کیونکہ ہر طویل احمق ہوتا ہے معلوم کرنا چاہیئے کہ دلائل حذف بہت ہین منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عقل حذف پر دلالت کرے۔ اور مقصود کلام تعیین محذوف پر جیسا اس شعر مین سودا کے ؎ یاد مین اُسکی گر عدو دیکھ لے اپنے باپ کو ؏ مان سے کہے تجھے حلال ایک ہی اور حرام دو ٭ خلاصہ شعر یہ ہے کہ ممدوح کی تلوار ایسی تیز و بُرّان ہی کہ اگر اُسکے تصور مین ممدوح کا عدو اپنے باپ کو دیکھ لے تو اُسکو ایک باپ کے دو باپ معلوم ہونے لگین اسلیے وہ اپنی مان سے کہنے لگے کہ تجھکو ایک حلال ہے اور دو حرام۔ اور ظاہر ہے کہ حلال و حرام افعال کی صفت ہین نہ اجسام کی اور شعر مین تعلق حرمت کا اجسام کے ساتھ کیا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ یہان کچھ محذوف ہے ورنہ کلام درست نہوگا۔ اور چونکہ مقصود حلال و حرام ہونے کسی مرد سے کسی عورت پر حلّت و حرمت نکاح کی ہوتی ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ قصد دشمن کا اس کلام سے یہ ہی کہ تجھے نکاح ایک کا حلال ہی اور دو کا حرام۔ اور اسی قبیل سے ہے یہ اس کا مصرعہ مصرع اک مسخرے یہ کہتے ہین کوا حلال ہی ٭ یعنی کوا کھانا حلال ہی اور منجملہ اُن کے ایک یہ کہ صرف عقل ہی حذف اور تعین محذوف پر دلالت کرے جیسا یون کہین کہ ہمنے تیر انداز شیر دیکھا۔ یہان ظاہر ہے کہ شیر جو ایک حیوان درندہ کا نام ہی تیر انداز نہین ہوتا۔ پس عقلاً معلوم ہوتا ہے کہ یہان کچھ حذف ہی اور یہ مراد ہے کہ ایک مرد بہادر مثل شیر تیر انداز دیکھا۔ اور منجملہ اُسکے کسی کام کو شروع کرنا ہی کہ اس سے کبھی تعینِ محذوف ہو جاتا ہے مثل بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اگر یہ کلام پڑھنے کیوقت بولین

تو مراد یہ ہوگی کہ اللہ کے نام پر پڑھنا شروع کرتا ہون۔ اور کھاتے وقت کہا وے تو یہ مطلب نکلا کہ اُس کے نام کھانا شروع کرتا ہون۔ اور منجملہ اُن کے اقتران ہے یعنی کوئی کلمہ یا کلام کسی تقریب کے متصل بولا جاوے کہ اُس سے محذوف مقرر معلوم ہوجاتا ہی مثلاً کلمہ "مبارک" کا جس تقریب یا شادی مین بولا جاوے گا تو مراد یہ ہوگی کہ یہ تقریب مبارک ہو مثلاً نسیم کے اس شعر مین جو تاج الملوک کے بیاہ کے بیان مین لکھا ہے ؎ حق پا کے جو رکھتی تھین قدامت ٭ بولی اُٹھین مبارک وسلامت ٭ یعنی یہ بیاہ مبارک ہو اور دولہا دلہن سلامت رہین۔ اطناب یا تو اسطرح ہوتا ہے کہ اولاً ایک مطلب کو مبہم ذکر کرتے ہین اور بعد اُسکے توضیح کیجاتی ہے تاکہ ایک مطلب کو دو صورتون مختلف مین بیان کرین ایک مبہم اور دوسری مشرح اس قصد سے کہ دو علم ایک علم سے بہتر ہوتے ہین۔ یا اس غرض سے کہ معنی مذکور خوب ذہن مین استحکام پکڑلین۔ کیونکہ تفصیل بعد اجمال کے طبیعت مین جم جاتی ہے۔ یا بغرض تکمیل لذت علم کے اسلیے کہ حصول ایک شے کا بعد طلب کے لذیذ ہوتا ہے جیسا یون کہین (کیا اچھا آدمی ہے زید) جب اولاً مجملاً کہا کہ کیا اچھا آدمی ہی تو سامع کو انتظار اس امر کا ہوا کہ وہ کون ہے جب کہا زید یعنے وہ زید ہے تو اس صورت مین فائدہ مذکورہ بالا بے شک حاصل ہوگا اسی قبیل سے ہے یہ شعر حضرت غالب کا ؎ "تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد ٭ سینہ کہ تھا دفینہ گہر ہاے راز کا ٭ ایضاً مومن خان ؎ یہ ہے خالی تو وہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے ٭ کاسۂ عمر وعدو حلقۂ آغوش ہوا ٭ فقیر محمد خان گویا ؎ اُس سے طوفان اُٹھا اس نے گرائی بجلی ٭ چشم نے آہ شرربار نے سونے نہ دیا ٭ اور اسی قسم کے اطناب مین توشیع بھی داخل ہے اور اُس کے یہ معنی ہین کہ اول کلام مین ایک

معدود ذکر کرکے اخیر مین اُسکی تفسیر لادین ۔ جیسا اس شعر کے دوسرے مصرعہ مین
؎ مجھ مین ایک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہون مین ٭ تم مین دو وصف ہین بدخو بھی
ہو خود کام بھی ہو ٭ اول ایک معدود یعنی (دو وصف ہین) لایا اور بعد ازان
اُسکی تفسیر کی کہ وہ دو وصف یہ ہین کہ بدخو ہو اور خود کام ہو ایسا ہی ہے یہ شعر
شہیدی کا ؎ آٹھ بوسون پر ہین نوکر اُس بتِ طناز کے ٭ شام کے دو صبح
کے دو روز کے دو شب کے دو ٭ اور کبھی اطناب اسطرح ہوتا ہے کہ خاص کو بعد
عام کے ذکر کرتے ہین بہ نظر اظہار فضیلت خاص کے مثلاً حاکم کہے کہ تمام باشندگان
شہر کو حاضر کرو اور زید کو بھی) جبکہ زید سر دفتر شہر ہو ۔ اور کبھی ایک کلمہ کو مکرر لاتے
ہین بخیال کسی نکتہ کے مثل تاکید کے جیسا لفظ اچھا اس شعر مین ؎ اچھا جو خفا
ہوتے ہو تم اے صنم اچھا ٭ لو ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا ٭ اور کبھی بذریعہ
ایغال کے یعنی آخر کلام مین بجہت کسی نکتہ کے ایسے الفاظ لادیتے ہین کہ اصل معنی بے
اُن کے تمام ہوجاوین اور وہ نکتہ یا تو مبالغہ ہوتا ہے جیسا غالب کے شعر مین ؎ نالہ جاتا
تھا پرے عرش کے میرا اور اب ٭ لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے ٭ یہان
اصل مطلب شعر لب تک آتا ہے پر ختم ہے مگر الفاظ (جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے) بقصد
مبالغہ آخر کلام مین زیادہ کردیے ہین ۔ یا وہ نکتہ تحقیق تشبیہ ہوتا ہے ۔ جیسا ظفر کے
شعر مین ؎ چشم سے ہر مژہ پہ یون جلوہ نما ہین اشک خون ٭ جیسے چراغ رکھدیے
ہون لب جو الگ الگ ٭ اشکہائے خون کو جو ہر مژہ پر نمایان ہین چراغہائے لب جو
کے ساتھ تشبیہ دی ہے ۔ اور الفاظ الگ الگ واسطے تحقیق تشبیہ مذکور کے لائے گئے
ہین کیونکہ چراغ لب جو جو الگ الگ رکھے ہون تو اشکون کے ساتھ جو ہر مژہ

پر جدا جدا جلوہ نما ہین نہایت مشابہ ہونگے۔ اور کبھی اطناب بذریعہ تذئیل ہوتا ہی
یعنے اول ایک جملہ لاتے ہین اور بعد اُسکے دوسرا جملہ جو اول کے معنے پر مشتمل ہو بقصد
تاکید ذکر کرتے ہین اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ جملہ دوم بطور ضرب مثل نہو
اور دوم یہ کہ بطور ضرب مثل ہو مثال اول کی شعر نسیم کا ؎ یارب میرے خامہ کو زبان
دے ؛ منقار ہزار داستان دے ؛ مصرعہ دوم اول کی تاکید ہے۔ مثال دوم اُسیکا
شعر ؎ واجب ہے ادائے حق مہمان ؛ احسان کی جزا نہین جز احسان ؛ مصرعہ
دوم تاکید مصرعہ اول کی ہے بطور ضرب مثل کے۔ اور کبھی بطور تکمیل کے۔ اور وہ
یہ ہی کہ اول کلام مین جو شبہہ ہوتا ہو اُس کو دوم کلام سے دفع کردین مثل شعر ذوق
؎ مثال خضر تو اے رہنمائے ملت ودین ؛ جہان مین پیر ہو پر ہو کرامتون سے پیر ؛
پیر ہونا ضعف وناتوانی کو چاہتا ہے۔ اور یہ دعا ممدوح کے حق مین بہتر نہین ہی
لہذا شاعر نے یہ شبہہ اس طرح دفع کیا کہ میری مراد پیر سے پیر کرامتی ہے۔ اور ایسا ہی
اُس کے اس مصرعہ مین ؎ کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دین کو توقیر ؛ جب یہ کہا کہ
تجھ سے زیب ہے دنیا کو تو اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ ممدوح کو دین سے کچھ علاقہ نہین ہی
اور یہ بڑا عیب ہی۔ اُس شبہہ کو اس لفظ سے دور کردیا کہ دین کو توقیر یعنے جیسا تو
باعث زیب دنیا ہے ویسا ہی سبب توقیر دین ہے اور کبھی بذریعہ تتمیم کے اور وہ یہ ہی
کہ کسی کلام مین جو شبہہ خلاف مقصود سے خالی ہو کسیقدر الفاظ زیادہ کردین کسی غرض
کے واسطے مثل مبالغہ کے چنانچہ غالب کے اس شعر مین ؎ جو عقدہ دشوار کہ کوشش سے
نہ وا ہو ؛ تو وا کرے اُس عقدہ کو سو بھی باشارت ؛ یہ الفاظ (سو بھی باشارت)
واسطے مبالغۂ عقدہ کشائی ممدوح کے لائے گئے ہین۔ اور کبھی اطناب بذریعہ

جملہ معترضہ کے ہوتا ہے۔ یعنے درمیان کلام کے ایک یا کئی جملے معترضے لاتے ہین
سوائے دفع ابہام کے کسی اور نکتہ کے لیے مثل توصیف و تقدیس کے جیسا
یون کہین کہ (خداے عزوجل رزاق عالم ہے) یہان عزوجل جملہ معترضہ ہے۔ جو
واسطے تقدیس و تنزیہ کے بڑھایا گیا ہے۔ یا دعا کے جیسا ع ہوگیا تھا گرچہ
مین مشغول غیر ٭ پھر وہی یاد آگیا یادش بخیر ٭ جملہ یادش بخیر دعائیہ ہے۔ یا کسی
اور نکتہ کے جیسا غالب کے شعر مین ع خامہ میرا کہ ہے وہ باربُد بزم سخن ٭ شاہ
کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہے ٭ جملہ کہ (ہے وہ باربُد بزم سخن) جملہ معترضہ ہے
واسطے بیان وصف خامہ کے **فائدہ**۔ کبھی کلام کا ایجاز و اطناب باعتبار کثرت
و قلت حروف کے ہوتا ہی بہ نسبت دوسرے کلام کے جو اداے اصل مطلب مین
اُسکا مساوی ہو مثلاً یہ دونون شعر ذیل ہم مضمون ہین مگر اول شعر مین دوم
سے حروف زیادہ ہین پس اول مین بہ نسبت دوم کے اطناب ہی شعر اول ناسخ
کا ع کب پہونچ سکتا ہے ہم سے ناتوانون کا غبار ٭ تیز جاتی ہے بہت اُنکی
سواری ان دنون ٭ شعر دوم سودا کا ع دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا ٭
پہونچے کب اُسکو ہاتھ ہمارے غبار کا ٭ یا جیسا ان دو اشعار مین ناسخ ع
شکل نظر نہین پڑی آیا نہین پیام بھی ٭ عمر ہوئی کہ ایک سی حالت چشم و گوش ہے
غالب ع نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال ٭ مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے ٭
ظاہر ہے کہ شعر اول مین بہ نسبت شعر دوم کے اطناب ہے۔ فقط

حصہ اول تمام شد

حصۂ دوم

علم بیان میں

علم بیان چند قواعد کا نام ہے کہ انکی مدد سے ایک معنی کو ایسی مختلف عبارتوں مین ذکر سکتے ہین کہ ایک بہ نسبت دوسرے کے وضاحت مین مختلف ہو یعنی ایک عبارت معنی مقصود پر صاف و بے تامل دلالت کرے اور دوسری بتامل و فکر اب فوائد قیود و تعریف سنو۔ معنی کو ایک کے ساتھ اس واسطے مقید کیا ہے کہ اگر کوئی شخص چند معانی کو چند عبارات مین جو ایک دوسرے سے وضوح دلالت مین مختلف ہون ذکر کرے تو یہ کام علم بیان کا نہین ہے۔ اور معنی سے مراد کوئی خاص معنی نہین ہین بلکہ مطلب ہے کہ جس معنی کو چاہین اسطرح سے بیان کرسکین پس اگر کوئی شخص مثلاً صرف زید کے سخی ہونیکو عبارات مختلفہ مین ادا کرسکے تو وہ علم بیان کا عالم نہین کہلاویگا اور دلالت مین اختلاف وضاحت کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک معنی کو عبارات مختلفہ مین ادا کرے مگر ہر عبارت سے وہ معنی یکسان واضح ہوتے ہون تو یہ امر علم بیان مین داخل نہین ہے مثلاً شیر کو الفاظ مترادفہ سے تعبیر کرے جیسے لیث۔ اسد۔ غضنفر۔ حارث وغیرہ۔ آب چونکہ تعریف مین دلالت کا ذکر ہے اسلیے اسکا بیان بھی لکھا جاتا ہے۔ دلالت کے یہ معنی ہین کہ ایک چیز کے معلوم کرنیسے دوسری چیز معلوم ہوجاوے مثلاً اگر ہم جان لین کہ کسی جگہ دھوان ہے تو جانینگے کہ وہان آگ ہے یعنی دھوان دلالت کرتا ہے آگ کے ہونے پر۔ جو دلالت کرتا ہے مثلاً دھوان اُسے

دال کہتے ہین اور جسپر دلالت کرتا ہے مثلاً آگ اسکو مدلول کہتے ہین۔ دلالت دو قسم کی ہے ایک لفظی دوسری غیر لفظی یعنے اگر دلالت کرنیوالا لفظ ہو تو دلالت لفظی کہلاویگی جیسے دلالت لفظ زید کی اپنے معنے پر اور جو لفظ نہو تو اُسے غیر لفظی بولتے ہین جیسے دلالت دہوئین کی آگ پر۔ اور دلالت لفظی اور غیر لفظی کی تین قسمین ہین ایک وضعی جسمین وضع واضع کو دخل ہو مثلاً لفظ شیر ایک جانور درندہ مشہور کیواسطے مقرر کیا گیا ہے۔ دوسرے طبعی کہ تقاضا طبعیت سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے سینے کے درد والا اُح اُح کہتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے سینہ مین درد ہے پس طبعیت بولنے والے کی درد کیوقت خواہ نخواہ یہ چاہتی ہے کہ یہ لفظ اُسکی زبان سے نکلے تیسرے عقلی کہ دلالت محض بتقاضاء عقل ہو نہ بواسطہ وضع وطبع کے جیسے کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہو کر ایک مہمل لفظ مثلاً دیز کہے تو عقلاً معلوم ہوجاتا ہے کہ پس دیوار کوئی بولنے والا ہے۔ یہ تینون مثالین دلالت لفظی کی ہین۔ اب دلالت غیر لفظی کی مثالین سنو مثال دلالت غیر لفظی وضعی کی جیسے نقوش جو الفاظ پر دلالت کرتے ہین اور سنگہاے لب سڑک کہ جو میلون پر دلالت کرتے ہین اور اشارات بھی اپنے اپنے معانی پر دلالت کرتے ہین مثلاً ایک خاص طرح سے سر ہلانا انکار پر اور ہونٹون پر انگشت مارنا خاموش کرنے پر وعلی ہذا القیاس دلالت غیر لفظی طبعی کی مثال جیسے تیزی نبض تپ پر دلالت کرتی ہے۔ دلالت غیر لفظی عقلی جیسے دہوان آگ پر دلالت کرتا ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ علم بیان مین مقصود صرف دلالت لفظی وضعی ہے کیونکہ عقول وطبائع مین اختلاف بیشمار ہے اس لیے دلالت عقلی وطبعی کا ضبط نہین ہوسکتا ہے اور حال لفظی وضعی کا یہ ہے کہ جو شخص اُس وضع سے واقف ہے جب وہ لفظ سُنے گا اُسکے معنی سمجھ لیگا کیونکہ اگر وضع سے آگاہ نہوگا تو وہ معنی نہین سمجھ سکتا۔ اس دلالت کی تین قسمین ہین۔ ایک دلالت مطابقی اُسکے یہ معنی ہین کہ لفظ جس شی کیواسطے وضع ہوا ہے اُس تمام شے پر دلالت کرے

مثلاً انسان بولین اور حیوان ناطق مراد لین اُسکو مطابقی اسواسطے کہتے ہین کہ یہان لفظ اور معنی باہم مطابق ہو گئے ہین۔ دوسرے تضمنی اُسکے یہ معنی ہین کہ لفظ جس شئے کیواسطے وضع ہوا ہے اُس کے کل پر دلالت نکرے بلکہ اُسکے جزو پر مثلاً انسان بولین اور صرف حیوان مراد لین نہ حیوان ناطق جو اُسکے کل معنی ہین۔ اُسکو تضمنی اسواسطے کہتے ہین کہ معنی مراد ضمن مین کل معنی موضوع لہ کے ہین یعنی اُسکا جزو ہین۔ تیسرے التزامی اُسکے یہ معنے ہین کہ لفظ نہ اُس شئے پر دلالت کرے جسکے واسطے بنایا گیا ہے اور نہ اُس کے جزو پر بلکہ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اُسکی ذات سے خارج ہین اور اُسکو لازم ہین مثلاً انسان بولین اور ہنسنے والا مراد لین۔ یہان ہنسا اُسکی ذات سے خارج ہے اور یہ بھی اُسکو لازم ہے کیونکہ جو انسان ہے وہ بیشک ہنس سکتا ہے۔ اُسکو التزامی اسواسطے کہتے ہین کہ یہان لفظ اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو اُسکے معنی مطابقی کو لازم ہے۔ یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے منطقیونکی اصطلاح ہے اور علم بیان والونکی اصطلاح مین دلالت مطابقی کو وضعیہ کہتے ہین کیونکہ واضع نے لفظ کو اُسکے تمام معنی پر دلالت کرنے کیواسطے وضع کیا ہے۔ اور دلالت تضمنی اور التزامی کو عقلیہ کہتے ہین تضمنی کو تو اسواسطے کہ عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کل ذہن مین حاصل ہوگا تو جزو بھی حاصل ہوگا۔ اور التزامی کو اسواسطے کہ یہ بھی عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک شئے ذہن مین آویگی تو اُس کا لازم بھی آویگا۔ اب سنو کہ ایک معنی کو ایسے چند طریق سے ادا کرنا کہ بعض اُن مین زیادہ واضح ہون اور بعض کم دلالت مطابقی مین متصور نہین ہے اسلیے کہ الفاظ اپنے معنی پر دلالت مطابقی ایک طرحسے کرتے ہین یہ نہین ہوتا کہ بعض کی دلالت اُن مین سے ظاہر ہو اور بعض کی غیر ظاہر اور یہ اُس صورت مین ہے کہ سامع یہ جانتا ہو کہ یہ الفاظ اُن معانی کیلیے موضوع ہین اور اگر یہ نہ جانتا ہوگا تو الفاظ مطلقاً دلالت ہی نہین کرینگے مثلاً جب کہین کہ

اُسکا رخسار گلاب کی مانند ہو پس اگر سامع معانی رخسار و گلاب و مانند اور ہیئت ترکیبیہ سے واقف ہوگا تو ممکن نہین ہو کہ کوئی اور کلام اس معنی مین بطور دلالت مطابقی اُسکے نزدیک واضح تر ہو کیونکہ جسوقت ہم ان سب الفاظ کے قائم مقام اور الفاظ ہم معنی اُنکے لاوین مثلاً بجاے رخسار کے خد اور بجای گلاب کے ورد اور بجاے مانند کے مشابہ پس اگر سننے والا ان لفظون کے معانی جانتا ہوگا تو جیسا اُسنے معنی کلام اول سمجھے تھے ویسا ہی کلام دوم کو بھی سمجھیگا الحاصل ان دونون کلامون مین اُسکے نزدیک وضوح و خفا مین سرمو فرق نہوگا یہان ایک اعتراض ہوسکتا ہے وہ یہ ہو کہ ہم یہ نہین مانتے کہ در صورت آگاہی معانی الفاظ کے تمام الفاظ اپنے معانی پر برابر دلالت کرتے ہین۔ بلکہ ہوسکتا ہو کہ بعض الفاظ کے معانی ادنے التفات سے یاد آجاوین بسبب کثرت استعمال کے یا اس جہت سے کہ اُنکو سُنے ہوئے تھوڑا عرصہ گذرا ہے اور بعض الفاظ خیال مین اسطرح ہون کہ اُنکے معانی بہت تامل و توجہ کے بعد ذہن مین حاضر ہووین باوجودیکہ الفاظ مترادف ہون اور اُنکی وضع کا علم بھی ہو۔ جواب اسکا یہ ہو کہ وضوح و خفا مین اختلاف ہونیسے یہ مراد ہو کہ تفاوت نفس دلالت مین پایا جاوے اور مثال سابق مین تفاوت بسبب یاد نہ آنے وضع کے ہی اور جبکہ یہ بات یاد آجاویگی کہ یہ لفظ فلان معنی کیلیئے موضوع ہی تو سمجھنا معانی کا ضرور ہوگا۔ الحاصل تمام الفاظ اپنے معانی پر دلالت مطابقی یکسان و برابر کرتے ہین اُنمین کچھ اختلاف نہین ہوتا ہان یہ اختلاف وضوح و خفا دلالت التزامی اور تضمنی مین ہوسکتا ہے کیونکہ مراتب لزوم کے وضوح مین مختلف ہوسکتے ہین تفصیل اُسکی یہ ہو کہ دلالت تضمنی مین اجزا کو کل کے ساتھ لزوم ہوتا ہی اور التزامی مین لازم کو ملزوم کے ساتھ پس یہ اختلاف وضوح دلالت التزامی مین تو ظاہر ہے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ ایک شے کے لوازم متعدد ہون اور بعض اُس سے قریب ہون اور بعض بعید اور

اس لیے بعض بہ سبب قلت وسائط کے واضح تر ہون اور بعض بہ سبب کثرت واسطون کے
واضح مثلاً زید کے سخی ہونیکو تین امور لازم ہین ایک کثیر الرما دیعنی بہت راکھ والا ہونا۔ دوسرے
مہزول الفصیل یعنی اُسکی اونٹنیون کے بچونکا دُبلا ہونا تیسرے جبان الکلب یعنی اُس کے
کتون کا نامرد ہونا۔ یہ تینون لوازم ایسے ہین کہ اُنسے زید کی سخاوت چند واسطون سے
ظاہر ہوتی ہی مگر اول مین دوسرے سے اور دوسرے مین تیسرے سے واسطے زیادہ ہین
پس جبکہ زید کی سخاوت ان تینون عبارات کے ذریعہ سے بیان کیجاوے تو اول کی دلالت
واضح ہوگی۔ اور دوم کی واضح۔ اور سوم کی کم واضح۔ اب تفصیل وسائط سُنیئے۔ کوئی شخص
کثیر الرما دیعنی بہت راکھ والا جب ہوگا کہ اُسکے ایندھن زیادہ جلے اور ایندھن زیادہ جلنا
زیادہ پکنے کو چاہتا ہی۔ اور زیادہ پکنا کثرت مہمانون کو چاہتا ہے اور کثرت مہمانون کی
سخاوت کو چاہتی ہی۔ پس یہان معنی مقصود یعنی سخاوت تین واسطونسے سمجھی جاتی ہی
اور مہزول الفصیل یعنی اونٹنی کے دُبلے بچون والا جب ہوگا کہ بچے اپنی مان سے جُدا
رہین اور بچے نکے جُدا رہنے سے معلوم ہوتا ہی کہ رسد وخوراک باہر سے بہت آتی ہی اور کثرت
سامان خوراک کثرت صرف طعام پر دلالت کرتی ہی اور کثرت صرف طعام کثرت مہمانون پر اور
کثرت مہمانون کی سخاوت پر۔ پس یہان سخاوت چار واسطون سے سمجھی جاتی ہی۔ اور جبان الکلب
یعنے وہ شخص جسکے کتے نامرد ہون یہ جب ہوتا ہی کہ اُسکے کُتے باوجود مار کھانے کے اوروں کو کاٹین
نہ جاوین اور یہ بات جب ہوتی ہی کہ کتون کو اُستخوان بہت ملتے ہون اور اُستخوان کا بہت ملنا
کثرت گوشت پر دلالت کرتا ہی اور کثرت گوشت کثرت پخت پر اور کثرت پخت کثرت
مہمانون پر اور کثرت مہمانونکی سخاوت پر۔ پس یہان سخاوت پانچ واسطون سے سمجھی جاتی ہے
اور ایسا ہی ہوسکتا ہی کہ لازم ایک ہو اور اُسکے ملزوم بہت ہون اور اُنہین لزوم بعض کا

واضح ہو اور بعض کا واضح تر پس لازم کو بذریعہ اُن الفاظ کے جو ملزومات کے واسطے موضوع ہین باختلاف وضوح و خفا تعبیر کرسکتے ہین مثلاً حرارت لازم ہے آگ کو اور آفتاب کو اور حرکت کو اور حرارت سب سے زیادہ آگ مین ہی اور اُس سے کم آفتاب ہین اور اُس سے کم حرکت مین پس لزوم حرارت کا آگ کو واضح تر ہی بہ نسبت آفتاب کے اور آفتاب کو بہ نسبت حرکت کے۔ ایسا ہی اختلاف وضوح و خفا کا دلالت تضمنی مین بھی ہوسکتا ہی کیونکہ جب ایک شے دوسری شے کی جزو ہوا اور تیسرے کی جزو الجزو تو اس صورت مین دلالت اُس شے کی اپنے جزو پر واضح تر ہوگی اور جزو الجزو پر واضح مثلاً جسم حیوان کا جزو ہی اور حیوان انسان کا جزو ہے پس جسم انسان کا جزو الجزو ہوا شرح اسکی یہ ہی کہ انسان کہتے ہین حیوان ناطق کو یعنے ایسے حیوان کو جو ایک بات مین سے دوسری بات نکال سکے۔ اور حیوان نام ہے ایک جسم بڑہنے والے کا جو اپنے ارادے سے چل پھر سکے پس انسان حیوان اور ناطق سے مرکب ہوا اور حیوان جسم وغیرہ سے پس جسم حیوان کا جزو ہوا اور انسان کا جزو الجزو اس لیے دلالت حیوان کی جسم پر واضح تر ہے اور دلالت انسان کی جسم پر اُس سے کم واضح۔ اسیطرح دلالت دیوار کی مٹی پر زیادہ واضح ہی اور دلالت گھر کی مٹی پر کم واضح۔ اب جانو کہ وہ لفظ جسکے اصلی معنی یعنی موضوع لہ مراد نہین ہوتے بلکہ اصلی معنی کا لازم مراد ہوتا ہی اُسکی دو صورتین ہین۔ ایک تو یہ کہ کوئی قرینہ موجود ہو جس سے ثابت ہوسکے کہ اصلی معنی مراد نہین ہین دوسرے یہ کہ کوئی قرینہ اس بات کا نہ پایا جاوے۔ پس اگر قرینہ مذکور پایا جاوے تو اُس لفظ کو مجاز کہین گے اور جو نہ پایا جاوے تو اُسے کنایہ یہان سے ظاہر ہی کہ کنایہ اور مجاز دونون مین ملزوم سے لازم سمجھا جاتا ہے اور بعض علماء کے نزدیک کنایہ مین لازم سے ملزوم سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ غلط ہی اسواسطے کہ صرف لازم ملزوم پر دلالت نہین کرتا ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ لازم ملزوم سے عام ہو جیسے حرارت آگ سے عام ہی

کہ وہ آفتاب و حرکت مین بھی پائی جاتی ہے پس حرارت مثلاً صرف آگ پر دلالت نہین کرسکتی مجاز اور کنایہ مین فرق یہ ہے کہ کنایہ مین ارادہ اصلی معنی کا بھی جائز ہے اور مجاز مین اصلی معنی کا ارادہ جائز نہین ہوتا۔ الحاصل چونکہ مجاز مین فقط لازم مراد ہوتا ہے اور کنایہ مین لازم اور ملزوم دونون مراد ہوسکتے ہین پس مجاز بمنزلہ جزو کنایہ کے ہوا اور کنایہ بمنزلہ کل کے اس واسطے مناسب ہے کہ مجاز کی بحث کنایہ سے پہلے لکھی جاوے کیونکہ جزو کل پر مقدم ہوتا ہے اور مجاز کی بعض قسمین تشبیہ پر مبنی ہوتی ہین اسلیے مناسب ہے کہ مجاز سے پہلے تشبیہ کو بیان کرین۔ یہان سے ثابت ہے کہ اصل مقصود علم بیان کی دو چیزین ہین ایک مجاز دوسرا کنایہ مگر اس سبب سے کہ مجاز کی بعض قسمین تشبیہ پر موقوف ہین اور تشبیہ کی بحث طویل ہے اور اُسمین فوائد کثیر ہین اس لیے تشبیہ کو بھی ایک مقصد علم بیان کا ٹھیرالیا نظر برین مقصود بیان تین چیزین ٹھیرین ایک تشبیہ دوسرا مجاز تیسرا کنایہ

مقصد اول تشبیہ کے بیان مین۔ تشبیہ کے معنی لغت مین دلالت ہے اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی مین شریک ہے۔ اور اصطلاح مین تشبیہ دلالت ہے اس بات پر کہ دو چیزین ایک معنی مین شریک ہین اسطرح سے کہ یہ شرکت بطور استعارہ اور تجرید کے نہو۔ استعارہ کا بیان عنقریب آتا ہے۔ اور تجرید بدیع کی اصطلاح مین یہ ہے کہ ایک شے صاحب صفت سے دوسری شے اُسی کی مانند یعنی متصف اُسی صفت کے ساتھ حاصل کرین بقصد مبالغہ کے واسطے اظہار اس امر کے کہ وہ شے صاحب صفۃ اس صفۃ مین ایسی کامل ہے کہ اُس سے دوسری شے اُسی صفت کی نکل سکتی ہے جیسا اس شعر مین

چہرۂ انور سے تیرے مہِ کامل آشکار ٭ اور گیسوئے معنبر سے شب یلدا عیان

یہان چہرے کے نور اور زلف کی سیاہی مین مبالغہ مدنظر ہے یعنی چہرہ نورانیت مین اور زلف

سیاہی مین ایسے کامل ہین کہ اول مین سے ماہ کامل اور دوسرے مین سے شب تاریک حاصل ہو سکتی ہے۔ اب سنو کہ تشبیہ اصطلاحی مین پانچ چیزون سے بحث کیجاتی ہے۔ اول مشبہ اور مشبہ بہ سے جس شے کو تشبیہ دین اُسکو مشبہ کہتے ہین اور جسکے ساتھ تشبیہ دین اُسکو مشبہ بہ۔ اور مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہین۔ دوسرے وجہ تشبیہ سے۔ تیسرے حرف تشبیہ سے یعنے اُس حرف سے جس کے ذریعے سے ایک کو دوسرے کے ساتھ تشبیہ دین۔ چوتھے غرض تشبیہ سے مثلاً اس مثال مین کہ زید شیر کی مانند ہے شجاعت مین زید مشبہ اور شیر مشبہ بہ اور مانند حرف تشبیہ اور شجاعت وجہ تشبیہ اور اظہار شجاعت زید غرض تشبیہ ہے۔ پانچوین اقسام تشبیہ سے۔ ان پانچون چیزون کا بیان پانچ فصلون مین کیا جاوے گا۔

فصل اوّل ۔ طرفین تشبیہ کے بیان مین۔ طرفین تشبیہ یعنی مشبہ اور مشبہ بہ یا ایسے ہوتی ہین کہ اُن کو منجملہ پانچون حواس ظاہر کے کسی حاسہ سے معلوم کر سکین۔ یا اُن دونون کو بذریعہ حواس مذکورہ معلوم نہ کر سکین بلکہ بواسطہ عقل کے دریافت ہوتے ہون۔ یا دونون مختلف ہون یعنی ایک کو بواسطہ حس ظاہر کے دریافت کر سکین اور دوسرے کو بذریعہ عقل کے۔ یہ دو قسم پر ہے ایک یہ کہ مشبہ کو عقل سے دریافت کر سکین اور مشبہ بہ کو کسی حس ظاہر سے۔ دوسرے اُس کا عکس پس مشبہ اور مشبہ بہ کی باعتبار حسی اور عقلی ہونے کے چار قسمین ہوئین۔ پہلی قسم یہ کہ دونون حسی ہون اُسکی پانچ قسمین ہین۔ ایک یہ کہ دونون حاسۂ بصر یعنے دیکھنے سے معلوم ہو دین جیسے رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ دونون سننے سے محسوس ہون جیسے ایک خوش لہجہ آدمی کی آواز کو مرغان چمن کے چہچہے سے تشبیہ دین۔ تیسرے یہ کہ دونون سونگھنے سے معلوم ہون مثلاً ایک بو کو دوسری بو کے ساتھ تشبیہ دین۔ چوتھے

یہ کہ دونون چکھنے سے دریافت ہوسکین مثلاً آب شیرین کو آب حیات یا شہد کے
ساتھ تشبیہ دین۔ پانچوین یہ کہ دونون چھونے سے معلوم ہون۔ جیسے بستر کی
نرمی کو گل کی نرمی سے تشبیہ دین یا اُسکی سختی کو خار کی سختی سے تشبیہ دین۔
ان پانچون کی مثال اشعار مین بہ تفصیل ذیل ہے ذوق ؎ وہ مسیحادم و یوسف
رخ و داؤد الحان ٭ وہ سلیمان وش و موسیٰ کف و صالح اعمال ٭ چمن خلق کو نسیم کرم
و ابر سخا ٭ چشمۂ فیض و نہر کان عطا بحر نوال ٭ شعر اول مین یوسف رخ و سلیمان
وش و موسیٰ کف و صالح اعمال مثالین دیکھنے کی ہین اور داؤد الحان مثال سُننے
کی۔ اور شعر دوم مین نسیم کرم مثال سونگھنے کی ہے یعنے اُسکا کرم ایسا بوئے خوش رکھتا
ہے جیسے باد بہاری۔ مثال چکھنے کی ذوق ؎ شور بلبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آج
کہ گل ٭ بنگیا کثرت شبنم سے نمکدان کی مثال ٭ یہان شور بلبل کو نمک کے ساتھ تشبیہ
دی ہے مثال چھونے کی میر کا شعر ؎ نازکی اُسکے لب کی کیا کہیے ٭ پنکھڑی اک
گلاب کی سی ہے ٭ یہان لب کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی ہے۔ دوسری قسم
طرفین تشبیہ دونون عقلی ہون مثلاً علم کو زندگی سے تشبیہ دین۔ یہان وجہ شبہ
ادراک ہے۔ یا جہل کو موت سے تشبیہ دین یہان وجہ شبہ عدم ادراک ہے۔ ان ساری
چیزون کے دریافت کرنے مین حواس ظاہر کو دخل نہین ہے بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہین
تیسری قسم مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی۔ مثلاً موت کو درندے سے تشبیہ دین یہان موت
عقلی ہے اور درندہ حسی۔ چوتھی قسم مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی مثلاً عطر کو خلق کریم سے
تشبیہ دین۔ عطر حسی ہے اور خلق عقلی۔ معلوم کرنا چاہیئے کہ جیسے ظاہر کے پانچ حواس ہین
جو سابق مذکور ہوئے ایسے ہی باطن کے پانچ حواس ہین ایک اُن مین حس مشترک ہے

اس کا کام یہ ہے کہ جو شے حواس ظاہر سے محسوس ہوتی ہے وہ حس اُسکو لے لیتی ہے
دوسرے حس خیال ہے۔ یہ حس مشترک کا خزانہ ہے یعنی جو صورتین حس مشترک لے لیتی ہے اُن کو
خیال مین رکھ دیتی ہے تیسرے متخیلہ اُسکو متفکرہ بھی کہتے ہین۔ اس کا کام یہ ہے کہ جو صورتین
خیال مین جمع ہوتی ہین یہ کبھی اُن کو باہم مرکب کرتی ہے اور کبھی ایک دوسرے سے جدا
مثلاً کبھی ایک آدمی دس سر کا تصور کرتی ہے اور کبھی بے سر کا آدمی۔ علیٰ ہذا القیاس
اور کبھی بے اصل چیزون کو اپنی طرف سے اختراع کرتی ہے مثلاً مشہور ہے کہ غول
آدمیون کو راہ مین ہلاک کیا کرتا ہے۔ یہ سنکر متخیلہ نے اختراع کیا کہ وہ بشکل درندہ
جانور کے ہوگا اور اس خیال سے اُسکے دانت تجویز کرلیے۔ چوتھی حس وہم ہے اُس کا
کام یہ ہے کہ خاص صورتون مین سے خاص معنی دریافت کیا کرتی ہے۔ جیسے عداوت
بھیڑیئے کی بکری سے۔ ہر چند ایک بکری نے کبھی بھیڑیا نہ دیکھا ہو مگر جب دیکھے گی فوراً
اُس کو اپنا دشمن جان لیگی۔ پانچوین حس حافظہ ہے وہ خزانہ وہم کا ہے جیسے خیال حس
مشترک کا خزانہ ہے۔ اب سنو کہ جس چیز کو متخیلہ نے مرکب کیا ہے اُن چیزون سے جو بواسطہ
حس مشترک حاصل ہوئی ہین اُسکو خیالی کہتے ہین مثلاً ایک نیزہ یاقوت کا یا ایک ایسا
جانور کہ اُسکے پر زمرد کے ہون اور منقار یاقوت کی اور آنکھین موتی کی۔ پس یہ دونون چیزین
ظاہر مین نہین پائی جاتی ہین بلکہ معدوم ہین لیکن متخیلہ نے اُن کو جن چیزون سے مرکب
کیا ہے مثلاً نیزہ اور یاقوت اور مرغ اور پر اور منقار اور آنکھین اور زمرد اور یاقوت
اور موتی یہ سب چیزین ظاہر مین موجود ہین اور حس مشترک کے ذریعہ سے خیال
مین پہونچی ہین۔ اور جن بے اصل چیزون کو متخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع
کرلیا ہے اُن کو وہمی کہتے ہین جیسے غول کے دانت۔ جب یہ تفصیل سن چکے

تو اب معلوم کرنا چاہیئے کہ مراد تشبیہ حسی سے یہ ہے کہ وہ یا اس کا اصل مادہ کسی
حس ظاہر سے معلوم ہو سکے ۔ پس تشبیہ خیالی مثل نیزۂ یاقوت اور جانور زمرد پر یاقوت
منقار تشبیہ حسی مین داخل ہے کیونکہ گو اس قسم کا نیزہ اور جانور کسی حسّ ظاہر سے محسوس
نہین ہوتے مگر اُن کا مادہ یعنی نیزہ و یاقوت و منقار وغیرہ تمام محسوس ہین ۔ مثلاً سودا کے
اس شعر مین ؎ فندقِ پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا ٭ سرو کی بیخ پہ پھولا گُل اور نگ ابتک
فندقِ پا کو تشبیہ دی ہے گل اور نگ سے جو سرو کی بیخ پر کھلا ہو ۔ ہرچند اس طرح کا
پھول کسی حس ظاہر سے محسوس نہین ہوتا مگر مادہ اُس کا یعنے سرو و بیخ و گل اور نگ سب
محسوس بحس بصر ہین ۔ اور مراد تشبیہ عقلی سے یہ ہے کہ وہ یا اُس کا مادہ کسی حس ظاہر سے
محسوس نہو ۔ پس تشبیہ وہمی مثل دندان غول کے تشبیہ عقلی مین داخل ہوگی کیونکہ اس قسم کے
اختراعی امور حسّ ظاہر سے محسوس نہین ہوتے اس لیے کہ وہ ظاہر مین پائے ہی نہین
جاتے ہان اگر پائے جاوین تو البتہ محسوس بحسّ ظاہر ہونگے بخلاف عقلی کہ کسی صورت
مین محسوس بحسّ ظاہر نہین ہوتے اور یہی فرق ہے تشبیہ عقلی اور وہمی مین مثلاً ذوق کے
اس شعر مین ؎ نقطۂ قافِ قلم سے جو ہو تیرے ہمسر ٭ قاف تا قاف سے ہو بیضۂ
عنقا گوہر ٭ یعنے اے ممدوح اگر تیرے نقطۂ قاف قلم سے گوہر ہمسری کا دعوی کرے
تو وہ تمام دنیا سے مثل بیضۂ عنقا کے معدوم ہو جاوے ۔ یہان گوہر کو معدومی مین
بیضۂ عنقا کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ وہمی ہے کیونکہ مشہور ہے کہ عنقا ایک
طائر ہے متخیلہ نے اُسکا طائر ہونا سُنکر اپنی طرف سے اُسکے لیے بیضہ اختراع کرلیا ہے
پس بیضہ عنقا بسبب موجود نہونے کے محسوس نہین ہے لیکن اگر پایا جاوے تو
بیشک محسوس بحسّ ظاہر ہوگا اور اسیطرح تشبیہ عقلی مین وجدانیات داخل ہوگئے

یعنی وہ امور جو بذریعہ باطنی قوت کے دریافت ہوتے ہین مثل لذت والم وخوشی وغم و
بھوک وخوف وغیرہ کے کیونکہ یہ امور بھی محسوس بحس ظاہر نہین ہوتے۔ اب واضح
ہو کہ تشبیہ خیالی کا حسی مین اور تشبیہ وہمی ووجدانی کا تشبیہ عقلی مین داخل کرنا بنظر
اختصار کے ہے تاکہ قسمین بہت نہو جاوین اور طالب کو اُن کا ضبط سہل ہو ورنہ ظاہر
ہے کہ تینون قسمین درحقیقت جدا جدا ہین۔

فصل دوم وجہ شبہ کے بیان مین۔ وجہ شبہ وہ معنے ہین جسمین مشبہ اور مشبہ بہ
کے اشتراک کا قصد کیا جاوے۔ اور وجہ شبہ کی یہ تعریف درست نہین ہے کہ جسمین مشبہ اور
مشبہ بہ شریک ہون کیونکہ مثلاً زید اور شیر بہت سے امور ذاتیہ مین شریک ہین مثل
حیوانیت وجسمیت اور وجود وغیرہ کے باوجودیکہ اُن مین سے کوئی وجہ شبہ نہین ہے پس تعریف
مین قصد اشتراک کی قید ضروری ہے۔ اور یہ اشتراک کبھی تو تحقیقاً ہوتا ہے جس جگہ وجہ
شبہ مشبہ اور مشبہ بہ مین حقیقۃً پائی جاوے جیسے شجاعت شیر اور زید مین اور کبھی تخیلاً
جس جگہ وجہ شبہ طرفین تشبیہ یا ایک طرف مین حقیقۃً نہ پائی جاوے بلکہ باعتبار خیال و تاویل
کے یعنی یہ اشتراک صرف خیالی امر ہوتا ہے مثلاً ذوق کے ان اشعار مین ؎ نہ موج
مے کو ہو پیچش نہ شیشہ لے ہچکی ٭ گئی جہان سے یہ بیماری فواق و زحیر ٭ نہ برق کو تپ
لرزہ نہ ابر کو ہو زکام ٭ نہ آب مین ہو رطوبت نہ خاک کو تبخیر ٭ شعر اول مین موج مے کو پیچش
سے اور قلقل مینا کو ہچکی سے تشبیہ دی ہے اور یہ دونون مرض منجملہ امراض معدہ کے
ہین اور وجہ شبہ اول مین ایک شے سیال کا پیچ و تاب کھانا اور دوسرے مین خروج ریاح
کا اندر سے باہر کیطرف پس ظاہر ہے کہ یہ دونون وجہ شبہ مشبہ مین یعنی موج مے اور قلقل
مینا مین صرف خیالی ہین۔ اور یہی حال ہے اُن چار تشبیہون کا جو دوسرے شعر مین ہین

اور اسی قسم کا ہے یہ شعر ذوق کا ؎ پہونچی یہ تفنیح کی نوبت کہ نوبت خانہ مین پیتی
ہے جی کھولکر کیا کیا دکارین کرنا ۔ یہان کرنا کی آواز کو ڈکار سے تشبیہ دینا صرف خیالی ہے
اور جبکہ یہ معلوم ہوچکا کہ مشبہ اور مشبہ بہ کا وجہ شبہ مین اشتراک واجب ہے۔ تو اس مثال
مین کہ (نحو کلام مین مثل نمک کے ہے طعام مین) وجہ شبہ تھوڑے کا اچھا ہونا اور بہت کا
برا ہونا نہین کہہ سکتے ہین کیونکہ نحو کا یہ حال نہین ہے۔ اسلیے کہ نحو چند قواعد کے استعمال
کا نام ہے اگر وہ قواعد کلام مین مستعمل ہون تو کلام درست ہوگا ورنہ نادرست بخلاف
نمک کے کہ اُس کا تھوڑا یعنی بقدر صالح استعمال کرنا اچھا ہے اور زیادہ ہونا برا ہی الحاصل
اس مثال مین کہ (ہزل کلام مین مثل نمک کے ہے طعام مین) وجہ شبہ تھوڑے کا اچھا
ہونا اور بہت کا برا ہونا ہے۔ اب سنو کہ وجہ شبہ یا طرفین تشبیہ کی حقیقت مین داخل
ہوتی ہے جیسا یون کہین کہ یہ کپڑا مثل اُس کپڑے کے اونی ہے یا روئی کا ہے یہان
ظاہر ہے کہ اون یا روئی کپڑے کی حقیقت مین داخل ہے یا وجہ شبہ حقیقت طرفین
سے خارج اور اُن کی صفت ہوتی ہے۔ اور یہ صفت یا تو حقیقی ہوتی ہے یعنی ایسی ہیئت
کہ دونون کی ذات مین ثابت اور متقرر ہو۔ اور یا صفت اضافی کہ ذات طرفین مین
متقرر اور متمکن نہو بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو اور یا اعتباری کہ اُس کا مفہوم واقع
مین متحقق نہو بلکہ صرف اعتبار عقل پر موقوف ہو۔ صفت حقیقی دو قسم کی ہوتی ہے
ایک حسی دوسری عقلی۔ صفت حسی مثل اُن صفات اور کیفیات کے جو اجسام کے
ساتھ خاص ہین یہ کیفیات باعتبار حواس پانچ قسم کے ہین۔ اول وہ کہ بذریعۂ آنکھ
دریافت ہون مثل رنگ و شکل و طول و عرض و حرکت و سکون و خوبصورتی و بدصورتی
و رونے و ہنسنے کی۔ دوم یہ کہ بذریعۂ کان دریافت ہون جیسے آواز سخت ہو یا نرم

یا ان کے پیچ ہین - سیوم وہ کہ ذائقہ سے معلوم ہون مثل شیرینی و تلخی و ترشی کے
چوتھی یہ کہ سونگھنے سے معلوم ہون مثل خوشبو و بدبو کے - پانچوین یہ کہ چھونے سے
معلوم ہون مثل سردی - گرمی - خشکی - تری - اور ہمواری ناہمواری اور بھاری
پن اور ہلکاپن اور سختی اور نرمی کے - صفت عقلی جیسے کیفیات نفسانیہ یعنی وہ کیفیتین
جو جاندارون کے ساتھ خاص ہین اور اُن کے سواے اورون مین نہین پائی جاتین
مثل حلم و سخاوت و عفت و شجاعت کے - صفت اضافی کہ ذات مین ثابت اور مستقر نہو
بلکہ دو چیزون سے متعلق ہو - مثلاً کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس خیال
سے کہ دونون مین صفت ازالہ حجاب کی ہے یعنے پوشیدہ چیز کو ظاہر کر دیتے ہین
مگر یہ صفت نہ دلیل کی ذات مین مستقر ہے اور نہ آفتاب کی ذات مین بلکہ دونون
سے متعلق ہے - صفت اعتباری کہ اُس کا مفہوم واقع مین نپایا جاتا ہو بلکہ محض عقل کے
اعتبار پر موقوف ہے جیسے غول کے واسطے درندہ کی شکل اور دانت اختراع کر لینا
کہ یہ محض صورت وہمیہ ہے اور درحقیقت کچھ نہین ہے - اب وجہ شبہہ کی ایک اور تقسیم
سنو - کہ وجہ شبہہ یا تو ایک امر ہوتا ہے یا کئی اور یہ دو قسم پر ہے ایک تو یہ کہ سب آپس
مین ملکر بمنزلہ واحد کے ہو جاوین یا ہر ایک اُن مین سے جدا جدا معتبر ہو - اور معنی ترکیب کے
یہان یہ ہین کہ چند مختلف چیزون کا اعتبار کرکے اُن مین سے ایک ہیئت حاصل کی جاوے
اور اُسکو مشبہ یا مشبہ بہ بنایا جاوے - اور ایسی ہی مراد وجہ شبہہ کے مرکب ہونے سے
یہ ہے کہ ایک شئے کے چند اوصاف لحاظ کرکے اُس سے ایک بات حاصل کیجاوے اور
مرکب سے یہ مراد نہین ہے کہ وہ حقیقةً مرکب ہو اجزاے مختلفہ سے کیونکہ اس قول مین کہ
زید مثل شیر کے ہے مشبہ اور مشبہ بہ مفرد ہین نہ مرکب - اور اس قول مین کہ زید مثل

عمرو کے ہے ایسانیت مین وجہ شبہہ واحد ہے نہ بمنزلہ واحد کے۔ اور ایسی ترکیب کہ جس مین کئی چیزین بمنزلہ واحد کے ہوجاوین یا حقیقی ہوتی ہے یا اعتباری حقیقی تو وہ ہے کہ وجہ شبہ حقیقۃً مرکب ہو مختلف امور سے۔ اور اعتباری وہ کہ عقل کئی امور سے ایک ہیئت حاصل کرلے۔ الحاصل وجہ شبہہ تین قسم کی ہے۔ واحد بمنزلہ واحد۔ متعدد اور واحد و بمنزلہ واحد یا تو حسی ہوتے ہین یا عقلی۔ اور متعدد یا حسّی ہوتی ہے یا عقلی یا مختلف کہ بعض حسی ہو بعض عقلی۔ اور وجہ شبہہ حسی مین لازم ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ حسّی ہون کیونکہ وجہ شبہہ طرفین تشبیہ سے حاصل ہوتی ہے اور جو چیز کہ عقلی مین موجود ہوگی وہ بذریعہ عقل ہی دریافت ہوسکتی ہے نہ بذریعہ حس کے کیونکہ حسّی سے غیر حسّی کو دریافت نہین کرسکتے۔ اور یہ لازم نہین ہے کہ اگر وجہ شبہہ عقلی ہو تو طرفین تشبیہ بھی عقلی ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دونون عقلی ہون یا دونون حسّی ہون یا ایک حسی اور ایک عقلی اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ شے حسی کے ساتھ کوئی وصف عقلی قایم ہو جیسے جرأت شیر اور زید مین کہ یہ وصف عقلی ہے اور ان دونون کے ساتھ قائم ہے باوجودیکہ وہ دونون حسی ہین۔ وجہ شبہہ واحد حسّی مثل سرخی کے رخسار اور گل کی تشبیہ مین اور کانون کو اچھا معلوم ہونا۔ مرد خوش آواز اور مرغان چمن کے چہچہے کی تشبیہ مین۔ اور خوشبو عنبر و زلف کی تشبیہ مین اور شیرینی آب شیرین اور شہد کی تشبیہ مین۔ اور نرمی بستر اور گل کی تشبیہ مین وجہ شبہہ واحد عقلی جیسے ادراک علم اور زندگی کی تشبیہ مین۔ اور جرأت مرد شجاع اور شیر کی تشبیہ مین۔ اور ہدایت علم اور نور کی تشبیہ مین۔ اور طبیعت کا خوش ہونا عطر اور خلق کی تشبیہ مین اور اسکی تفصیل سابق گذرچکی ہے پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ وجہ شبہہ مرکب وہ ہے کہ جسمین کئی چیزین اکٹھی ہوکر صورت واحد حاصل کرین اور اسکی دو قسمین ہین

ایک حسّی اور دوسری عقلی۔ اب سنو کہ وجہ شبہ مرکب حسّی کی دونوں طرفین بھی مثل وجہ
شبہ واحد حسّی کے حسی ہوتی ہین اور یہ امر اُس دلیل سے جو اوپر لکھی گئی صاف ظاہر ہے
وجہ شبہ مرکب حسّی چار قسم کی ہے۔ اول یہ کہ دونون طرفین اُسکی مفرد ہون جیسے اخگر یعنی
چنگاری کو چشم خروس سے تشبیہ دین۔ گولائی اور سرخی اور مقدار مین۔ یا دہن معشوق کو
تشبیہ دین غنچہ سے شکل اور تنگی اور خوشنمائی مین دونون مثالون مین تینون چیزین ہیئت
واحد حاصل کر کے وجہ شبہ واقع ہوئی ہین۔ اسیطرح اس شعر مین ؎ شاخ آہو ہین
بھنوین چشم ہے چشم آہو ٭ مشک نافہ تھا اگر ناف مین اک تل ہوتا ٭ یہان بھنوونکو شاخ
آہو کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور چشم کو چشم آہو کے ساتھ اور طرفین تشبیہ دونون مثالون
مین مفرد ہین اور وجہ شبہ مثال اول مین ایک ہیئت ہے کہ پیچ و خم متناسب و کلانی اور ایک
خم دار چیز کے ایک گول چیز کے متصل ہونے سے حاصل ہوئی ہے۔ اور مثال دوم مین
کلانی و ہیئت خاص اور ہونا گھری سفیدی کا گرد گھری سیاہی کے ملکر وجہ شبہ
ہوئی ہین۔ دوسری یہ کہ دونون طرفین تشبیہ کی مرکب ہون جیسے اس شعر مین ؎
رقص مین وہ مہروش ہے اسطرح سے جلوہ گر ٭ جیسے آب موجزن مین عکس ہو خورشید کا
یہان معشوق خورشید رو کا رقص یعنی اُسکا کبھی آگے بڑہنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور کبھی
ہاتھ دراز کرنا اور چک پھیری لینا اور سمٹ کر بیٹھ جانا اور پھر کھڑے ہو کر کھل جانا
مشبہ ہے اور آفتاب کا عکس دریا مین اور پانی کی حرکت مضطربہ سے کبھی اسکا آگے
بڑہنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور کبھی پھیل جانا اور کبھی سمٹنا اسطرح کہ پھر وہ قرص سالم معلوم ہونے
لگے مشبہ بہ ہے اور ایک شئے روشن کا حرکات مختلفہ کے ساتھ کسی صاف شئے مین نمودار ہونا
وجہ شبہ ہے۔ پس وجہ شبہ مرکب ہوئی اور ایسی ہی مشبہ اور مشبہ بہ اس لیے کہ یہان اجزاے

مشبہ کی تشبیہ اجزاے مشبہ بہ کے ساتھ مقصود نہین ہے بلکہ ہر واحد سے جو ہیئت مجموعی حاصل ہوئی ہے وہ مشبہ اور مشبہ بہ واقع ہوئے ہین۔ اسی قسم کا ہے یہ ذوق کا شعر ؎ ہوا پہ دوڑتا ہے اسطرح سے ابر سیاہ ٭ کہ جیسے جاے کوئی فیل مست بے زنجیر ٭ یہان ابر سیاہ کا ہوا پہ دوڑنا مشبہ ہے اور فیل مست کا بے زنجیر جانا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ و کلان شئے کا نہایت تیزی کے ساتھ مستانہ جانا ہے اور یہ تینون چیزین مرکب ہین۔ تیسرے یہ کہ مشبہ مفرد ہو اور مشبہ بہ مرکب جیسے ذوق کے اس شعر مین ؎ دل کا یہ احوال ہے غم سے تیرے اے مست ناز ٭ جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا ٭ یہان مشبہ یعنی دل مفرد ہے اور مشبہ بہ یعنی مرجھایا ہوا دانہ انگور کا مرکب اور وجہ شبہ شکل مخروطی اور مقدار خاص اور اسکی پژمردگی سو یہ بھی مرکب ہے ایسا ہی ہے یہ اُسکا شعر ؎ پیل نیر اگل سوسن کا بڑا ایک انبار ٭ گل مہتاب کے گلدستہ ہین اُسکے دندان ٭ یہان ہر دو مصرعون مین مشبہ مفرد ہے اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ مرکب۔ چوتھی قسم تیسری کا عکس ہے یعنی مشبہ مرکب ہو اور مشبہ بہ مفرد جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ رخ گلرنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ ٭ کیا تماشا ہے کہ بنجاے ہے ہونگا گوہر ٭ یہان عرق کا قطرہ رخ گلرنگ پہ مشبہ مرکب ہے۔ اور ہونگا مشبہ بہ مفرد اور وجہ شبہ مقدار مخصوص اور سرخی ہے۔ اب سنو کہ وجہ شبہ مرکب حسی بدیع اور لطیف اور دقیق وہ ہے کہ جہان تشبیہ ایسی ہیئت مین واقع ہو جسمین حرکات ہون اور یہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ حرکات کے ساتھ بعض جسم کے اور اوصاف بھی مذکور ہون مثل شکل اور رنگ کے جیسا اس مصرع مین ؎ خور مثل آئینہ ہے کف رعشہ دار مین ٭ یہان وجہ شبہ گولائی اور روشنی متصل اور تیز حرکت اور تموج روشنی کا اس طور پر کہ گویا شعاع اول پھیلنا چاہتی ہے کہ اطراف دائرہ سے باہر نکل پڑے اور پھر سمٹنے لگتی ہے گویا کہ دائرہ کے جوانب سے

دائرہ کے وسط کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص آفتاب کیطرف تیز دیکھے تاکہ اُسکا جسم معلوم ہوجاوے تو اُسکو یہی صورت معلوم ہوگی۔ اور یہی حال ہوتا ہی آئینہ کا رعشہ دار کے ہاتھ مین۔ دوسرے یہ کہ فقط حرکت ہی ہو اور اوصاف جسم اُسکے ساتھ مذکور نہ ہون اس طور مین ترکیب جب متصور ہوگی کہ مختلف حرکات باہم مختلط ہون۔ مثلاً کسی جسم کا حرکت کرنا کبھی بطرف راست اور کبھی بطرف چپ اور کبھی بطرف بالا اور کبھی بطرف پائین کے جیسے رقص کی تشبیہ آب موج زن کے ساتھ جسمین خورشید کا عکس پڑتا ہو جسکی شرح قسم دوم مین گذری یہی حال ہے ذوق کے اس شعر مین ؎ واہ وا کیا معتدل ہے باغ عالم مین ہوا ۔ مثل نبض صاحب صحت ہی ہر موج صبا ۔ یہان موج صبا مشبّہ ہی اور نبض صاحب صحت مشبّہ بہ اور وجہ شبہ حرکات متناسب ہین کبھی بجانب نشیب اور کبھی بجانب فراز۔ اور جیسے حرکتون کی ہیئت مین ترکیب واقع ہوتی ہے اسیطرح کبھی سکون کی ہیئت مین بھی ترکیب پائی جاتی ہی مثلاً کتے کے بیٹھنے کو تشبیہ دین گنوار رنجی نشست سے جو آگ سے تاپنے کے وقت ہوتی ہی۔ اس صورت مین کئی سکون پائے جاتے ہین اسواسطے کہ بیٹھنے مین کتے کے ہر عضو کا ایک جدا موضع ہوتا ہے اور مجموع کے واسطے صورت خاص ہوتی ہے مرکب ان مواقع سے اور ایسی ہی آگ سے تاپنے کے واسطے گنوار کا بیٹھنا کہ اُس کے دونون پاؤن آگے پھیلے ہوئے اور موضع سرین اُس سے تفاوت پر ہوتا ہے الحاصل اسمین بھی کئی سکون مجتمع ہوتے ہین۔ اور اشعار مین اسکی مثال یہ قطعہ ذوق کا ہوسکتا ہے ؎ تو جو محراب عماری مین ہوا جلوہ نما ۔ اُسکے دانتون پہ یہ خرطوم سے سوجھی تمثیل ۔ خانۂ قوس مین خورشید جہانتاب آیا ۔ دن تو کوتاہ ہوا اور ہوئی رات طویل یہان سکون یعنے جلوس ممدوح محراب عماری مین اور دانت اور خرطوم فیل مشبّہ بہ

اور خانۂ قوس مین خورشید کا سکون اور دن کی کوتاہی اور شب کی درازی مشبہ بہ ہین۔
پس مشبہ مین چند سکون پائے جاتے ہین ایک جلوس ممدوح کا محراب عماری مین۔ دوسرا
سکون دانتون کا۔ اور تیسرا سکون خرطوم کا اپنی اپنی جگہ پر ایسا ہی مشبہ بہ مین سکون
خانۂ قوس و سکون خورشید خانۂ قوس مین اور وجہ شبہ دونون مثالون مین وہ ہیئت ہے
جو حاصل ہوتی ہے متعدد سکونون سے وجہ شبہہ مرکب عقلی جیسے اس مثال مین۔ عالم
بے عمل مثل اُس گدھے کے ہے جسپر کتابین لدی ہون۔ یہان عالم بے عمل مشبہ ہے اور
وہ گدھا جسپر کتابین لدی ہون مشبہ بہ اور وجہ شبہہ مستفید نہونا نہایت مفید چیز سے باوجود
متحمل ہونے مصائب اور شدت تعب کے اُسکے ساتھ رکھنے مین۔ پس وجہ شبہ ایک
امر عقلی ہے جو چند امور سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ گدھے کی ایک خاص حالت کا لحاظ
کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اُسپر کچھ لدا ہو۔ دوسرے یہ کہ جو چیز لدی ہے وہ منجملہ سامان علوم ہے
تیسرے یہ کہ گدھا اس امر کو نہین جانتا ہے۔ اور ایسا ہی جانب مشبہ مین چند امور کا
اعتبار کیا گیا ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ جب وجہ شبہہ مرکب بمنزلہ واحد ہو اس صورت مین
چاہیے کہ کوئی جزو اُسکا متروک نہو بلکہ سارے اجزا مین مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دین۔
اور اگر ایسا نہوگا تو تشبیہ مین غلطی واقع ہوگی مثلاً اس شعر مین جو قسم دوم مین مذکور ہوا

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ ✽ کہ جیسے جائے کوئی فیل مست لے زنجیر ✽

ابر سیاہ کے ہوا پر دوڑنے کو کل مصرعہ دوم سے تشبیہ دی ہے۔ اگر یہان صرف فیل
مست کے جانے سے تشبیہ دین اور الفاظ لے زنجیر کو تشبیہ سے جدا کر لین تو تشبیہ ناتمام
رہیگی کیونکہ فیل مست جبکہ زنجیر مین مسلسل ہو تو وہ خوب نہین دوڑتا ہے۔ ہان تشبیہ
مجتمع مین یعنی اُس تشبیہ مین جہان طرفین تشبیہ سے غرض اجتماع ہو یہ ضرور نہین ہوتا

کہ ہر جزو مین تشبیہ مقصود ہو مثلاً یون کہین کہ زید مثل شیر و دریا و پہاڑ کے ہے تو اس
جگہ غرض تشبیہ ہے ہر واحد سے جدا جدا پس اگر مشبہ بہ سے بعض کم کر دیا جاوے تو تشبیہ
مین کچھ نقصان نہ آوے گا - یہ بیان ہو اوجہ شبہ مرکب کا - اب معلوم کرو کہ وجہ شبہہ متعدد
تین قسم کی ہوتی ہے ایک یہ کہ اُسکے اجزا سب حسّی ہون جیسے رخسار اور گل کی تشبیہ مین
سرخی رنگ کی اور ملائمت اور زلف اور شب کی تشبیہ مین درازی اور تاریکی اور پیچیدگی
اور ساغر اور آفتاب کی تشبیہ مین گولائی اور روشنی اور گردش - دوسری قسم یہ ہے کہ
وہ سب عقلی ہون جیسا سودا کے شعر مین ؎ بسان دانۂ روئیدہ ایک بار اگر ٭ کھلے جو
کام سے میری پڑین ہزار گرہ ٭ وجہ شبہہ اسمین قدرے آسان ہونا ایک امر کا پہلی دفعہ اور
بعد اُسکے زیادہ تر دشوار ہو جانا اور یہ دونون امر جدا جدا اور عقلی ہین - یہان اپنے کام کے
دونون حال کو دانہ کے دونون حال سے تشبیہ دی ہے نہ مجموع کو مجموع سے چنانچہ دانا
پر ظاہر ہے - تیسرے یہ کہ بعض اُن مین سے حسّی ہون اور بعض عقلی جیسا سودا کے اس
شعر مین ؎ آفتاب روز محشر داغ پر دل کے مرے ٭ حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کافور کا ٭
اسمین وجہ شبہہ سفیدی رنگ کی اور مدور ہونا اور راحت کا پہونچانا ہے - پہلے دو امر حسی
ہین اور اخیر کا عقلی اور کبھی دو چیزون کو جو ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہین باہم تشبیہ
دیتے ہین - اسطرح پر کہ ایک دوسرے کی ضد ہونیکو وجہ شبہہ کرتے ہین کیونکہ یہ امر دونون
ضدون مین پایا جاتا ہے - اور پھر اس باہم ضد ہونے کو بمنزلہ تناسب خیال کرتے ہین از روے
ظرافت و ہنسی کے مثلاً نامرد کو کہین کہ شیر ہے یا رستم ہے اور بخیل کو کہین کہ مثل حاتم کے
ہے پس وجہ شبہ اسجگہ جرأت اور بخشش ہے بطور ظرافت و استہزا کے نہ از روی حقیقت کے -
ظاہر ہے کہ یہان وہ معنی جو کہ مشبہ مین پائے جاتے ہین وجہ شبہہ ہوئے ہین نہ خود ضدیت

اس واسطے کہ جب کسی نامرد کو شیر کہیں یا بخیل کو حاتم اور وجہ شبہ ظاہر کریں تو تشبیہ نہ کہیں گے کہ تضاد میں بلکہ یوں کہیں گے کہ جرأت میں یا بخشش میں ہیں۔

فصل سوم حروف تشبیہ کے بیان میں مانند اور مثل اور جوں اور جیسے اور مثل ان کے حروف تشبیہ ہیں۔

فصل چہارم غرض تشبیہ کے بیان میں - غرض تشبیہ کی اکثر متعلق بمشبہ ہوتی ہے اور یہ چند قسم کی ہے۔ اول یہ کہ غرض تشبیہ سے بیان امکان وجود مشبہ ہو اور یہ وہاں ہوتا ہے جس جگہ اسکی امتناع کا دعویٰ ہو سکتا ہے جیسے ذوق کے اس شعر میں ؎ سب کو دیکھا اس سے اور اس کو نہ دیکھا جوں نگاہ ✤ وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا ✤ یہاں دو دعوی کیے ہیں ایک یہ کہ معشوق کے ذریعہ سے سب کو دیکھا مگر اسکو نہ دیکھا۔ اور دوسرا یہ کہ وہ باوجود آنکھوں میں ہونیکے آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور یہ دونوں دعوی ظاہر للامتناع معلوم ہوتے ہیں مگر جب اسکو نگاہ سے تشبیہ دی تو دونوں دعوی مبدل بامکان ہوگئے کیونکہ نگاہ میں دونوں دعوی پائے جاتے ہیں۔ اور اسی قبیل سے ہیں یہ دونوں شعر اسکے ؎ کیا تماشا ہے کہ مثل بےنوا پاتا فروغ ✤ جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے ✤ تیرا تو سیئہ بھی لوں ہو داخل حسنات ✤ کہ جیسے صحبت اصحاب کہف میں قطمیر ✤ شعر اول میں یہ ممتنع معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی حقارت کو سبب شہرت سمجھے مگر تشبیہ مہ نو نے اسکا امکان ظاہر کردیا۔ اور شعر دوم میں سیئہ یعنی بدی کا حسنات میں داخل ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے مگر تشبیہ قطمیر اصحاب کہف نے اسکا امکان بیان کردیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تیری بدی نیکی ہے جیسے قطمیر جو سگ اصحاب کہف ہے انکی صحبت کے سبب شریف گنا جاتا ہے

اسی قسم کی تشبیہ ہے اس شعر مین ؎ بسان آبلہ اے وائے کیسی زندگانی ہے * کہ جس کے پاؤن پڑتا ہون اُسیکو سرگرانی ہے * اور شرح اُسکی ظاہر ہے۔ دوسرے یہ کہ غرض تشبیہ سے بیان حال وو صف مشبہ ہو۔ جیسے ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے سے تشبیہ دوین مثلاً سیاہی یا سفیدی مین اور یہ جب ہوتا ہے کہ سامع مشبہ بہ کے رنگ سے واقف ہو اور مشبہ کا رنگ جانتا ہو۔ تیسرے یہ کہ غرض تشبیہ سے بیان مقدار شبہ ہو قوت، وضعف وزیادتی وکمی مین مثلاً کالے کپڑے کو زاغ کے پر سے تشبیہ دوین سیاہی کی شدت مین۔ یا سفید کپڑے کو برف سے تشبیہ دوین شدت سفیدی مین اور زلف کو عمر خضر سے تشبیہ دوین درازی مین چوتھے یہ کہ غرض تشبیہ سے یہ ہو کہ مشبہ کا حال سامع کے دلنشین ہو جاوے مثلاً سعی بیفائدہ کو پانی پر نقش کھینچنے سے تشبیہ دوین۔ یا کسی چیز کو نقش برآب سے تشبیہ دوین ناپایداری مین جیسا جرأت کے شعر مین ؎ دل کو ہر چند مین سمجھایا کہ او خانہ خراب * جان اس ہستی موہوم کو تو نقش برآب * یا کسی شخص کی فہمایش کے اثر قبول کرنے کو پتھر کی لکیر سے تشبیہ دین پایداری اور ثبات مین جیسا ظفر کے شعر مین ؎ کتابون مین رکھا ہے کیا بہت لکھ لکھ کے دھو ڈالین * ہمارے دلمین ہے نقش حجر یہ تیرا فرمانا * اور وجہ دلنشین ہونیکی تشبیہ مذکور مین یہ ہے کہ طبیعت انسانی امور حسی کیطرف امور عقلیہ سے زیادہ مائل ہوتی ہے۔ پانچوین یہ کہ مشبہ کا زینت دینا منظور ہو جیسے دانتون کی تشبیہ موتی سے اور لب کی تشبیہ یاقوت سے۔ یا مشبہ کی زشتی وبدروئی کا اظہار مقصود ہو جیسے بدصورت آدمی کی تشبیہ دیو سے یا چیچک رو شخص کے چہرہ کی تشبیہ اُس گوبر سے جسمین مرغ نے ٹھونگین ماری ہون۔ چھٹے یہ کہ غرض تشبیہ سے مشبہ کا نادر اور بدیع ظاہر کرنا منظور ہو جیسے اُن کوئلون کو جن مین بعض افروختہ ہون اور بعض غیر افروختہ ایسی مشک کے

دریا سے تشبیہ دیوین جسکی موجین سونا ہون۔ یہان مشبہ اس وجہ سے بدیع ہوجاتا ہے
کہ اسکو ایسی صورت مین ظاہر کرتے ہین کہ بطور عادت محال ہوتی ہے اگرچہ عقلاً ممکن ہو
اور اسمین شک نہین ہے کہ جو شئے عادۃً ممتنع ہوتی ہے وہ نادر اور بدیع شمار کیجاتی ہو
اور تشبیہ کا نادر اور طرفہ ہونا دو سبب سے ہوتا ہے ایک تو یہ کہ مشبہ بہ ذہن مین
ہمیشہ کمتر آتا ہے جیسے کوئیلون کی مثال مین جو مذکور ہوئی ۔
دوسرے یہ کہ مشبہ بہ ذہن مین یون تو کم نہین آتا مگر جس وقت
مشبہ ذہن مین آتا ہے اُس وقت تصور مشبہ بہ کم آتا ہے۔ ان دونون
قسمون کی مثال اشعار مین دو شعر ذوق کے ہین ؎ سینہ تا ناف صفا آب گہر کا دریا،
ناف ایک عکس فن اسمین بجائے نو ورق ، قد جو گلبن ہو تو پائون کے حنائی ناخن،
نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوئے گل کے ورق ، یہان آب گوہر کا دریا جس مین
ناف بجائے کشتی ہو مطلقاً ذہن مین نہین گذرتا پس یہ قسم اول مین داخل ہو اور گلبن
کے نیچے گل کے ورق بکھرے ہوئے بکثرت دیکھے جاتے ہین اور اس لیے ذہن مین
نادر التصور نہین ہو مگر پائون کے حنائی ناخن کا جب خیال ذہن مین آتا ہو اُسوقت
البتہ تصور اس کا نادر ہو پس یہ تشبیہ بھی نادر و بدیع شمار کیجاتی ہے کیونکہ اسمین دو
صورتین بعیدہ جمع کردیجاتی ہین۔ اب سُنو کہ جن مقامات مین غرض تشبیہ سے
بیان امکان و بیان حال مشبہ ہوتا ہے وہان چاہیئے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ مین
مشبہ سے زیادہ مشہور ہوتا کہ مشبہ کا امکان ثابت ہوسکے۔ یا اس کا حال اُس سے
بخوبی معلوم ہوجاوے۔ اور جس جگہ غرض تشبیہ بیان مقدار مشبہ ہو تو چاہیئے کہ مشبہ
اور مشبہ بہ کی مقدار مساوی ہو نہ کم نہ زیادہ تاکہ مشبہ کی مقدار اُس سے متعین ہوجاوے

اور جس جگہ مشبہ کے حال کو سامع کے لنشین کرنا ہو تو چاہیے کہ مشبہ بہ مین وجہ شبہہ کامل اور مشہور تر ہو اس لیے کہ طبیعت انسانی کامل تر و مشہور تر کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ اور جس جگہ تشبیہ سے زینت یا زشتی یا نادر و بدیع ہونا مشبہ کا مقصود ہو وہان نہ کامل تر ہونا وجہ شبہہ کا لازم ہے اور نہ مشہور تر ہونا مثلاً زنگی کے چہرے کو آہو کی چشم سے زینت کے واسطے تشبیہ دینا درست ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہرن کی آنکھ مین کامل ہے اور نہ زنگی کے چہرے کی سیاہی اُسکی نسبت زیادہ مشہور ہے اور ایسے ہی چیچک رو کے چہرے کو اُس سرگین سے جسمین مرغ نے ٹھونگین مار کر سوراخ کر دیے ہون واسطے بیان زشتی مشبہ کے تشبیہ دینا صحیح ہے حالانکہ وہ ہیئت کہ اُن دونون مین مشترک ہے نہ وہ سرگین مین کامل ہے اور نہ سرگین اس ہیئت کے ساتھ بہ نسبت چیچک دار چہرے کے مشہور زیادہ ہے۔ یہ بیان اُن اقسام تشبیہ کا تھا جنمین غرض تشبیہ کی مشبہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ غرض تشبیہ کبھی مشبہ بہ کی طرف رجوع کرتی ہے یہ دو قسم کی ہے۔ ایک یہ کہ جتانا اس امر کا منظور ہو کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہہ مین کامل و تمام تر ہے اور یہ تشبیہ مقلوب مین ہوتا ہے یعنی اُس مقام پر جہان ناقص کو مشبہ بہ کرتے ہین باین دعوی کہ وہ مشبہ سے کامل ہے جیسا اس شعر مین ؎ پڑ گیا عکس مقرر ہے کیسا اس پر + مہر مانند رخ یار درخشان ہے آج یہان اظہار اس امر کا منظور ہے کہ رخ یار آفتاب سے زیادہ درخشان ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنے مرغوب و مطلوب کو جسکا اہتمام منظور ہے مشبہ بہ کرین۔ مثلاً ایک بھوکا چودھوین رات کے چاند کو روٹی سے تشبیہ دے گولائی اور خوشنمائی مین۔ اس قسم کی تشبیہ کو اظہار المطلوب کہتے ہین۔ اسی قسم کا ہے یہ شعر ذوق کا ؎ کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشہ مین

ساقی نے مے تیز سے آتش پہ اڑائی ⁂ بجلی کے چمکنے کو مے تیز سے جو آتش پہ اڑائی
جا دی ہے تشبیہ دی ہے بنظر اہتمام و رغبت شراب اظہار مطلوب ہے **فائدہ** تشبیہ اس
مقام پر اختیار کیجاتی ہی جس جگہ اُس چیز کو جو وجہ شبہ مین ناقص ہی کامل ظاہر کرنا منظور
ہوتا ہے اور یہ ناقص ہونا یا تو حقیقی ہوتا ہی جیساکہ اُس تشبیہ مین جسکی غرض مشبہ کیطرف
رجوع کرے یا ادعائی - یہ وہان ہوتا ہی کہ غرض تشبیہ مشبہ بہ کی جانب عائد ہوتی ہی
اور جس جگہ وجہ شبہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کی برابری مقصود ہو اور یہ مراد نہو کہ ایک دوسرے
سے زائد ہی تو ایسے مقام پر بہتر یہ ہی کہ تشبیہ کو ترک کرین اور تشابہ کو اختیار یعنی ہر ایک کو مشبہ اور
مشبہ بہ کرین کیونکہ تشبیہ مین ایک کامل اور ایک ناقص سمجھا جاتا ہی مثال تشابہ کی یہ دونون
شعر ہین ؎ ترے روے عرق آلودہ اور کانون کے موتی کا ⁂ بیان کیا کیجیے ہے لطف
دونون مین برابر کا ⁂ گہر ہے تیرے کانون مین دیا قطرہ عرق کا ہے ⁂ یہ قطرہ ہے
عرق کا یا کہ ہے دانہ یہ گوہر کا ⁂ یہان گوہر اور قطرہ عرق ہر ایک مشبہ ہے اور ہر ایک مشبہ بہ
غرض دونون مین مساوات ظاہر کی گئی - ایسا ہی حال ہے اس شعر مین ؎
ہنسنے مارا خلق کو اُس نے ڈبویا اک جہان ⁂ تیرا ہنسنا اور مرا رونا برابر ہوگیا ⁂

فصل پنجم تشبیہ کے اقسام کے بیان مین

تشبیہ باعتبار اپنی طرفین
اور وجہ شبہ و غرض تشبیہ کے چند نوع کی ہوتی ہے - ہم ہر نوع کو ایک فائدہ مین
بیان کرینگے **فائدہ** اول تشبیہ کی تقسیم مین باعتبار طرفین یعنی مشبہ اور مشبہ بہ کے -
اسکی کئی قسمین ہین - اول یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونون مفرد ہون اور اُن دونون مین
کوئی قید نہ لگی ہو - جیسے تشبیہ رخسار کی گل سے اور شجاع کی شیر سے اور علم کی نور سے
اور دوسرے یہ کہ وہ دونون مفرد ہون اور اُن دونون مین کوئی قید لگی ہوئی ہو مثلاً

سعی بیفایدہ کو نقش روے آب سے تشبیہ دین۔ یہان مشبہ مین بیفایدہ کی اور مشبہ بہ مین روے آب کی قید لگی ہوئی ہے۔ تیسرے یہ کہ دونون مختلف ہون یعنی ایک انمین مقید ہو اور دوسرا غیر مقید جیسا اس مصرعہ مین ؎ خور مثل آئینہ ہے کف رعشہ دار مین ٭ یہان مشبہ غیر مقید ہے اور مشبہ بہ مقید اور اگر طرفین تشبیہ کو الٹ دیوین یعنی آئینہ کف رعشہ دار کو آفتاب سے تشبیہ دیوین تو مشبہ مقید ہوگا اور مشبہ بہ غیر مقید۔ چوتھے یہ کہ دونون مرکب ہون اسکی مثال وجہ شبہہ مرکب کی بحث مین گذر چکی۔ اسی قسم کا ہے یہ شعر ذوق کا ؎ پیکان ترا الماس گون منہ سرخ سوفار وکے یون ٭ گویا لگا کر پر اڑا نور سحر رنگ شفق ٭ یہان پیکان سفید و سوفار سرخ مشبہ ہے اور نور سحر اور رنگ شفق مشبہ بہ۔ پانچوین یہ کہ مشبہ مفرد ہو اور مشبہ بہ مرکب جیسے دل کی تشبیہ دانہ پژمردہ انگور سے جسکی شرح مذکور ہو چکی۔ چھٹے مشبہ مرکب ہو اور مشبہ بہ مفرد مثلاً دانہ پژمردہ انگور کو دل سے تشبیہ دیوین۔ ساتوین یہ کہ دونون متعدد ہون اسکی دو قسم ہین۔ اول یہ کہ اول چند مشبہ ایک جا ذکر کرین اور بعد اُس کے چند مشبہ بہ جیسا سودا کے شعر مین ؎ یار و مہتاب و گل و شمع بہم چارون ایک ٭ ہین کتان بلبل و پروانہ یہ ہم چارون ایک ٭ اول مصرعہ مین چار قسم کے معشوق اور مصرعہ دوم مین اُنکے چار عاشق بہ ترتیب لایا ہے اس قسم کی تشبیہ کو ملفوف کہتے ہین۔ لف بمعنی پیچیدہ کرنے کے ہے چونکہ اس مین کئی مشبہ اور کئی مشبہ بہ ذکر کیے ہین اسلیے اُسکو ملفوف کہتے ہین۔ دوسرے یہ کہ اول ایک مشبہ اور مشبہ بہ ذکر کرین اور بعد ازان دوسرا مشبہ اور مشبہ بہ جیسا اس شعر مین ؎ شاخ آہو ہین بھنوین چشم ہے چشم آہو ٭ مشک نافہ تھا اگر ناف مین اک تل ہوتا ٭ اس قسم کی تشبیہ کو مفروق کہتے ہین یعنی جدا جدا۔ اسی قسم کا ہے ذوق کا یہ شعر ؎

شوخی اُس چہرے مین یون گل مین ہو جیسے حمرت ٭ نازیون چشم مین نرگس مین ہو جیسے نکہت ٭ آٹھوین یہ کہ طرفین تشبیہ مین ایک واحد ہو اور دوسری متعدد۔ اسکی دو قسم ہین۔ ایک یہ کہ مشبہ واحد ہو اور مشبہ بہ متعدد جیسے غالب کے اس قطعہ مین جو بطور اختصار نقل کیا جاتا ہے ؎ ہے کف دست پہ صاحب کے جو یہ چکنی ڈلی ٭ زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیئے ٭ مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیئے ٭ حرز بازوے شگرفان خود آرا کہیئے ٭ مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیئے ٭ داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیئے ٭ خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیئے ٭ سر پستان پریزاد سے مانا کہیئے ٭ اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے ٭ خال مشکین رخ دلکش لیلےٰ کہیئے۔ الحاصل اس قطعہ مین چکنی ڈلی مشبہ ہی اور اُسکے مشبہ بہ متعدد۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مشبہ متعدد ہو اور مشبہ بہ واحد جیسے سودا کے شعر مین ؎ دلکو میان خط و زلف تو جو رکھے تو عدل ہے٭ ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو ٭ یہان مشبہ دو چیزین ہین یعنی خط و زلف اور مشبہ بہ واحد یعنے دام۔ اس قسم کو تشبیہ تسویہ کہتے ہین۔

فائدہ دوم تشبیہ کی تقسیم مین باعتبار وجہ شبہ کے۔ آٹھ قسمین تشبیہ کی اس اعتبار سے ہین۔ تمثیل۔ غیر تمثیل۔ مجمل۔ مفصل۔ قریب۔ بعید۔ تمثیل وہ ہے کہ اسمین وجہ شبہ کئی چیزون سے حاصل ہوتی ہو۔ اسکی مثالین وجہ شبہ مرکب مین لکھی گئین۔ اور سکاکی جو فن بلاغت کا امام ہی کہتا ہی کہ تمثیل وہ تشبیہ ہی جس مین وجہ شبہ کئی امور سے حاصل ہووے اور وصف حقیقی نہو بلکہ وہمی اور اعتباری ہو جیسے عالم بے عمل کی تشبیہ اُس گدھے سے جسپر کتابین لدی ہون۔ یہان وجہ شبہ مستفید نہونا بڑی مفید چیز سے باوجود تحمل مصائب کے اُس کے ساتھ رکھنے مین ہے اور یہ وصف مرکب ہے

کئی چیزون سے اور حقیقی نہین ہے بلکہ متوہم ہے۔ اس صورت مین یہ تعریف خاص
ہوئی اور پہلی عام تشبیہ غیر تمثیل تشبیہ تمثیل کے خلاف سمجھنا چاہیئے۔ یعنی جسمین
وجہ شبہ چند امور سے حاصل نہ ہوئی ہو اور سکاکی کے نزدیک وہ ہے جو چند چیزون
سے حاصل ہو مگر وہمی اور اعتباری نہو بلکہ حقیقی ہو۔ پس اس مصرعہ مین ؎ شاخ آہو
ہین بھنوین چشم ہے چشم آہو ٭ تشبیہ بھنوؤن کی شاخ آہو کے ساتھ اور تشبیہ چشم کی
چشم آہو کے ساتھ جمہور علماے بلاغت کے نزدیک تمثیل ہوگی۔ اور سکاکی کے نزدیک
نہوگی کیونکہ تشبیہ حسی ہے عقلی یا وہمی نہین ہے۔ تشبیہ مجمل وہ ہے جسمین وجہ شبہ
مذکور نہو۔ اسکی کئی قسمین ہین۔ ایک یہ کہ وجہ شبہ اُس مین ظاہر ہو کہ اوسکو
ہر عاقل سمجھ سکے۔ جیسے زید مثل شیر کے ہے یعنے شجاعت مین۔ دوسرے یہ کہ
وجہ شبہہ پوشیدہ ہو کہ سواے خواص کوئی اور اُسکو معلوم نکر سکے مثلاً ہنسنے کی تشبیہ
برق سے میر کے شعر مین ؎ مجکو روتا دیکھکر وہ ہنس دیا ٭ برق چمکی ابر باران تھم رہا
چونکہ بسبب شوخی کے معشوق کا تبسم دفعۃً ہوتا ہے۔ یا اس سبب سے کہ تبسم مین دندان
کی سفیدی اور چمک ظاہر ہوتی ہے اس واسطے ہنسی کو برق کے ساتھ تشبیہ دی ہے
سو ان امور کو خواص ہی دریافت کر سکتے ہین۔ ایسا ہی ذوق کے اس شعر مین ؎
لب پہ ساغر کے ہے جون موج تبسم موج مے ٭ شور قلقل لب پہ ہے مینا ہے مے کے قہقہہ ٭
موج مے کو تبسم اور شور قلقل کو قہقہہ کے ساتھ تشبیہ دینا ان امور کے لطف کو خواص
ہی معلوم کر سکتے ہین تیسرے یہ کہ طرفین تشبیہ سے کسیکا کلام مین ایسا وصف مذکور
نہو جسمین وجہ شبہ کیطرف اشارہ ہو۔ جیسا زید شیر ہے۔ چوتھے یہ کہ فقط وصف مشبہ کا مذکور
ہو جیسا روے روشن یار مثل آفتاب کے ہے۔ یا موے سیاہ رات کی مانند ہین۔ یہان

الفاظ روشن وسیاہ نور وظلمت کیطرف جو وجہ شبہہ ہے اشارہ کرتے ہین - پانچوین یہ کہ وصف مشبہ بہ کا مذکور ہو جیسا چہرۂ یار مثل گل خندان کے ہے - چھٹے یہ کہ دونونکا وصف ذکر کرین جیسے روے خندان یار مثل گل شگفتہ کے ہے - تشبیہ مفصل وہ ہے جس مین وجہ شبہ مذکور ہو جیسا زید شجاعت مین مثل شیر کے ہے - اور کبھی بجاے وجہ شبہہ ایسی چیز کو ذکر کرتے ہین جسکو وجہ شبہہ لازم ہوتی ہے مثلاً کلام فصیح شیرینی مین مثل شہد کے ہے - یہان وجہ شبہہ رغبت طبع ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے - تشبیہ قریب ومتبذل وہ ہے جس مین مشبہ سے مشبہ بہ کیطرف جلد خیال جاوے اور کچھ تامل کی حاجت نہو - اُس کے کئی سبب ہوتے ہین - ایک یہ کہ اُس مین وجہ شبہہ تفصیل نہ رکھتی ہو بلکہ مجمل ہو - اس صورت مین متبذل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ طبیعت انسانی مجمل کو مفصل سے جلد دریافت کرتی ہے - دیکھو انسان کو یہ جاننا کہ وہ ایک شئے یا جسم یا حیوان ہے بہت آسان ہے اور یہ جاننا کہ وہ ایک جسم بڑہنے والا چلتا پھرتا بولتا ہے پہلے کی نسبت مشکل ہے یا تفصیل تو ہو مگر کم ہو - علاوہ ازین مشبہ بہ ذہن مین اکثر گذرتا ہو یا تو وقت گذرنے مشبہ کے بسبب مناسبت ہمدگر کے - جیسے چھوٹے گھڑے کو آبخورے سے تشبیہ دین مقدار اور شکل مین یہان وجہ شبہہ مین ہرچند کسیقدر تفصیل مقدار اور شکل کی ملحوظ ہے مگر آبخورہ اور گھڑا ایک ساتھ ذہن مین آتے ہین - یا مشبہ بہ کا ذہن مین گذرنا مطلقاً اس وجہ سے کہ وہ بار بار ذہن مین گذرتا رہتا ہے جیسے آفتاب کی تشبیہ صاف آئینہ سے گولائی اور روشنی مین - ان دونون صورتون مین وہ غرابت جو بسبب ایک گونہ تفصیل کے حاصل ہوتی ہے صورت اول مین بسبب مناسبت ہمدگر اور صورت دوم مین بباعث بار بار نظر آنیکے جاتی رہتی ہے اسلیئے وجہ شبہہ متبذل ہو جاتی ہے

تشبیہ بعید و غریب وہ ہے جسمین ذہن مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف بعد غور و فکر کے جاوے
بسبب پوشیدہ ہونے وجہ شبہہ کے اور یہ پوشیدگی کئی سبب سے ہوتی ہے۔ ایک تو بسبب
کثرت تفصیل کے جیسے اس مصرعہ مین جو سابق مذکور ہوا ؏ خورشید مثل آئینہ ہے کف رعشہ
دار مین ٭ دوسرے یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ مین مناسبت بعیدہ ہو جیسے ان کرسیان کی تشبیہ
مین جنمین آگ لگ رہی ہو مشک کے دریا سے جسکی موجین سونے کی ہون۔ تیسرے
یہ کہ مشبہ بہ ذہن مین کم تر آتا ہو جیسے تشبیہ وہمی اور خیالی مین۔ چوتھے یہ کہ وجہ شبہہ
مرکب عقلی ہو اسکا بیان سابق مذکور ہوا۔ پانچوین یہ کہ مشبہ بہ کے دیکھنے کا کمتر اتفاق
ہوتا ہے جیسے خورشید کی تشبیہ آئینہ کف رعشہ دار کے ساتھ۔ پس اس مثال مین غرابت دو وجہ
سے ہوئی۔ ایک بسبب کثرت تفصیل کے اور دوسرے بسبب کم نظر آنے اس صورت کے
تفصیل کی بہت سی صورتین ہین مشہور ان مین ایک یہ ہے کہ ایک شے کے بعض اوصاف
کا ہونا معتبر ہو اور بعض کا نہونا جیسا اس شعر مین ؏ ہوا یہ دوڑتا ہے اسطرح سے ابر
سیاہ ٭ کہ جیسے جاوے کوئی فیل مست بے زنجیر ٭ فیل مین اسکی تیز رفتاری اور مستانہ
پن کے ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے اور زنجیر کے نہونے کا۔ دوسرے یہ کہ جمیع اوصاف
کا ہونا ہی لیا جاوے جیسے دل کی تشبیہ مرجھائے ہوئے دانۂ انگور کے ساتھ کہ اسمین
شکل اور مقدار اور پژمردگی کا ہونا لیا گیا ہے۔ پوشیدہ نرہے کہ وجہ شبہہ مین جسقدر
ترکیب زیادہ ہوگی اسیقدر تشبیہ زیادہ بعید اور غریب ہوگی۔ تشبیہ بلیغ وہ ہے
جو بعید و غریب ہو اور قریب و مبتذل چندان لطف نہین رکھتی اور کبھی تشبیہ مبتذل
تھوڑے تصرف کرنے سے غریب ہو جاتی ہے مثلاً ذوق کے اس شعر مین ؏ نگہ
کیا اور مژہ کیا ہم تو دونون کو بلا سمجھے ٭ اسے تیر قضا اسکو پر تیر قضا سمجھے ٭ تشبیہ

نگاہ کی تیر کے ساتھ مبتذل ہے مگر مژہ کو جو پر تیر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس نے پہلی تشبیہ
کو بھی غریب کر دیا۔ اور کبھی تشبیہ مبتذل مین تصرف بہ طریق شرط ہوتا ہے
اسکو تشبیہ مشروط کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ شاخ آہو ہین بھنوین چشم ہے چشم آہو؛
مشک نافہ تھا اگر ناف مین اک تل ہوتا ہا تشبیہ ناف کی مشک نافہ کے ساتھ مبتذل
ہے مگر اس شرط نے کہ اگر ناف مین ایک تل ہوتا اسکو ابتذال سے نکالکر غریب کر دیا۔
فائدہ سوم تشبیہ کی تقسیم مین باعتبار غرض تشبیہ کے۔ یہ دو قسم پر ہے ایک مقبول
دوسری مردود۔ تشبیہ مقبول وہ ہے جس سے غرض تشبیہ اچھی طرح حاصل ہو مثلاً اس
تشبیہ مین جو بیان حال کے واسطے ہے مشبہ بہ وجہ شبہ مین زیادہ مشہور ہو اور جسجگہ ناقص
کو کامل ظاہر کرنا ہو وہان مشبہ بہ وجہ شبہ مین کامل و تمام ہو۔ اور جس جگہ تشبیہ سے غرض
بیان امکان ہو وہان مشبہ بہ وجہ شبہ مین مخاطب کے نزدیک مسلم و مشہور ہو۔ اور تشبیہ
مردود وہ ہے جو ایسی نہو۔
فائدہ چہارم تشبیہ کی تقسیم مین باعتبار حروف تشبیہ کے۔ اسکی دو قسم ہین۔ ایک
تشبیہ موکد جسمین حرف تشبیہ محذوف ہو جیسا اس مصرعہ مین ؎ شاخ آہو ہین بھنوین
چشم ہے چشم آہو؛ یعنے معشوق کی بھنوین مثل شاخ آہو کے ہین اور اسکی چشم مثل چشم
آہو کے۔ اور تشبیہ موکد کی ایک قسم یہ ہے کہ حرف تشبیہ کو حذف کرکے مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف
مضاف کر دین جیسے ذوق کے اس شعر مین ؎ شہ بلند نگہ شہریار والا جاہ؛ خدیو مہر کلہ
خسرو سپہر سریر؛ یہان مقصود بالتمثیل مہر کلہ اور سپہر سریر ہے یعنی کلاہ اسکی مانند مہر کی
ہے اور سریر اسکا مثل سپہر کے ہے۔ مہر اور سپہر کو جو مشبہ بہ ہین بطرف کلاہ و سریر کے جو مشبہ
ہین مضاف کر دیا ہے۔ دوسرے تشبیہ مرسل جسمین حرف تشبیہ مذکور ہو جیسے زید شیر کی مانند ہے

اور ارسال کے معنی چھوڑ دینے کے ہین پس جب حرف تشبیہ مذکور ہوا تو اُسمین وہ تاکید و عینیت ظاہری مشبہ و مشبہ بہ کی جو در صورت حذف حرف تشبیہ حاصل ہوتی چھوڑ دی گئی۔ جب یہ بیان مفصل معلوم ہو چکا تو اب سنو کہ تشبیہ آٹھ قسمون سے جو آگے مذکور ہونگی کسی نہ کسی صورت پر واقع ہوا کرتی ہے۔ اول یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہون اور وجہ شبہہ اور حرف تشبیہ محذوف جیسا زید شیر ہے دوسرے یہ کہ بوقت سوال سائل مشبہ کو بھی حذف کر دین۔ مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہے اُسکے جواب مین کہا جاوے کہ شیر ہے۔ تیسرے یہ کہ فقط حرف تشبیہ حذف کرین جیسا زید شیر ہے شجاعت مین۔ چوتھے یہ کہ بوقت سوال مشبہ کو بھی حذف کرین مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہے جواب دیا جاوے کہ شیر شجاعت مین۔ پانچوین یہ کہ وجہ شبہہ کو حذف کرین مثلاً زید مانند شیر کی ہے۔ چھٹے یہ کہ بوقت سوال مشبہ کو بھی حذف کرین مثلاً مانند شیر کی ہے۔ ساتوین یہ کہ چارونکو ذکر کرین مثلاً زید مانند شیر کی ہے شجاعت مین۔ آٹھوین یہ کہ بوقت سوال مشبہ کو حذف کرین مثلاً مانند شیر کے ہے شجاعت مین۔ ان آٹھون قسمون مین سے پہلے قسم یعنی ذکر مشبہ اور مشبہ بہ کا فقط۔ اور دوسری قسم یعنی مشبہ کا بھی حذف کر دینا بوقت سوال کے سب قسمون سے اعلےٰ و قوی تر ہین اور دو پچھلی قسمین یعنے چارون کا ذکر کرنا۔ و بوقت سوال مشبہ کا بھی حذف کر دینا ادنےٰ و ضعیف تر۔ اور چار قسمین بیچ کی قوت و ضعف مین متوسط ہین نہ چندان قوی ہین اور نہ چندان ضعیف۔ وجہ شبہہ اور حرف تشبیہ کے حذف کی صورت مین قوت کی یہ وجہ ہے کہ جسوقت حرف تشبیہ کو حذف کیا اور کہا کہ زید شیر ہے شجاعت مین تو گویا زید کو بعینہ شیر خیال کر لیا۔ اور جسوقت وجہ شبہہ کو حذف کیا اور کہا کہ زید شیر ہے عینیۃ کی عمومیتہ حاصل ہو گئی پس جس تشبیہ مین یہ دونون یعنی وجہ شبہہ اور حرف تشبیہ محذوف ہونگے وہ بہت قوی ہو گی۔ اور

جس مین ان دونون سے کوئی مذکور ہوگا وہ بہ نسبت پہلی صورت کے ضعیف ہوگی اور
جس مین دونون ہونگے وہ سب سے زیادہ ضعیف ہوگی۔ یہانتک بیان تشبیہ ختم ہوگیا
مقصد دوم حقیقۃ اور مجاز کے بیان مین۔ ہرچند علم بیان مین مقصد اصلی بحث مجاز کی
ہے اسلیے کہ ایک معنی کو مختلف طریقون سے ادا کرنا صرف بذریعہ اقسام مجاز کے ممکن ہے
نہ بوسیلہ حقیقت کے۔ مگر اس خیال سے کہ حقیقۃ اصل ہے اور مجاز اسکی فرع ہے کیونکہ
استعمال لفظ کا اپنے اصلی معنی مین اصل ہے اور غیر موضوع لہ مین استعمال کرنا اسکی فرع ہے
بحث حقیقت اول ذکر کرتے ہین۔ حقیقۃ وہ کلمہ ہے کہ اپنے معنے اصلی مین مستعمل ہو موافق اُس
اصطلاح کے جسمین گفتگو منظور ہو مثلاً اصطلاح لغت یا شرع یا عرف مین۔ الحاصل اگر اصطلاح
لغت مین مثلاً کلام کرتے ہون پس جو لفظ اُسی اصطلاح مین کسی معنی کیواسطے بنایا گیا ہو
اور اُسکو اُسی معنی مین استعمال کرین وہ حقیقۃ ہے چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی۔ اب
فوائد قیود تعریف سنو۔ استعمال کی قید لگانے سے وہ لفظ نکلگیا جو ابتک استعمال مین نہ آیا ہو
کہ اُسکو نہ حقیقۃ کہتے ہین اور نہ مجاز۔ اور وضع کے قید نے دو چیزون کو نکالدیا۔
اول غلط کو مثلاً کوئی شخص ایک کتاب کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ یہ گھوڑا ہے پس
لفظ گھوڑے کا اس مثال مین غلط مستعمل ہوا ہے نہ وہ حقیقۃ ہے نہ مجاز۔ دوسرے اُس
مجاز کو کہ معنی اصلی مین مستعمل نہو۔ نہ اُس اصطلاح مین جسمین گفتگو کررہے ہون نہ دوسری
اصطلاح مین مثلاً شیر کسی بہادر مرد کے واسطے استعمال ہو۔ کیونکہ شیر بہادر مرد کیواسطے
کسی اصطلاح مین موضوع نہین ہے۔ اگر کوئی کہے کہ شیر مرد شجاع کیواسطے بطور استعارہ
تاویلاً موضوع ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ لفظ وضع جب مطلق بولا جاتا ہے تو اُس سے
وضع تحقیقی مراد ہوتی ہے نہ تاویلی اور استعارہ مین وضع تاویلی ہوتی ہے اور اس قید

سے کہ (موافق اُس اصطلاح کے جس مین گفتگو منظور ہو) احتراز ہوا اُس لفظ سے کہ دوسری اصطلاح مین اپنے اصلی معنی مین مستعمل ہو جیسے صلوۃ کو شرع کی اصطلاح مین بمعنے دعاء استعمال کرین۔ یہ لفظ اس معنی مین شرع کی اصطلاح مین حقیقۃ نہین ہے بلکہ مجاز ہے کیونکہ شرع مین اُس کے معنے نماز کے ہین اور لغت مین اُس کے معنے دعا کے ہین۔ مجاز وہ کلمہ ہے کہ اپنے اصلی معنی مین مستعمل نہو اور کوئی قرینہ بھی قائم ہو جس سے یہ بات معلوم ہو جاوے کہ کلمہ اپنے اصلی معنی مین مستعمل نہین ہے۔ اور چونکہ حقیقۃ مین وضع کا ہونا اور مجاز مین وضع کا نہونا معتبر ہے اس لیے وضع کے معنی بھی لکھے جاتے ہین۔ وضع کے یہ معنی ہین کہ ایک لفظ کسی معنی پر بذاتہ دلالت کرے یعنی بے واسطے قرینہ کے۔ پس بذاتہ کی قید لگانے سے مجاز خارج ہو گیا کیونکہ اُسمین قرینہ کا ہونا شرط ہے۔ اب سنو کہ حقیقۃ اور مجاز کی چار قسمین ہین۔ لغوی۔ شرعی۔ عرفی خاص۔ عرفی عام۔ یعنی اگر کوئی لفظ لغت مین کسی معنی کیواسطے وضع کیا گیا ہو اُسکو حقیقت لغوی کہتے ہین۔ اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہو اُسکو حقیقۃ شرعی کہتے ہین اور اگر خاص کسی فرقہ کی اصطلاح مین وضع کیا گیا ہو جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی وغیرہ کی اُسکو حقیقۃ عرفی خاص کہتے ہین۔ اور اگر اصطلاح عام مین وضع کیا گیا ہو اُسکو حقیقۃ عرفی عام کہتے ہین اور اسی تفصیل سے مجاز کے اقسام۔ مجاز لغوی۔ و مجاز شرعی۔ و مجاز عرفی خاص۔ و مجاز عرفی عام سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً لفظ شیر کا لغت مین ایک خاص درندہ مشہور کا نام ہے پس اگر اُسکو درندہ مذکور کے لیے استعمال کرین تو یہ حقیقت لغوی ہوگی اور اگر بمعنی بہادر مرد کے استعمال کرین تو مجاز لغوی۔ اور لفظ صلوۃ شرع شریف کی اصطلاح مین بمعنی نماز کے ہے اور لغت مین بمعنی دعا کے پس یہ لفظ شرع مین بمعنے نماز استعمال کرنا حقیقۃ شرعی ہے اور اسی اصطلاح مین بمعنی دعا استعمال کرنا مجاز شرعی۔ اور

لفظ فعل کا نحو کی اصطلاح مین موضوع ہی ماضی ۔ اور مضارع ۔ اور امر و نہی کیواسطے اور لغت مین بمعنی کرنیکے ہے پس نحو کی اصطلاح مین فعل بمعنی ماضی و مضارع وغیرہ لینا حقیقۃ عرفی خاص ہی اور اگر اُسی اصطلاح مین اُس کو بمعنے کرنے کے لین تو مجاز عرفی خاص ہوگا ۔ اور لفظ دابّہ کا عرف عام مین بمعنے حیوان چہار پایہ کے ہے ۔ مثل گھوڑے و گدھے وغیرہ کے ۔ پس اگر اُس کو اس معنی مین استعمال کرین تو حقیقۃ عرفی عام ہوگی اور اگر مثلاً بمعنے انسان استعمال کرین تو مجاز عرفی عام ہوگا ۔

پوشیدہ نرہے کہ لفظ کو مجازی معنی مین استعمال کرنے کے واسطے معنے حقیقی اور مجازی مین کسی علاقہ کا ہونا ضرور ہی کیونکہ اگر یہ علاقہ نہوگا تو استعمال لفظ کا دوسرے معنی میں غلط ہوگا جیسے ایک کتاب کی طرف اشارہ کر کے کہین کہ لے گھوڑا کیونکہ گھوڑے اور کتاب مین کچھ مناسبت اور علاقہ نہین ہی ۔ پس اگر یہ علاقہ سواے مشابہت کے کوئی اور چیز ہے تو اسکو مجاز مرسل کہتے ہین جیسا لفظ ہاتھ کا جسکے حقیقی معنی ایک خاص عضو کے ہین بمعنے قدرت وقابو کے مستعمل ہے جیسے کہتے ہین کہ وہ میرے ہاتھ تلے ہے ۔ یعنی میرے قابو اور قدرت مین ہے اور ہاتھ اور قابو مین علاقہ سبب اور مسبّب کا ہے یعنی ہاتھ قابو کا سبب ہے کیونکہ اکثر قدرت وقابو بذریعہ ہاتھ کے حاصل ہوتا ہی اور وہ افعال جو قدرت وقابو پر دلالت کرتے ہین ہاتھ سے ظہور مین آتے ہین جیسے مارنا اور کاٹنا اور پکڑنا وغیرہ ۔ پس اس مثال مین ذکر سبب اور ارادہ مسبب کا ہے اور کبھی اسکے عکس ہوتا ہے یعنی مسبب کو ذکر تے ہین اور سبب مراد لیتے ہین جیسا یون کہین کہ اناج برس رہا ہے اور مراد باران ہو جو اناج کا سبب ہے ۔ اور کبھی جزو بولتے ہین اور کل مراد لیتے ہین ۔ جیسے میر انشاءاللہ خان کے اس شعر مین ؎ دیکھ اُسکی پڑی

خاتم یاقوت مین اُنگلی ؛ مارو نے کی دیدۂ ہاروت مین اُنگلی ؛ یہان اُنگلی سے مراد اُنگلی
کی پور ہے جو اُنگلی کا جزو ہے۔ اور کبھی ظرف بولتے ہین اور مظروف مراد لیتے ہین جیسے
کہتے ہین کہ نہر جاری ہے اور پرنالہ بہتا ہے۔ نہر و پرنالہ ظرف ہے اور مراد اُن سے
مظروف یعنی پانی ہے۔ سوائے ازین علاقہ مجاز کے بہت سے ہوتے ہین چنانچہ مسائل پہ
پوشیدہ نہین ہے۔ اور اگر یہ علاقہ مشابہت کا ہو تو اُسکو استعارہ کہتے ہین۔ پس اگر
مشبہ بہ مذکور ہو اور مشبہ متروک تو اُسکو استعارہ تصریحیہ کہتے ہین مثلاً ماہ یا آفتاب
کہین اور اُس سے معشوق یا اُسکا رخسار مراد لین۔ یا نرگس اور بادام اور صاد کہین اور چشم
مراد لین۔ اسیطرح کا استعارہ میر انشاء اللہ خان کے اس شعر مین ہے ؎ اچھا جو خفا ہمسے
ہو تم اے صنم اچھا ؛ لو ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا ؛ صنم سے مراد معشوق مثل
صنم ہے پس مشبہ بہ ذکر کیا اور مشبہ مراد لی گئی۔ اسکو استعارہ تصریحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ
یہان مشبہ بہ کا مشبہ کے واسطے استعارہ لینا ظاہر ہے۔ اور اگر مشبہ بہ کو ترک اور
مشبہ کو ذکر کرین تو اُسکو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین جیسے مرزا غالب کے اس شعر مین ؎
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیئے ؛ ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیئے ؛ یہان ظاہر
ہے کہ خامہ انگشت بدندان اور ناطقہ سر بگریبان نہین ہو سکتے کیونکہ یہ صفتین ذوی العقول
کی ہین پس معلوم ہوا کہ خامہ اور ناطقہ کو انسان متحیر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ
یعنے انسان متحیر کو متروک کیا ہے اور مشبہ یعنے خامہ اور ناطقہ کو مذکور۔ اسکو استعارہ
بالکنایہ اسواسطے کہتے ہین کہ اسکا استعارہ کرنا صریح نہین معلوم ہوتا اور تصریح نکرنیکا
نام کنایہ ہے الحاصل یہ استعارہ بطریق کنایہ کے ہوا۔ اب سنو کہ استعارہ مین یہ دعوی کیا
جاتا ہے کہ مشبہ عین مشبہ بہ کا ہے خواہ مشبہ بہ مذکور ہو جیسا استعارہ تصریحیہ مین

اور خواہ متروک جیسا استعارہ بالکنایہ مین اور دونون صورتون مین مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہین اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے معنے پر دلالت کرے مستعار اور مشبہ کے معنی کو مستعار لہ۔ مثلاً اس مثال مین کہ زید شیر ہے۔ معنی شیر کے مستعار منہ ہین یعنے مانگا ہوا اُس سے اور لفظ شیر کا مستعار یعنی مانگا ہوا۔ کیونکہ شیر اصل درندہ معروف کا نام ہے اور جب مرد شجاع کیواسطے بولا گیا تو گویا اس لفظ کو اُس سے مانگ لیا اور معنی زید کے یعنی شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی مانگا ہوا اُسکے واسطے اسلیے کہ لفظ شیر کا اُسکے واسطے مانگ لیا ہے۔ اب واضح ہو کہ علما نے اختلاف کیا ہے اس امر مین کہ استعارہ مجاز لغوی ہے یا مجاز عقلی۔ مجاز عقلی کے یہ معنی ہین کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک استعارہ مجاز لغوی ہے یعنی وہ ایسا لفظ ہے جو اپنے اصلی معنی مین مستعمل نہین بلکہ اُسکے غیر مین استعمال کیا گیا ہے مشابہت کی جہت سے۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ مثلاً ہمنے کسی کو شیر کہا بسبب علاقہ شجاعت کے۔ تو یہان لفظ شیر کا حیوان درندہ کے واسطے بنایا گیا ہے نہ مرد شجاع کے واسطے اور نہ ایسے معنی کے واسطے کہ وہ عام ہون کہ مرد شجاع پر بھی ان کا اطلاق صحیح ہو اور درندہ مشہور پر بھی۔ جیسا لفظ شجاع کا کہ دونون پر صادق آتا ہے۔ البتہ اگر لفظ معنے عام مذکور کے واسطے بنایا جاتا تو اس کا اطلاق ہر ایک مرد شجاع اور حیوان مخصوص پر درست ہوتا اور چونکہ وضع اُسکی خاص درندہ معروف کے واسطے ہے پس اطلاق اُسکا مرد شجاع پر بطریق مجاز ہے اور یہ اطلاق ہے ایسے معنی پر جو لغوی معنی کے غیر ہے پس مجاز لغوی ہوا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ استعارہ مجاز عقلی ہے یعنی وہ امر عقلی مین تصرف کر لینے کا نام ہے اسواسطے کہ اُسکا اطلاق مشبہ پر اسطرح ہوتا ہے کہ مشبہ کو جنس مشبہ بہ مین داخل مان لیتے ہین پس استعارہ مین اطلاق لفظ شیر کا مرد بہادر پر

استعمال لفظ کا اپنے حقیقی معنی پر ہوا اور یہ مان لینا تعلق عقل سے رکھتا ہے نہ لغت
سے۔ خلاصہ یہ کہ مثلاً زید درحقیقت شیر نہ تھا مگر اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھیرالیا اور جو چیز
واقع مین نہو اُس کو واقعی ٹھیرا لینے کو مجاز عقلی کہتے ہین۔ پس استعارہ مجاز عقلی ہوا نہ لغوی
اور اگر مشبہ جنس مشبہ بہ سے نہ مانا جاوے تو تعجب و حیرانی خلق اس قطعہ مین درست
نہوگی ؎ بیان زلف و رخِ یار کیا کرے کوئی ٭ کہ اُس نے زلف کو چہرے سے جب
اُٹھا لی رات ٭ تو سارے لوگ یہ کہتے تھے کیا قیامت ہے ٭ کہ آفتاب بھی نکلا ہے
اور ہے کالی رات ٭ کیونکہ اگر زلف و رُخ کو رات اور آفتاب کی جنس سے نہ فرض کرلیا
جاوے تو لوگون کا تعجب اور اُنکی حیرت بالکل بے معنی ہوگی اسواسطے کہ سیاہ اور روشن
چیزونکا ایک جا جمع ہونا مطلقاً عجیب نہین ہے۔ ہان البتہ اگر خاص سیاہ مثل شب کی اور
خاص روشن مثل آفتاب کی ایک جا جمع ہووین تو تعجب ہے۔ پس یہان زلف کو بعینہ شب اور
رخ کو بعینہ آفتاب مان لیا ہے اور اسی لیے تعجب درست ہوگیا اور اگر عینیت نہ مانی جاوے
تو کوئی تعجب کا مقام نتھا اور ایسا ہی ناسخ کے اس شعر مین ؎ ازل سے دشمنی
طاؤس و مار آلیسمین رکھتے ہین ٭ دلِ پرداغ کو سودا ہے کیون زلفِ پریشان کا ٭
اگر دلِ پرداغ کو طاؤس حقیقی اور زلف کو سانپ حقیقی نہ مان لیا جاوے تو متعجبانہ
استفسار شاعر کا درست نہوگا کیونکہ داغدار اور کالی چیزین کچھ منافات نہین ہے
اور اسی لیے تعجب کی نفی اس شعر مین درست نہوگی۔ ؎ وہ نہ آئے شب وعدہ
تو تعجب کیا ہے ٭ رات کو کس نے ہے خورشید درخشان دیکھا ٭ اگر معشوق کو
خورشید حقیقی نہ مان لیا جاوے تو نفی تعجب صحیح نہوگی کیونکہ رات کو شخص حسین خورشید
رو کا آنا مقام تعجب نہین ہے۔ مگر یہ قول نادرست و مردود ہے اسطرح پر کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ

ٹھیرانے سے یہ لازم نہین آتا کہ استعارہ معنی اصلی مین مستعمل ہو کیونکہ ہم قطعاً جانتے ہین
کہ لفظ آفتاب کا بنایا گیا ہی ایک جرم روشن خاص کیواسطے اور حسین شخص مین مجازاً
استعمال کیا گیا ہے اور تعجب کرنا اور تعجب سے منع کرنا اسواسطے ہے کہ گویا مشابہت قطعاً
فراموش ہو گئی ہے تاکہ مبالغہ کامل پایا جاوے۔ تحقیق اُسکی یہ ہے کہ جو شخص مثلاً شیر کے لفظ
کو شجاع مرد کے واسطے استعارہ کرتا ہی وہ شیر کے افراد بطریق تاویل دو قسم کے کرتا ہی ایک
قسم متعارف یعنی وہ حیوان جسمین نہایت جرأت و دلاوری ہی اُس جسم اور ہیئت او سنگل اور دانت
اور حملہ وغیرہ کے ساتھ۔ دوسرے غیر متعارف کہ اُس مین نہایت جرأت و دلاوری ہو اور اُسکی
شکل اور وضع مثل اول کے نہو بلکہ مثل انسان کی ہو۔ اور لفظ شیر کے اصلی معنی قسم متعارف کے
ہین پس جب لفظ شیر کا بولے اور اُس سے غیر متعارف مراد ہووے تو استعمال لفظ کا اپنے اصلی
معنی مین نہوا بلکہ غیر اصلی مین اور ایسے موقع پر قرینہ اس بات کا موجود ہوتا ہی کہ معنی اصلی مراد
نہین ہین پس معنی غیر متعارف معین و مقرر ہو جاتے ہین۔ اب یہ معلوم کرو کہ استعارہ اور
جھوٹ مین یہ فرق ہی کہ استعارہ مین مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس سے ٹھیرا لیتے ہین اور معنی
اصلی کے ارادہ نکرنے پر کوئی قرینہ قائم کر دیتے ہین اور جھوٹ مین یہ دونوں امر نہین ہوتے
بلکہ جھوٹا آدمی کوشش کرتا ہی کہ میری کلام کے ظاہری معنی درست ہو جاوین اور ارادہ خلاف
ظاہر کا قرینہ قائم کرے یا اپنے کلام کو تاویل ادعائی پر مبنی رکھے تو ہرگز اُسکا ارادہ پورا نہو گا
اور یہ بھی سن لو کہ علم مین استعارہ نہین ہو سکتا کیونکہ استعارہ مین مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس
ٹھیراتے ہین اور علم چونکہ خاص ہوتا ہی اشتراک اور جنسیت کو منع کرتا ہی ہان اگر علم مین کوئی
وصف ہو تو وہان اطلاق تاویلی درست ہو جاتا ہی جیسا کہ حاتم مین وصف سخاوت اور سحبان مین
وصف فصاحت ہے۔ اس صورت مین حاتم بمعنی سخی اور سحبان بمعنی فصیح لیا جا سکتا ہی پس

اس تاویل سے وہ دونوں اشخاص متعارف اور غیر متعارف کو شامل ہو سکتے ہین اور
اُن کا اطلاق حاتم طائی اور سحبان وائل پر حقیقۃً ہوگا اور اور سخیون اور فصیحون پر
استعارہ یاد رکھو کہ استعارہ کا قرینہ کبھی ایک چیز ہوتی ہے جیسا اس مثال مین ع ہم نے
دیکھا شیر تیر انداز کو ٭ تیر انداز قرینہ ہے اس بات کا کہ یہان شیر کے معنی حقیقی یعنی حیوان درندۂ
خاص مراد نہین ہین - اور یا کئی چیز دو ہون یا زیادہ کہ ہر ایک اُن مین سے قرینہ ہو جیسا غالب
کے اس شعر مین ع خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے ٭ ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا
کہیے ٭ اس شعر مین دو استعارے ہین استعارہ اول مین انگشت اور دندان اور استعارہ دوم
مین سر و گریبان اس بات کا قرینہ ہے کہ یہان خامہ اور ناطقہ کو انسان متحیر سے تشبیہ دی ہے

واضح ہو کہ استعارہ کی چند قسمین ہین اور ہم اُنکی چند فوائد مین شرح کرینگے

فائدہ اول استعارہ باعتبار طرفین یعنی مستعار منہ اور مستعار لہ کے دو قسم کا ہوتا ہے -
اول یہ کہ مستعار منہ اور مستعار لہ ایک شئے مین جمع ہو سکین مثلاً لفظ زندگی کا بولین اور مراد
اس سے ہدایت لین اور ایسا ہی اگر آنکھون والے سے صاحب علم اور اندھے سے
جاہل قصد کرین - کیونکہ زندگی اور ہدایت یا آنکھین اور علم اور نابینائی اور جہالت ایک ہر
مین اکٹھی ہو سکتی ہین یعنے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص زندہ بھی ہو اور ہدایت بھی رکھتا ہو
یا ایک شخص آنکھین اور علم دونون رکھتا ہو اور اندھا بھی ہو اور جاہل بھی اس استعارہ کو
وفاقیہ کہتے ہین - وفاق کے معنی موافقت کرنیکے ہین اور اس استعارہ مین مستعار منہ
اور مستعار لہ ایک شئے مین اکٹھے ہو سکتے ہین گویا ان دونون مین موافقت ہے - دوسری
قسم یہ ہے کہ اُن دونون کا ایک مین اکٹھا ہونا محال ہو - مثلاً شخص مردہ اور نیک نام کو

بسبب شہرت کے زندہ کہین اُسکو عنادیہ کہتے ہین اسواسطے کہ عناد بمعنے دشمنی کے
ہی اور یہان طرفین استعارہ یعنی موت اور زندگی ایک شئے مین جمع نہین ہوسکتے گویا آپس
مین دشمنی رکہتے ہین - اور عنادیہ کے قبیل سے ہے - بخیل کو حاتم یا نامرد کو رستم
کہنا بطریق ظرافت اور ہنسی کے -

فائدہ دوم - استعارہ باعتبار وجہ جامع یعنی وجہ تشبیہ کی چار قسم ہے - اوّل یہ کہ جامع
طرفین کے مفہوم مین داخل ہو یعنی اُنکے معنون کا جزو مثلاً تیز رفتاری کو اُڑنا کہا جاوے
جیساکہ زید کا گھوڑا اُڑتا ہے - یہان وجہ جامع قطع مسافت مستعارمنہ اور مستعار لہ
مین داخل ہے مگر مستعارمنہ یعنی اُڑنے مین بہ نسبت مستعار لہ یعنی دوڑنے کے ظاہر و
قوی تر ہے - قسم دوم یہ کہ اُنکے مفہوم سے خارج ہو مثلاً استعارہ شیر کا مرد شجاع
کیواسطے - شیر کے معنے حیوان مشہور کے ہین اور شجاعت اُسکا وصف ہے اور اسیطرح
شجاعت مرد کا وصف ہی اور یہ وصف دونو نکے مفہوم سے خارج ہے - قسم سوم یہ ہی کہ
وجہ جامع بے تامل و فکر کے معلوم ہوجاوے اسکا بیان تشبیہ مین گزرا - مثلاً استعارہ شیر کا
مرد شجاع کیواسطے اس مثال مین - مینے تیر انداز شیر دیکھا - اور ایساہی استعارہ نرگس اور سرو کا
واسطے زلف و قد کے - اسطرحکے استعارہ کو عامیہ اور مبتذلہ کہتے ہین - سواسطے کہ اس قسم کا استعارہ
عوام مین زیادہ مستعمل ہوتا ہی - قسم چہارم یہ کہ وجہ جامع کو سوای خواص اور اہل فہم کے اور کوئی
دریافت نکرسکے اس استعارہ کو غریبہ کہتے ہین مثلاً صراحی کی آوازکو ہچکی سے استعارہ کرین جیسا
اس شعر مین ؎ سخان یہان ہین ہمارے قلقل مینا نہوئیگا ✿ مئی رنگین کا شیشہ ہچکیان لے
لیکے روویگا ✿ وجہ جامع اسمین آواز کا رُک رُک کر نکلنا ہی اور یہ امر عوام دریافت نہین کرسکتے
خواص ہی سمجھتے ہین - ایساہی ذوق کے ان اشعار مین ؎ نہ موج مئے کو ہو پیچش نہ

سے کہ (موافق اُس اصطلاح کے جس مین گفتگو منظور ہو) احتراز ہوا اُس لفظ سے کہ دوسری
اصطلاح مین اپنے اصلی معنی مین مستعمل ہو جیسے صلوۃ کو شرع کی اصطلاح مین بمعنے
دعاء استعمال کرین۔ یہ لفظ اس معنی مین شرع کی اصطلاح مین حقیقۃ نہین ہے بلکہ مجاز ہے
کیونکہ شرع مین اُس کے معنے نماز کے ہین اور لغت مین اُس کے معنے دعا کے ہین۔
مجاز وہ کلمہ ہے کہ اپنے اصلی معنی مین مستعمل نہو اور کوئی قرینہ بھی قائم ہو جس سے یہ بات
معلوم ہو جاوے کہ کلمہ اپنے اصلی معنی مین مستعمل نہین ہے۔ اور چونکہ حقیقۃ مین وضع کا ہونا
اور مجاز مین وضع کا نہونا معتبر ہے اس لیے وضع کے معنی بھی لکھے جاتے ہین۔ وضع کے
یہ معنی ہین کہ ایک لفظ کسی معنی پر بذاتہ دلالت کرے یعنی بے واسطے قرینہ کے۔ پس بذاتہ
کی قید لگانے سے مجاز خارج ہو گیا کیونکہ اُسمین قرینہ کا ہونا شرط ہے۔ اب سنو کہ حقیقۃ اور
مجاز کی چار قسمین ہین۔ لغوی۔ شرعی۔ عرفی خاص۔ عرفی عام۔ یعنی اگر کوئی لفظ لغت مین کسی
معنی کیواسطے وضع کیا گیا ہو اُسکو حقیقت لغوی کہتے ہین۔ اور اگر شرع مین وضع کیا گیا ہو
اُسکو حقیقۃ شرعی کہتے ہین اور اگر خاص کسی فرقہ کی اصطلاح مین وضع کیا گیا ہو جیسے نحوی یا
صرفی یا منطقی وغیرہ کی اُسکو حقیقۃ عرفی خاص کہتے ہین۔ اور اگر اصطلاح عام مین وضع
کیا گیا ہو اُسکو حقیقۃ عرفی عام کہتے ہین اور اسی تفصیل سے مجاز کے اقسام۔ مجاز لغوی۔
مجاز شرعی۔ و مجاز عرفی خاص۔ و مجاز عرفی عام سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً لفظ شیر کا لغت مین
ایک خاص درندہ مشہور کا نام ہے پس اگر اُسکو درندہ مذکور کے لیے استعمال کرین تو یہ حقیقت
لغوی ہوگی اور اگر بمعنی بہادر مرد کے استعمال کرین تو مجاز لغوی۔ اور لفظ صلوۃ شرع شریف
کی اصطلاح مین بمعنی نماز کے ہے اور لغت مین بمعنی دعا کے پس یہ لفظ شرع مین بمعنے نماز
استعمال کرنا حقیقۃ شرعی ہے اور اسی اصطلاح مین بمعنی دعا استعمال کرنا مجاز شرعی۔ اور

لفظ فعل کا نحو کی اصطلاح مین موضوع ہی ماضی۔ اور مضارع۔ اور امر و نہی کیواسطے اور لغت مین بمعنی کرنیکے ہے پس نحو کی اصطلاح مین فعل بمعنی ماضی و مضارع وغیرہ لینا حقیقۃ عرفی خاص ہی اور اگر اسی اصطلاح مین اُس کو بمعنے کرنے کے لین تو مجاز عرفی خاص ہوگا۔ اور لفظ دابہ کا عرف عام مین بمعنے حیوان چہارپایہ کے ہے مثل گھوڑے و گدھے وغیرہ کے۔ پس اگر اُس کو اس معنی مین استعمال کرین تو حقیقۃ عرفی عام ہوگی اور اگر مثلاً بمعنے انسان استعمال کرین تو مجاز عرفی عام ہوگا۔

پوشیدہ نرہے کہ لفظ کو مجازی معنی مین استعمال کرنے کے واسطے معنے حقیقی اور مجازی مین کسی علاقہ کا ہونا ضرور ہی کیونکہ اگر یہ علاقہ نہوگا تو استعمال لفظ کا دوسرے معنی مین غلط ہوگا جیسے ایک کتاب کی طرف اشارہ کرکے کہین کہ لے گھوڑا کیونکہ گھوڑے اور کتاب مین کچھ مناسبت اور علاقہ نہین ہی۔ پس اگر یہ علاقہ سوائے مشابہت کے کوئی اور چیز ہے تو اسکو مجاز مرسل کہتے ہین جیسا لفظ ہاتھ کا جسکے حقیقی معنی ایک خاص عضو کے ہین بمعنے قدرت وقابو کے مستعمل ہے جیسے کہتے ہین کہ وہ میرے ہاتھ تلے ہے۔ یعنی میرے قابو اور قدرت مین ہے اور ہاتھ اور قابو مین علاقہ سبب اور مسبّب کا ہے یعنی ہاتھ قابو کا سبب ہے کیونکہ اکثر قدرت وقابو بذریعہ ہاتھ کے حاصل ہوتا ہی اور وہ افعال جو قدرت وقابو پر دلالت کرتے ہین ہاتھ سے ظہور مین آتے ہین جیسے مارنا اور کاٹنا اور پکڑنا وغیرہ۔ پس اس مثال مین ذکر سبب اور ارادہ مسبب کا ہی اور کبھی اسکے عکس ہوتا ہے یعنی مسبب کو ذکر تے ہین اور سبب مراد لیتے ہین جیسا یون کہین کہ اناج برس رہا ہے اور مراد باران ہو جو اناج کا سبب ہے۔ اور کبھی جزو بولتے ہین اور کل مراد لیتے ہین۔ جیسے میر انشاء اللہ خان کے اس شعر مین ؎ دیکھ اُسکی پڑی

خاتم یاقوت مین انگلی ۔ ماروبنی کی دیدۂ ہاروت مین انگلی ۔ یہان انگلی سے مراد انگلی کی پور ہے جو انگلی کا جزو ہے۔ اور کبھی ظرف بولتے ہین اور مظروف مراد لیتے ہین جیسے کہتے ہین کہ نہر جاری ہے اور پرنالہ بہتا ہے۔ نہر و پرنالہ ظرف ہے اور مراد آن سے مظروف یعنی پانی ہے۔ سوا اسے ازین علاقہ مجاز کے بہت سے ہوتے ہین چنانچہ مثال پر پوشیدہ نہین ہے۔ اور اگر یہ علاقہ مشابہت کا ہو تو اسکو استعارہ کہتے ہین۔ پس اگر مشبہ بہ مذکور ہو اور مشبہ متروک تو اسکو استعارہ تصریحیہ کہتے ہین مثلاً ماہ و یا آفتاب کہین اور اس سے معشوق یا اسکا رخسار مراد لین۔ یا نرگس اور بادام اور صاد کہین اور چشم مراد لین۔ اسطرح کا استعارہ میر انشاء اللہ خان کے اس شعر مین ہے ؎ اچھا جو خفا ہم سے ہو تم اے صنم اچھا ۔ لو ہم بھی نہ بولین گے خدا کی قسم اچھا ۔ صنم سے مراد معشوق مثل صنم ہے پس مشبہ بہ ذکر کیا اور مشبہ مراد لی گئی۔ اسکو استعارہ تصریحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ یہان مشبہ بہ کا مشبہ کے واسطے استعارہ لینا ظاہر ہے۔ اور اگر مشبہ بہ کو ترک اور مشبہ کو ذکر کرین تو اسکو استعارہ بالکنایہ کہتے ہین جیسے مرزا غالب کے اس شعر مین ؎ خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیئے ۔ ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیئے ۔ یہان ظاہر ہے کہ خامہ انگشت بدندان اور ناطقہ سر بگریبان نہین ہو سکتے کیونکہ یہ صفتین ذوی العقول کی ہین پس معلوم ہوا کہ خامہ اور ناطقہ کو انسان متحیر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ یعنے انسان متحیر کو متروک کیا ہے اور مشبہ یعنے خامہ اور ناطقہ کو مذکور۔ اسکو استعارہ بالکنایہ اسواسطے کہتے ہین کہ اسکا استعارہ کرنا صریح نہین معلوم ہوتا اور تصریح نکرنیکا نام کنایہ ہے الحاصل یہ استعارہ بطریق کنایہ کے ہوا۔ اب سنو کہ استعارہ مین یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مشبہ عین مشبہ بہ کا ہے خواہ مشبہ بہ مذکور ہو جیسا استعارہ تصریحیہ مین

اور خواہ متروک جیسا استعارہ بالکنایہ مین اور دونون صورتون مین مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہین اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے معنے پر دلالت کرے مستعار اور مشبہ کے معنی کو مستعار لہ۔ مثلاً اس مثال مین کہ زید شیر ہے۔ معنی شیر کے مستعار منہ ہین یعنے مانگا ہوا اُس سے اور لفظ شیر کا مستعار یعنی مانگا ہوا۔ کیونکہ شیر اصل درندہ معروف کا نام ہے اور جب مرد شجاع کیواسطے بولا گیا تو گویا اس لفظ کو اُس سے مانگ لیا اور معنی زید کے یعنی شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی مانگا ہوا اُسکے واسطے اسلیے کہ لفظ شیر کا اُسکے واسطے مانگ لیا ہے۔ اب واضح ہو کہ علما نے اختلاف کیا ہے اس امر مین کہ استعارہ مجاز لغوی ہے یا مجاز عقلی۔ مجاز عقلی کے یہ معنی ہین کہ ایک امر عقلی مین تصرف کیا گیا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک استعارہ مجاز لغوی ہے یعنی وہ ایسا لفظ ہے جو اپنے اصلی معنی مین مستعمل نہین بلکہ اُسکے غیر مین استعمال کیا گیا ہے مشابہت کی جہت سے۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ مثلاً ہمنے کسی کو شیر کہا بسبب علاقہ شجاعت کے۔ تو یہان لفظ شیر کا حیوان درندہ کے واسطے بنایا گیا ہے نہ مرد شجاع کے واسطے اور نہ ایسے معنی کے واسطے کہ وہ عام ہون کہ مرد شجاع پر بھی ان کا اطلاق صحیح ہو اور درندہ مشہور پر بھی۔ جیسا لفظ شجاع کا کہ دونون پر صادق آتا ہے۔ البتہ اگر لفظ معنے عام مذکور کے واسطے بنایا جاتا تو اس کا اطلاق ہر ایک مرد شجاع اور حیوان مخصوص پر درست ہوتا اور چونکہ وضع اُسکی خاص درندہ معروف کے واسطے ہے پس اطلاق اُسکا مرد شجاع پر بطریق مجاز ہے اور یہ اطلاق ہے ایسے معنی پر جو لغوی معنی کے غیر ہے پس مجاز لغوی ہوا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ استعارہ مجاز عقلی ہے یعنی وہ امر عقلی مین تصرف کر لینے کا نام ہے اسواسطے کہ اُسکا اطلاق مشبہ پر اسطرح ہوتا ہے کہ مشبہ کو جنس مشبہ بہ مین داخل مان لیتے ہین پس استعارہ مین اطلاق لفظ شیر کا مرد بہادر پر

استعمال لفظ کا اپنے حقیقی معنی پر ہوا اور یہ مان لینا تعلق عقل سے رکھتا ہے نہ لغت سے۔ خلاصہ یہ کہ مثلاً زید درحقیقت شیر نہ تھا مگر اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھیرا لیا اور جو چیز واقع مین نہو اُس کو واقعی ٹھیرا لینے کو مجاز عقلی کہتے ہین۔ پس استعارہ مجاز عقلی ہوا نہ لغوی اور اگر مشبہ جنس مشبہ بہ سے نہ مانا جاوے تو تعجب و حیرانی خلق اس قطعہ مین درست نہو گی ؎ بیان زلف و رخ یار کیا کرے کوئی ؛ کہ اُس نے زلف کو چہرے سے جب اُٹھا لی رات ؛ تو سارے لوگ یہ کہتے تھے کیا قیامت ہے ؛ کہ آفتاب بھی نکلا ہے اور ہے کالی رات ؛ کیونکہ اگر زلف و رُخ کو رات اور آفتاب کی جنس سے نہ فرض کر لیا جاوے تو لوگون کا تعجب اور اُنکی حیرت بالکل بے معنی ہو گی اسواسطے کہ سیاہ اور روشن چیزونکا ایک جا جمع ہونا مطلقاً عجیب نہین ہی۔ ہان البتہ اگر خاص سیاہ مثل شب کی اور خاص روشن مثل آفتاب کی ایک جا جمع ہووین تو تعجب ہی۔ پس یہان زلف کو بعینہ شب اور رُخ کو بعینہ آفتاب مان لیا ہی اور اسی لیے تعجب درست ہو گیا اور اگر عینیتہ نہ مانی جاوے تو کوئی تعجب کا مقام نتھا اور ایسا ہی ناسخ کے اس شعر مین ؎ ازل سے دشمنی طاؤس و مار آپسمین رکھتے ہین ؛ دل پُر داغ کو سودا ہے کیون زلفِ پریشان کا ؛ اگر دل پر داغ کو طاؤس حقیقی اور زلف کو سانپ حقیقی نہ مان لیا جاوے تو متعجبانہ استفسار شاعر کا درست نہو گا کیونکہ داغدار اور کالی چیزین کچھ منافات نہین ہی اور اسی لیے تعجب کی نفی اس شعر مین درست نہو گی۔ ؎ وہ نہ آئے شب وعدہ تو تعجب کیا ہی ؛ رات کو کس نے ہے خورشید درخشان دیکھا ؛ اگر معشوق کو خورشید حقیقی نہ مان لیا جاوے تو نفی تعجب صحیح نہو گی کیونکہ رات کو شخص حسین خورشید رو کا آنا مقام تعجب نہین ہی۔ مگر یہ قول نادرست و مردود ہی اسطرح پر کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ

ٹھیرانے سے یہ لازم نہین آتا کہ استعارہ معنی اصلی مین مستعمل ہو کیونکہ ہم قطعاً جانتے ہین
کہ لفظ آفتاب کا بنایا گیا ہی ایک جسم روشن خاص کیواسطے اور حسین شخص مین مجازاً
استعمال کیا گیا ہے اور تعجب کرنا و تعجب سے منع کرنا اسواسطے ہے کہ گویا مشابہت قطعاً
فراموش ہوگئی ہے تاکہ مبالغہ کامل پایا جاوے۔ تحقیق اسکی یہ ہے کہ جو شخص مثلاً شیر کے لفظ
کو شجاع مرد کے واسطے استعارہ کرتا ہی وہ شیر کے افراد بطریق تاویل دو قسم کے کرتا ہی ایک
قسم متعارف یعنی وہ حیوان جسمین نہایت جرأت و دلاوری ہی اُس جسم اور ہیئت او جنگل اور ذاتہ
اور حملہ وغیرہ کے ساتھ۔ دوسرے غیر متعارف کہ اُس مین نہایت جرأت و دلاوری ہو اور اسکی
شکل اور وضع مثل اول کے نہو بلکہ مثل انسان کی ہو۔ اور لفظ شیر کے اصلی معنی قسم متعارف کے
ہین پس جب لفظ شیر کا بولے اور اُس سے غیر متعارف مراد ہووے تو استعمال لفظ کا اپنے اصلی
معنی مین نہوا بلکہ غیر اصلی مین اور ایسے موقع پر قرینہ اس بات کا موجود ہوتا ہی کہ معنی اصلی مراد
نہین ہین پس معنی غیر متعارف معین و مقرر ہو جاتے ہین۔ اب یہ معلوم کرو کہ استعارہ اور
جھوٹ مین یہ فرق ہی کہ استعارہ مین مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس سے ٹھیرا لیتے ہین اور معنی
اصلی کے ارادہ نکرنے پر کوئی قرینہ قائم کردیتے ہین اور جھوٹ مین یہ دونون امر نہین ہوتے
بلکہ جھوٹا آدمی کوشش کرتا ہی کہ میری کلام کے ظاہری معنی درست ہوجاوین اور ارادہ خلاف
ظاہر کا قرینہ قائم کرے یا اپنے کلام کو تاویل ادعائی پر مبنی رکھے تو ہرگز اُسکا ارادہ پورا نہوگا
اور یہ بھی سن لو کہ علَم مین استعارہ نہین ہوسکتا کیونکہ استعارہ مین مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس
ٹھیراتے ہین اور علَم چونکہ خاص ہوتا ہی اشتراک اور جنسیت کو منع کرتا ہی ہان اگر علَم مین کوئی
وصف ہو تو وہان اطلاق تاویلی درست ہوجاتا ہی جیسا کہ حاتم مین وصف سخاوت اور سحبان مین
وصف فصاحت ہے۔ اس صورت مین حاتم بمعنی سخی اور سحبان بمعنی فصیح لیا جاسکتا ہی پس

اس تاویل سے وہ دونون اشخاص متعارف اور غیر متعارف کو شامل ہو سکتے ہین اور
اُن کا اطلاق حاتم طائی اور سحبان وائل پر حقیقۃً ہوگا اور اور سخیون اور فصیحون پر
استعارہ یاد رکھو کہ استعارہ کا قرینہ کبھی ایک چیز ہوتی ہے جیسا اس مثال مین ۔ ہم نے
دیکھا شیر تیر انداز کو ۔ تیر انداز قرینہ ہے اس بات کا کہ یہان شیر کے معنی حقیقی یعنی حیوان درندہ
خاص مراد نہین ہین ۔ اور یا کئی چیز دو ہون یا زیادہ کہ ہر ایک اُن مین سے قرینہ ہو جیسا غالب
کے اس شعر مین ۔ خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے ۔ ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا
کہیے ۔ اس شعر مین دو استعارے ہین استعارہ اول مین انگشت اور دندان اور استعارہ دوم
مین سر گریبان اس بات کا قرینہ ہے کہ یہان خامہ اور ناطقہ کو انسان متحیر سے تشبیہ دی ہے ۔

واضح ہو کہ استعارہ کی چند قسمین ہین اور ہم انکی چند فوائد مین شرح کرینگے

فائدہ اول استعارہ باعتبار طرفین یعنی مستعار منہ اور مستعار لہ کے دو قسم کا ہوتا ہے ۔
اول یہ کہ مستعار منہ اور مستعار لہ ایک شئے مین جمع ہو سکین مثلاً لفظ زندگی کا بولین اور مراد
اُس سے ہدایت لین اور ایسا ہی اگر آنکھون والے سے صاحب علم اور اندھے سے
جاہل قصد کرین ۔ کیونکہ زندگی اور ہدایت یا آنکھین اور علم اور نابینائی اور جہالت ایک شخص
مین اکٹھی ہو سکتی ہین یعنے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص زندہ بھی ہو اور ہدایت بھی رکھتا ہو
یا ایک شخص نہ آنکھین اور علم دونون رکھتا ہو اور اندھا بھی ہو اور جاہل بھی اس استعارہ کو
وفاقیہ کہتے ہین ۔ وفاق کے معنی موافقت کرنیکے ہین اور اس استعارہ مین مستعار منہ
اور مستعار لہ ایک شئے مین اکٹھے ہو سکتے ہین گویا ان دونون مین موافقت ہے ۔ دوسری
قسم یہ ہے کہ اُن دونون کا ایک مین اکٹھا ہونا محال ہو ۔ مثلاً شخص مردہ اور نیک نام کو

بسبب شہرت کے زندہ کہین اُسکو عنادیہ کہتے ہین اسواسطے کہ عناد بمعنے دشمنی کے
ہی اور یہان طرفین استعارہ یعنی موت اور زندگی ایک شئے مین جمع نہین ہوسکتے گویا آپس
مین دشمنی رکھتے ہین۔ اور عنادیہ کے قبیل سے ہے۔ بخیل کو حاتم یا نامرد کو رستم
کہنا بطریق ظرافت اور ہنسی کے۔

فائدہ دوم۔ استعارہ باعتبار وجہ جامع یعنی وجہ تشبیہ کی چار قسم ہے۔ اوّل یہ کہ جامع
طرفین کے مفہوم مین داخل ہو یعنی اُنکے معنون کا جزو مثلاً تیز رفتاری کو اُڑنا کہا جاوے
جیساکہ زید کا گھوڑا اُڑتا ہے۔ یہان وجہ جامع قطع مسافت مستعار منہ اور مستعار لہ
مین داخل ہے مگر مستعار منہ یعنی اُڑنے مین بہ نسبت مستعار لہ یعنی دوڑنے کے ظاہر و
قوی تر ہے قسم دوم یہ کہ اُنکے مفہوم سے خارج ہو مثلاً استعارہ شیر کا مرد شجاع
کیواسطے۔ شیر کے معنے حیوان مشہور کے ہین اور شجاعت اُسکا وصف ہے اور اسیطرح
شجاعت مرد کا وصف ہی اور یہ وصف دونو نکے مفہوم سے خارج ہے۔ قسم سوم یہ ہی کہ
وجہ جامع بے تامل وفکر کے معلوم ہوجاوے اسکا بیان تشبیہ مین گزرا۔ مثلاً استعارہ شیر کا
مرد شجاع کیواسطے اس مثال مین۔ مینے تیر انداز شیر دیکھا۔ اور ایسا ہی استعارہ زنگی اور سرو کا
واسطے زلف وقد کے۔ اسطرحکے استعارہ کو عامیہ اور مبتذلہ کہتے ہین۔ اسواسطے کہ اس قسم کا استعارہ
عوام مین زیادہ مستعمل ہوتا ہی۔ قسم چہارم یہ کہ وجہ جامع کو سوای خواص اور اہل فہم کے اور کوئی
دریافت نکرسکے اس استعارہ کو غریبہ کہتے ہین مثلاً صراحی کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کرین جیسا
اس شعر مین ؎ مغان یہان بن ہمارے قلقل مینا نہووےگا ٭ مئی رنگین کا شیشہ ہچکیان لے
لیکے رووےگا ٭ وجہ جامع اسمین آواز کا رک رک کر نکلنا ہی اور یہ امر عوام دریافت نہین کرسکتے
خواص ہی سمجھتے ہین۔ ایسا ہی ذوق کے ان اشعار مین ؎ نہ موج مے کو ہو پیچش نہ

شیشہ لے ہچکی ⁂ گئی جہان سے یہ بیماری فراق و زچیر ⁂ نہ برق کو تپ ⁂ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام
نہ آب مین ہو رطوبت نہ خاک مین تبخیر ⁂ موج مے کو پیچش اور صراحی کی آواز کو ہچکی سے
اور اضطراب برق کو تپ و لرزہ سے اور رطوبت ابر کو زکام سے اور تری آب کو مرض رطوبت سے
اور خاک سے بخارات کے اُٹھنے کو مرض تبخیر سے استعارہ کیا ہی یہ تمام استعارات غریبہ ہین اور اُنکی خوبی
سخن فہم پوشیدہ نہین ہی۔ کبھی استعارہ عامیہ مبتذلہ مین ایسا تصرف کرتے ہین کہ وہ غریبہ ہوجاتا ہی
جیسا اس شعر مین ۔ سنجانے قصد ہی کس جان گرفتہ کا کہ رہتی ہی ⁂ علم شمشیر زہر آلودہ سر پر چشم فتان
کے ⁂ ابرو کو تیغ سے استعارہ کیا ہے اور یہ استعارہ مبتذل ہی لیکن زہر آلود کہنے سے ایک
گونہ غرابت اُسمین آگئی۔ کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہی اور سبزی اور سیاہی مین چندان
تفاوت نہین ہے پس ابرو کو بسبب سیاہی کے تیغ زہر آلود سے استعارہ کرنا ایک امر غریب ہے

فائدہ سوم۔ استعارہ باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور جامع کی چھہ قسم ہے اسلیئے
کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا تو دونون حسّی ہونگے یا دونون عقلی۔ یا مستعار منہ حسّی
اور مستعار لہ عقلی۔ یا اسکا عکس یعنی مستعار منہ عقلی اور مستعار لہ حسّی پس یہ چار صورتین ہوئین
اور وجہ جامع اخیر کی تینون صورتون مین صرف عقلی ہی ہوگی جیسا کہ بحث تشبیہ مین
معلوم ہوچکا کہ جو چیز حسّی ہو اُسمین امر عقلی کا ہونا منع نہین ہی جیسے شیر مین شجاعت
اور مرد مین علم و یا قدرت و یا جہل۔ اور صورت اول مین وجہ جامع یا حسّی ہے یا عقلی یا
مختلف یعنی جامع مرکب ہو عقلی اور حسّی سے اب ہر ایک کی مثال سُن لو۔ اول وہ صورت جبکہ
تینون حسّی ہون جیسے ماہ سے رُخ کا اور شراب سے معشوق کے آب دہن کا اور آواز صور سے
صدائے ہیبت ناک کا اور مشک سے بالونکا اور سطح آب سے شکم کا استعارہ کرین۔ اول دیکھنے کی چیزون سے
اور دوسرے چکھنے کی چیزون سے۔ اور تیسرے سُننے کی چیزون سے اور چوتھے

سونگھنے کی چیزون سے۔ اور پانچوین چھونے کی چیزون سے ہے۔

دوسری وہ صورت ہے کہ طرفین حسّی ہون اور وجہ جامع عقلی جیسے استعارہ مرد شجاع کا شیر سے کہ جامع اسمین جرأت ہے۔ تیسری وہ صورت کہ مستعار منہ حسّی ہو اور مستعار لہ اور جامع عقلی جیسے ذوق کے اس شعر مین ع چرخ پر بیٹھ رہے جان بچا کر عیسےٰ ؎ ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیمارون کا ؛ یہان مستعار منہ بیٹھ رہنا حسّی ہے اور مستعار لہ باز رہنا اور وجہ جامع سکون اور استقرار عقلی ہین۔ چوتھی وہ صورت کہ مستعار لہ حسّی ہو اور مستعار منہ اور جامع عقلی مثلاً معشوق کے قد کا استعارہ قیامت سے مستعار لہ یعنی قد حسّی ہے اور مستعار منہ قیامت اور جامع یعنی فتنہ انگیزی دونون عقلی ہین پانچوین وہ صورت کہ تینون عقلی ہون مثلاً خواب کو موت سے استعارہ کرین اور یہ ظاہر ہے۔ چھٹے وہ صورت کہ طرفین حسّی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو امر حسی اور امر عقلی سے مثلاً کسی شخص کو آفتاب سے استعارہ کرین یہان وجہ جامع مرکب ہے خوبروئی سے جو امر حسّی ہے اور بلندی شان سے جو امر عقلی ہے۔

فائدہ چہارم۔ استعارہ باعتبار لفظ مستعار کے دو قسم ہے ایک اصلیہ دوسرا تبعیہ۔ اصلیہ وہ ہے کہ لفظ مستعار یعنی وہ لفظ جسکے معنے مشبہ بہ واقع ہوئے ہین اسم جنس ہو۔ اسم جنس وہ ہے کہ بغیر اعتبار کسی وصف کے بہت سی چیزون پر صادق آوے جیسے شیر جسوقت استعارہ کیا جاوے مرد شجاع کیواسطے اور قتل جسوقت استعارہ کیا جاوے سخت ضرب کیواسطے اور اسم جنس کے قبیل سے ہے وہ خاص شخص کا نام کہ بسبب کسی وصف کے تاویل کرکے اسم جنس مین داخل کرلین مثلاً حاتم بمعنی سخی اور رستم بمعنی بہادر کے استعمال کیا جاوے۔ اور اسکو استعارہ اصلیہ اسواسطے کہتے ہین کہ موصوف اصلی ذات اور حقایق ہوتے ہین مثلاً شیر خونخوار اور ضرب شدید پس اس قسم کے استعارہ مین استعارہ ذوات اور حقایق

مین ہوتا ہی اسلیے اُسکا اصلیہ نام رکھا گیا تبعیہ وہ ہی جسمین لفظ مستعار فعل یا اور مشتقات
مثل اسم فاعل و اسم مفعول کے یا حرف ہون۔ اسکو تبعیہ اسواسطے کہتے ہین کہ فعل و غیرہ مشتقات
معانی تشبیہ کے وصف سے موصوف نہین ہوسکتے اصل استعارہ مصادر مین ہوتا ہی اور
اُسکے ذریعے سے مشتقات مین مثلاً جب یون کہین کہ زید نے عمرو کو مار ڈالا اور مراد یہ ہو کہ سخت
مارا ہی تو یہان استعارہ حقیقۃً مصدر مین ہوا ہی یعنی قتل کو ضرب شدید کیواسطے استعارہ کرلیا ہی
اور اُسکے ذریعہ سے فعل مین استعارہ ہوگیا ہی اور ایسا ہی معانی حروف تشبیہ کے وصف سے
موصوف نہین ہوسکتے۔ یہان اصل تشبیہ معانی حروف کے متعلقات مین ہوتی ہی حرف
کے معنے کا متعلق وہ ہی کہ جس سے معانی حروف تعبیر کرین۔ مثلاً کہتے ہین کہ لفظ سے
ابتدا کے واسطے ہے اور لفظ **مین** ظرفیت کیواسطے اور **تک** انتہا کے لیے اور تا
یا تو غرض کیواسطے پس الفاظ ابتدا او ظرفیت او انتہا اور غرض ان حرفونکے معانی نہین
ہین کیونکہ یہ الفاظ تو اسم ہین بلکہ متعلقات معانی حروف ہین یعنی معنی حروف ان الفاظ
سے تعبیر کیے جاتے ہین۔ الحاصل اصل تشبیہ معانی حروف کے متعلقات مین ہوتی ہے اور
اُسی کے ذریعہ سے حروف مین مثلاً زید نے کسیکو پرورش کیا اور وہ جوان ہوکر زید
سے بے کج ادائی پیش آیا تو زید اُس سے یون کہے کہ مین نے تجھے اس لیے پرورش
کیا تھا تا کہ تو میرا دشمن ہوجاوے یہان دشمنی اور کج ادائی جو بعد پرورش حاصل
ہوئی ہین مستعار لہ ہین اور اُن کو تشبیہ دی ہے اُس غرض اور فائدہ سے کہ پرورش
سے ہونا چاہیے تھا جو مستعار منہ ہے اور یہ غرض متعلق ہی لفظ تا کا بعد ازان اُس حرف
کو جو غرض کیواسطے موضوع تھا عداوت اور دشمنی مین استعمال کرلیا ہے پس یہان
استعارہ لفظ تا مین جو حرف ہے اسواسطے ہوا ہے کہ دشمنی کو محبت سے تشبیہ دے لی

ہے۔ واقع مین لفظ تا مستعار لہ نہین ہے بلکہ اسکا متعلق ہو۔ غرض پرورش کرنیوالے کی پرورش سے حصول تقویت و محبت باشل اُسکی ہے یہان اس غرض کو بطریق استہزاء کے دشمنی سے استعارہ کرلیا ہے اور یہ اُس قبیل سے ہو کہ تشبیہ مفصل مین بیان ہوچکا ہو کہ کبھی ضدین کو آپس مین تشبیہ دیتے ہین اسیطرح کا ہو یہ شعر ؎ کیون نہین لیتا ہماری تو خبر اسے بے خبر ۔ کیا ترے عاشق ہوئے تھے رنج و غم کھانیکو ہم ۔ حرف کو غرض و فائدہ کیواسطے موضوع ہے اور یہان تکلیف اور رنج مین استعمال کیا گیا ہو پس ظاہر مین مستعار لہ حرف کو ہے اور حقیقۃ مین رنج و غم ہے اور مستعار منہ وہ راحت و آرام ہو جو نتیجہ محبت و عشق کا ہونا چاہیے تھا۔ استعارہ تبعیہ کا قرینہ مشتقات مین کبھی فاعل ہوتا ہو جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ کہتی تھی ماہی بریان کہ دبیران قضا ۔ داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین ۔ کہنے کی نسبت ماہی بریان کیطرف حقیقی نہین ہوسکتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان استعارہ ہو اور کبھی مفعول ہوتا ہو جیسا ذوق کے شعر مین ؎ مومیائی ہو حمایت تیرے حق مین اُسکی ۔ سخت گیری سے فلک توڑے کسیکی گر آس ۔ توڑنا حقیقت مین اس کے ساتھ متعلق نہین ہوسکتا پس معلوم ہوا کہ یہان استعارہ ہوا ہے۔ ایسا ہی غالب کے اس شعر مین ؎ کفر سوز اسکا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے ۔ رنگ عاشق کیطرح رونق بتخانۂ چین ۔ جلانے کا تعلق کفر کے ساتھ اور ایسا ہی ٹوٹنے کی نسبت رنگ عاشق اور رونق بتخانہ کی طرف بطریق استعارہ ہے۔ اور کبھی استعارہ کا قرینہ وہ لفظ ہوتا ہے جسپر حرف داخل ہوتا ہے۔ جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ کھجاے سر جو کبھی مفسدان سرکش کا ۔ علاج خارش سر ہو بناخن شمشیر ۔ ناخن شمشیر اس بات کا قرینہ ہے کہ علاج مین استعارہ تبعیہ استہزائیہ ہو یعنی بطریق استہزاء دشمنون کے سر کاٹنے کو

اُنکا علاج کہدیا ہے۔ اور کبھی استعارہ کا قرینہ حالیہ ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص زید کو
بہت سا مارے اور کوئی دیکھنے والا اُس سے کہے کہ تو نے تو زید کو مار ڈالا پس یہان
حالت زید اس بات کی قرینہ ہے کہ قتل سے مراد ضرب شدید ہے۔ سوائے اقسام مذکورۂ
بالا استعارہ کی اور تین قسمین ہین۔ ایک یہ ہے کہ اُس مین نہ مستعار لہ کے مناسبات
مذکور ہون نہ مستعار منہ کے اسکو استعارہ مطلقہ کہتے ہین۔ جیسے مینے ایک شیر دیکھا اور
مراد شیر سے مرد بہادر ہو۔ دوسرے یہ کہ اُس مین فقط مستعار لہ کے مناسبات مذکور ہون
اسکو مجردہ کہتے ہین جیسے سودا کے اس شعر مین ؎ گل نے شبنم سے ہے الماس تو کھایا
لیکن ٭ ہاتھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہے ٭ یہان افیون مستعار لہ ہے اور داغ
لالہ مستعار منہ اور مذکور لفظ مناسب مستعار لہ ہے یعنی لالہ۔ تیسرے یہ کہ فقط مستعار منہ
کے مناسبات مذکور ہون اُسکو مرشحہ کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ جو سوے جیب
ہین ہم سرنگون سبب یہ ہے ٭ کہ دل کے زخم کو مژگان سے رفو کرتے ہین ٭ یہان مژگان
مستعار لہ اور سوئی مستعار منہ اور رفو مناسب مستعار منہ ہے۔ اسی قسم کے ہین اشعار
ذیل۔ ناسخ ؎ ایک مدت تک تو ناسخ غم پہ غم کھایا کیا ٭ آخر ایک دن گور کے منہ کا نوالہ
ہوگیا ٭ مقصود بالتمثیل مصرعہ دوم ہے۔ مومن خان ؎ چہرۂ راز سے پردہ نہ اُٹھاؤن
کب تک ٭ گو غم پردہ نشین ہے پہ چھپاؤن کب تک ٭ مقصود مصرعہ اول ہے۔
الٰہی بخش خان معروف ؎ گر خدا میرے لب زخم کو گویا کرتا ٭ شکر قاتل کے سوا
گاہ نہ شکوہ کرتا ٭ مقصود مصرعہ اول ہے اور شرح ہر ایک کی ظاہر ہے۔ اور کبھی مستعار منہ
اور مستعار لہ دونونکے مناسبات مذکور کرتے ہین یعنی تجرید اور ترشیح کو جمع کردیتے ہین جیسا
اس شعر مین ؎ چمن مین تجکو آتے سنکر باد صبا یہ گھبرائی ٭ ساغر جب تک لاوین ہی

لاوین توڑ سبو کو جام کیا ۔ اس شعر مین غنچہ کا استعارہ سبو سے اور گل کا جام سے ہے شکل و ہیئت مین پس یہان مستعار لہ غنچہ و گل ہے اور مستعار منہ سبو و جام - اول کے مناسب چمن اور باد سحر ہے - اور دوم کے مناسب معشوق جسکو مے نوشی لازم ہے اور ذکر جام اور اس قبیل سے ہے یہ غالب کا شعر ؎ خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیئے ۔ ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیئے ۔ اول مصرعہ مین خامہ مستعار لہ ہے اس کا مناسب کیا لکھیئے اور مستعار منہ انسان نادم اُسکے مناسب انگشت بدندان اور مصرعہ دوم مین ناطقہ مستعار لہ اور اُسکا مناسب کیا کہیئے اور مستعار منہ شخص حیران اور اُس کے مناسب سر و گریبان - اب سنو کہ استعارہ کی ان چارون صورتون مین سے استعارہ ترشیحیہ مین بلاغت زیادہ تر ہے اس لیے کہ ترشیح مستعار منہ کے مناسبات ذکر کرنے کو کہتے ہین اور یہ معلوم ہے کہ استعارہ مین مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھیراتے ہین - پس جب مشبہ بہ کے مناسبات مشبہ کے واسطے ثابت کیے تو تشبیہ مین نہایت تاکید ہو گئی - استعارہ ترشیحیہ کی بنا تشبیہ کے بھول جانے پر ہوتی ہے - یعنی اول متکلم اپنے کلام کو تشبیہ سے شروع کرتا ہے اور بعد ازان بقصد ازدیاد مبالغہ تشبیہ کو بھلا دیتا ہے اور یہ دعوی کرنے لگتا ہے کہ مستعار لہ مستعار منہ کا عین ہے نہ اُسکے مشابہ اور اسیلیے تعجب درست ہوا اُس قطعہ مین جو اوپر مذکور ہوا - بیان زلف و رخ یار کیا کرے کوئی ۔ الخ اور نفی تعجب کی درست ہوئی اس شعر مین جو سابق لکھا گیا ؎ وہ نہ آئے شب وعدہ تو تعجب کیا ہے ۔ رات کو کس نے خورشید درخشان دیکھا ۔ جاننا چاہیئے کہ استعارہ کی ایک قسم تمثیل بسبیل استعارہ کہلاتی ہے کیونکہ اسمین مشبہ بہ ذکر کرتے ہین اور مشبہ مراد لیتے ہین اور یہی طریق استعارہ کا ہوتا ہے - اور کبھی اُس کو تمثیل بھی کہتے ہین بے قید استعارہ

کے اور مجاز مرکب بھی۔ بہر حال تمثیل وہ استعارہ ہے کہ جسمین وجہ شبہہ کئی چیزون سے حاصل ہوتی ہے مثلاً اُس شخص کو جو کسی امر مین متردد ہو کہین کہ تم ایک قدم آگے چلتے ہو اور پھر پیچھے ہٹتے ہو۔ یہان اُسکے تردد کو امر مذکور مین تشبیہ دی ہے اُس شخص کے تردد سے کہ جو جانے کو کھڑا ہو اور وہ کبھی آگے قدم بڑھاوے اور کبھی پیچھے ہٹے۔ اور وجہ شبہہ کبھی آگے بڑہنا اور کبھی پیچھے ہٹنا چند چیزون سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ ظاہر ہے اسی قسم کا ہے یہ شعر ؎ کبھی کہتے ہو کہ آ اور کبھی کہتے ہو کہ جا ٭ کیا کبوتر کیطرح دیتے ہو بھڑ یان ہمکو ٭ اور شرح اُسکی ظاہر ہے جب تمثیل بسبیل استعارہ کا استعمال مشہور اور مروج ہو جاتا ہے تو اُسکو مثل کہنے لگتے ہین جیسے طوطی کی صدا نقار خانہ مین کون سنتا ہے۔ یہ اس غرض کیواسطے بولتے ہین کہ لطیف اور ضعیف شے کی قوی اور غیر لطیف کے روبرو کچھ پوچھ نہین ہوتی۔ یا جیسے چیل کے گھونسلے مین مانس کہان۔ یہ ایسے محل پر بولتے ہین کہ مسرف حاجتمندون کے پاس سرمایہ نہین رہتا۔ پھول نہین تو پنکھڑی سہی یعنی بہت نہین دیتے تو تھوڑا ہی سہی۔ ان تینون مثلون کو شیخ محمد ابراہیم ذوق نے جو نظم امثال مین مثل اور فنون شعر کے بینظیر ہین بڑی خوبی سے نظم کیا ہی اشعار ذیل مین

؎ مرے نالون سے چپ ہین مرغ خوش الحان زمانہ مین ٭ صدا طوطی کی سنتا کون ہی نقارخانہ مین ٭ دل جو گھر غم کا ہو کیا اُسمین ہو سرمایۂ عیش ٭ وہ مثل ہی کہ کہان گھونسلے مین چیل کے ماس ٭ گر رخ کا بوسہ دیتے نہین لب کا دیجئے ٭ وہ ہی مثل ہے پھول نہین پنکھڑی سہی ٭ اور چونکہ مثل اُس تمثیل کا نام ہی جسکا استعمال بسبیل استعارہ شائع ہو گیا ہو اس لیے امثال مین تغیر جائز نہین ہے کیونکہ استعارہ مین لازم ہی کہ بعینہ لفظ مشبہ بہ کا مشبہ مین استعمال کیا جاوے پس اگر مثلون مین تغیر کیا جاوے تو فقط مشبہ بہ بعینہ

نہین رہیگا اسلیے استعارہ نہین کہلاویگا اور جب استعارہ نہوا تو مثل بھی نہوا - الحاصل
امثال مین تذکیر و تانیث و واحد و تثنیہ و جمع ہونیکا لحاظ باعتبار موقع استعمال مثل نہین کیا
جاویگا بلکہ خیال اصل اُس موقع کا جسمین یہ مثل اوّل مستعمل ہوئی ہے ۔ مثلاً اس مطلب کے
اظہار کے واسطے کہ ایکدوسرے سے بدتر ہے یہ مثل مستعمل ہے ۔ بڑے میان سو بڑے میان
چھوٹے میان سبحان اللہ چونکہ یہ مثل اول مردون مین مستعمل ہے پس اگر عورتونکے
حق مین یہ مثل مستعمل ہوگی تو اُس مین کچھ تغیر نہین کرین گے ۔ یون نہ کہین گے
کہ بڑی بی بی سو بڑی بی بی چھوٹی بی بی سبحان اللہ ۔

فائدہ بیان مین استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخییلیہ کے ۔ کبھی متکلم ایک چیز کو دوسری چیز
کے ساتھ اپنے دل مین تشبیہ دے لیتا ہے اور منجملہ ارکان تشبیہ سوا ے مشبہ کے اور کچھ
ذکر نہین کرتا اور اُس تشبیہ کا حال اسطرح واضح ہوجاتا ہے کہ کلام مین وہ شئے جو مشبہ بہ سے خصوصیت
رکھتی ہو مشبہ کیواسطے ثابت کیجاتی ہے پس اس دل مین تشبیہ دینے کو استعارہ بالکنایہ
کہتے ہین یعنی استعارہ ہے کنایہ کے ساتھ اسلیے کہ مشبہ بہ کی تصریح نہین کی اور تصریح
نہ کرنا کنایہ ہے ۔ اور اُس کو استعارہ کہنا مناسبت سے خالی ہے ۔ اور مشبہ کی خواص مشبہ بہ
کے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ کہلاتا ہے استعارہ تو اس لیے کہ مشبہ کے واسطے
خواص مشبہ بہ مانگے گئے ہین ۔ اور تخییلیہ اسواسطے کہ مشبہ بہ کے خواص کو مشبہ کے لیے ثابت
کرنیسے یہ خیال ہوتا ہے کہ مشبہ جنس مشبہ بہ سے ہو مثلاً اس مصرعہ مین ؎ موت کے چنگل
سے بچنا ہے محال ؛ موت کو درندہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے ہلاک کرنے اور بے رحمی مین
یہ تشبیہ استعارہ بالکنایہ ہے اور موت کے واسطے چنگل جو درندہ سے خصوصیت رکھتا ہے
ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے ۔ یہان سے واضح ہے کہ الفاظ چنگل اور موت ہر ایک اپنے حقیقی

معنی میں مستعمل ہیں کیونکہ دونوں لفظوں سے انکے یہی معنی متعارف مراد ہیں۔
اور استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ متکلم کے دو فعل ہیں جو باہم متلازم ہیں۔ کیونکہ اس صورت
میں واجب ہے کہ تخییلیہ قرینہ استعارہ بالکنایہ کا ہو اور استعارہ بالکنایہ قرینہ تخییلیہ کا یہ رائے
مصنف تلخیص المفتاح کی ہے۔ اور متقدمین کے نزدیک استعارہ بالکنایہ کے یہ معنی ہیں کہ مشبہ
متروک ہو اور مشبہ مذکور یعنی مثال مذکور میں موت کو درندہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے پس لفظ
مستعار درندہ ہے اور مستعار منہ اسکے معنے اور مستعار لہ موت جیسا کہ شیر کا استعارہ بہادر مرد
کے واسطے مگر لفظ مستعار یعنی درندہ کی تصریح نہیں کی اور اس کے لازم یعنی چنگل کو ذکر کر دیا ہے
تاکہ معنے مقصود سمجھ میں آجاویں اور تصریح نکرنا کنایہ کی شان ہے۔ اس صورت میں کنایہ
نام اس تشبیہ کا جو متکلم نے اپنے دل میں کرلی ہے نہوا۔ اور سکاکی کے نزدیک استعارہ بالکنایہ
کے یہ معنے ہیں کہ مشبہ مذکور اور مشبہ بہ مراد ہو یعنی غرض کہ یہ مذکور وہی مشبہ بہ ہے مثلاً موت
کو ذکر کریں اور اسکو یہ سمجھیں کہ یہ درندہ ہے اور یہی سمجھکر اسکے لیے چنگل ثابت کریں نہ
یہ سمجھکر کہ یہ مشبہ ہے اور مشبہ بہ کے لوازم اسکے واسطے ثابت کیے گئے ہیں اور یہ بحث بہت
طویل ہے جو مختصر طور پر مذکور ہوئی۔ اب سنو کہ خواص و لوازم مشبہ بہ کے جو مشبہ کے واسطے ثابت کیے
جاتے ہیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ خواص و لوازم مشبہ بہ کے کمال کے سبب ہوں جیسے
ذکر چنگل کا مصرعہ مذکور میں۔ اسلیے کہ درندہ کا کمال درندگی میں ہے بے چنگل نہیں ہو سکتا دوسرے
یہ کہ لوازم مذکورہ سبب قوام مشبہ بہ کے ہوں یعنی مشبہ بہ بدون ان کے نہیں ہو سکتا ہے
جیسے ذوق کے اس شعر میں ؎ آگیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج ٭ تا زبان خامہ بھی آتا
نہیں حرف دوا ٭ یہاں خامہ کو انسان متکلم کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ تشبیہ اظہار
مطلب ہے۔ اور اسکے لیے زبان کا ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور ظاہر ہے کہ انسان

بے زبان کے متکلم نہین ہوسکتا اسی قسم کا ہے یہ شعر ناسخ کا ؎ ایک مدت تک تو ناسخ غم یہ غم کھایا کیا ؛ آخر اک دن گور کے منہ کا نوالہ ہوگیا ؛ گور کو ایک حیوان کھانیوالے سے تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور منہ اور نوالہ لوازمات حیوان مذکور سے ایسے ہین کہ حیوان بے اُنکے کھا نہین سکتا اور یہ استعارہ تخییلیہ ہے تیسرے یہ کہ لوازم مذکورہ نہ مشبّہ بہ کے قوام مین داخل ہون اور نہ اُسکے کمال کا سبب جیسے ذوق کے اس شعر مین ؎ صبا جو آئی خس و خار گلستان کے لیے ؛ قفس مین کیونکہ نہ تڑپے دل آشیان کے لیے ؛ یہان دلکو طائر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور قفس اور تڑپنا اور آشیان نہ طائر کے قوام مین داخل ہین اور نہ اُسکی تکمیل کا سبب بعض استعارہ تخییلیہ ایسی طرح کا ہوتا ہے کہ اُسکو تخییلیہ اور تحقیقیہ دونون کہہ سکتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ عشق نے حب کی جگہ دلمین ؛ عقل کیواسطے جگہ نہ رہی ؛ اگر عشق کو شخص فرض کرین اور اُسکے لیے گھر تو استعارہ بالکنایہ اور تخییلیہ ہوگا۔ اور جو عشق کے دلمین قیام اور استحکام پکڑنے کو گھر کرنے سے تشبیہ دیوین تو استعارہ تحقیقیہ ہوگا کیونکہ اُسکے معنے عقلاً متحقق ہین خیالی نہین ہین۔ پوشیدہ نہ ہے کہ ایسی صورت مین جہان تحقیقیہ اور تخییلیہ دونون ہوسکتے ہون استعارہ بالکنایہ کا یقیناً نہ پایا جانا اُس شخص کی راے کے مواقف ہے جو استعارہ بالکنایہ کا قرینہ صرف تخییلیہ کو مانتا ہے اور جسکے نزدیک استعارہ تحقیقیہ بھی استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہوسکتا ہے اُسکے نزدیک صورۃ مذکورہ مین استعارہ بالکنایہ باقی رہتا ہے۔ مثلاً یہ کہین کہ اُس نے عہد توڑ دیا اس سے عہد کا باطل کر دینا مراد ہے۔ یہان عہد کو رسّی سے تشبیہ دی ہے اور باطل ہونا تحقیقی امر ہے کہ عہد مین بھی متحقق ہے اور ٹوٹی ہوئی رسّی مین بھی۔

فائدہ۔ استعارہ تحقیقیہ اور تمثیل اُسیقدر اچھے ہونگے جسقدر اُمین حسن تشبیہ کی رعایت

ہوگی مثلاً وجہ شبہ طرفین تشبیہ کو شامل ہو اور تشبیہ غرض کیواسطے کافی ہو با این ہمہ لفظون مین تشبیہ کی بو تک نہو۔ کیونکہ غرض استعارہ سے اظہار اس بات کا ہوتا ہی کہ مشبہ مشبہ بہ کا عین ہی پس اگر لفظون مین تشبیہ پائی جائیگی تو یہ غرض حاصل نہوگی ہان یہ مناسب ہے کہ وجہ شبہ طرفین تشبیہ مین خوب ظاہر ہو ورنہ استعارہ معمیٰ اور چیستان ہو جاویگا مثلاً یون کہین کہ مینے حمام مین ایک شیر دیکھا اور مراد کوئی آدمی گندہ دہن مثل شیر کے ہو۔ یہان وجہ شبہ پوشیدہ ہے۔ اور استعارہ بالکنایہ مثل استعارہ تحقیقیہ کے ہے اس بات مین کہ اُسکی بھی خوبی رعایت حسن تشبیہ سے ہوتی ہے۔ اور استعارہ تخیلیہ کی خوبی استعارہ بالکنایہ کی خوبی سے ہوتی ہے کیونکہ استعارہ تخیلیہ استعارہ بالکنایہ کے تابع ہوتا ہے پس جس سے استعارہ بالکنایہ کی خوبی ہوگی اُسی سے استعارہ تخیلیہ کی بھی خوبی ہوگی۔

تیسرا مقصد کنایہ کے بیان مین۔ کنایہ کے معنے لغت مین مبہم بات کہنے کے ہین۔ اور علم بیان کی اصطلاح مین اُسکے دو معنی ہین۔ ایک مصدری یعنی لازم کا ذکر کرنا اور ملزوم کا مراد لینا مع جائز ہونے ارادۂ لازم کے۔ دوسرے وہ لفظ کہ اُسکے معنی کا لازم مراد ہو مع جواز ارادہ معنی مذکور کے مثلاً طویل النجاد کے معنی لنبے پرتلہ والے کے ہین اور لنبے پرتلہ کو درازی قد لازم ہے پس طویل النجاد سے لنبے قد والا مراد ہے جو اُسکے اصلی معنی کا لازم ہے اور اگر اُسکے ساتھ پرتلہ کی درازی بھی مراد لین تو ہو سکتا ہی بعض لوگون کے نزدیک کنایہ مین اصلی معنی اور لازم دونون اکٹھے مراد ہوتے ہین لیکن یہ بات درست نہین معلوم ہوتی ہی کیونکہ طویل النجاد دراز قامت کو قطعاً کہنا درست ہی اگرچہ اُسکے پاس پرتلہ نہو۔ پس کنایہ اور مجاز مین یہ فرق ہے کہ مجاز مین معنی اصلی مراد نہین ہو سکتے کیونکہ اُسمین قرینہ مراد نہونے حقیقی معنے کا ضرور ہوتا ہے اور کنایہ مین اصلی بھی مراد ہو سکتے ہین

یعنی کنایہ مین لازم مراد ہوتا ہے اور اگر ملزوم مراد رکھین تو بھی جائز ہے اور مجاز مین فقط لازم ہی مراد ہوتا ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ کنایہ تین قسم پر ہے۔ اوّل یہ کہ کنایہ سے موصوف کی ذات مطلوب ہو۔ اسکی دو قسم ہین ایک قریب دوسری بعید۔ قریب یہ ہے کہ کسی موصوف سے ایک صفت خصوصیت رکھتی ہو جب اُس صفت کو ذکر کرین تو وہ موصوف سمجھا جاوے مثلاً عرف مین کالا سیاہ سانپ کو کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎

آئینے کو دیکھ جب وہ زلف سلجھانے لگے ❊ ہند کے کالے حلب مین جا کے لہرانے لگے ❊

اس قسم کو قریب اسواسطے کہتے ہین کہ بسبب ایک ہونے صفت کے موصوف کا سمجھنا دشوار نہین ہوتا۔ اور بعید یہ ہے کہ کئی صفتین ایسی ہین ملکر ایک موصوف کے ساتھ خاص ہو جاوین اگرچہ الگ الگ اور شئے مین پائی جاوین اسکو خاصۂ مرکبہ کہتے ہین۔ مثلاً انسان کی تعریف یون کرین کہ وہ ایسا حیوان ہے جسکا قد سیدھا اور ناخن چوڑے ہین۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف ملکر سواے انسان کے اور جگہ نہین پاے جاتے۔ اگرچہ جُدا جُدا اور شئے مین بھی پائے جاتے ہین۔ سیدھا قد نسناس یعنی بن مانس کا بھی ہوتا ہے اور چوڑے ناخن ہاتھی کے بھی۔ مگر یہ اوصاف مجتمع ہوکر انسان کے ساتھ خاص ہین۔ اسی قسم کا ہے یہ شعر ؎ ساقی وہ دے ہمین کہ ہون جسکے سبب بہم ❊ محفل مین آب و آتش و خورشید ایک جا ❊ ظاہر ہے کہ یہ سارے اوصاف شراب ہی مین پائے جاتے ہین اس لئے کہ شراب خود پانی ہے و باعتبار سرخی رنگ و گرمی کے آتش ہے۔ اور بلحاظ روشنی اور پیالہ مین بشکل مدوّر ہونیکے آفتاب سے اسکو تشبیہ ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ سے فقط صفت مطلوب ہو مثل سخاوت و شجاعت وغیرہ کے۔ یہ بھی دو قسم پر ہے ایک قریب دوسری بعید۔ قریب وہ ہے کہ لازم اور ملزوم مین کوئی واسطہ نہو بلکہ لازم سے ملزوم

بلاواسطہ سمجھا جاوے۔ یہ بھی دو طرح پر ہے ایک واضح۔ اور دوسرا خفی۔ واضح یہ ہے
کہ ذہن لازم سے ملزوم تک بے تامل پہنچ جاوے جیسے اس شعر مین ؎ زندگی کی
کیا رہی باقی امید ٭ ہو گئے موے سیاہ موئے سفید ٭ موی سفید سے پیری اور موی سیاہ
سے جوانی صاف سمجھ مین آتی ہے ایسا ہی اس شعر مین ممنون کے ؎ آج آفت
ٹھہری یون خشمگین تو کب نتھا ٭ آستین مالیدہ و چین بر جبین تو کب نتھا ٭ آستین چڑھانا
اور چین بر جبین ہونا خشمناکی پر دلالت واضح کرتا ہے۔ خفی یہ ہے کہ لازم سے ملزوم بعد تامل
و فکر کے سمجھا جاوے مثلاً لمبے قد کا آدمی کہین اور اوس سے احمق مراد لین اور ٹھنگنے قد کا
آدمی یا کوتہ گردن کہین اور اوس سے شریر اور مفتری مراد لین۔ بنا اس ارادہ کی اس
اعتقاد پر ہی کہ ہر طویل احمق ہوتا ہی اور پست قد اور کوتاہ گردن شریر اور یہ ہر ایک کو معلوم
نہین ہی۔ اور یہ خفا بسبب کثرت واسطون کے نہین کہ بعید شمار کیے جاوین۔ بعید
وہ ہے کہ لازم اور ملزوم مین واسطہ ہو اسکی مثال کثیر الرماد ہی اور مہزول الفصیل کہ اس حصہ
کے شروع مین اسکا بیان مفصل ہو چکا ہے۔ تیسری قسم کنایہ کی یہ ہی کہ اوس سے کسی
امر کا ثابت کرنا یا نفی اوسکی مطلوب ہو۔ مثال اثبات کی مثلاً جب زید کی سی فتنہ گری
عمرو مین ثابت کرنی منظور ہو تو کہین وہ دونون ایک سانچے مین ڈھلے ہوئے ہین یعنے
زید کی سی فتنہ گری عمرو مین بھی ہے یا جس وقت کوئی شخص کسی کی حمایت اور رعایت
زائد از حد کرے اور ہر بات اوسکے فائدے کی کہے تو یون کہین کہ یہ تو اوسی کا جامہ پہنے ہوئے
ہے مثال نفی کی یہ مثال مشہور کہ کوئے بھانگ پڑی۔ اسکو ایسے موقع پر بولتے ہین
کہ سب لوگ ایک امر نامعقول پر متفق ہو جاوین۔ مراد مثل یہ ہے کہ عقل کسی مین
نہین ہے اسواسطے کہ بھنگ کوئے مین پڑنے سے اوسکا اثر پانی مین آوے گا

اور وہ پانی وہان کے سب رہنے والے پیوین گے اور پینے سے سبکو نشہ حاصل ہوگا
اور نشہ سے سبکی عقل جاتی رہیگی - اب واضح ہو کہ اگر کنایہ مین موصوف مذکور نہو تو اس کو
تعریض کہتے ہین مثلاً جب کوئی شخص کسی سے بوحشت پیش آوے تو یون کہین کہ انسان
کو انس لازم ہے - یا جب کسی دوست سے اذیت پہونچے اس وقت کہین کہ دوست وہ ہے
جو دوستی کے کام کرے مقصود ان دونون باتون سے یہ ہی کہ نہ اُن مین انسانیت ہے نہ
دوستی - اسکو تعریض اسواسطے کہتے ہین کہ عرضہ بالضم بمعنے طرف و جانب کے ہی گویا اشارہ
ایک جانب کرتے ہین اور مراد اور جانب ہوتی ہے - اور اگر کنایہ مین ملزوم تک واسطے بہت
ہون جیسے کثیر الرماد وغیرہ مین اُسکو تلویح کہتے ہین تلویح کے معنے دور سے اشارہ کرنیکے
ہین چونکہ اسمین واسطون کی کثرت سے ملزوم دور پڑجاتا ہے اس لیے اسکا نام تلویح رکھا
ہے - اور اگر واسطے بہت نہین ہین لیکن کچھ تھوڑی سی پوشیدگی ہی اسکو رمز کہتے ہین اور
رمز کے معنے نزدیک سے اشارہ کرنے کے ہین بطریق پوشیدگی کے ابرو یا لب سے مثال رمز کی
دراز قد یا ٹھنگنے قد والا - اور اگر اس مین نہ کچھ پوشیدگی ہے اور نہ کثرت واسطون کی اُسکو
ایما اور اشارہ کہتے ہین - تعریض کبھی بطور مجاز ہوتی ہے جیسا یون کہین (تو نے مجھے
ستایا تو ہی اس کا انجام دیکھنا) اور تو سے مراد مخاطب نہو بلکہ کوئی اور شخص جو مخاطب کے ساتھ
ہی - اس صورت مین لفظ تو اپنے اصلی معنی مین مستعمل نہین ہی کیونکہ اصلی معنی اُسکے مخاطب
کے ہین پس یہ مجاز ہوا - اور کبھی بطور کنایہ اور یہ جب ہوگا کہ لفظ تو سے کلام مذکور مین مراد
مخاطب اور اُسکا ہمراہی دونون ہون کیونکہ اس صورت مین لفظ تو سے اُسکے معنے حقیقی
یعنے مخاطب اور غیر حقیقی یعنی اُسکا ہمراہی دونون مراد ہین مگر اس قسم کے کلام مین ایسے
قرینہ کا ہونا ضرور ہی جس سے معلوم ہوجاوے کہ بطور مجاز مستعمل ہے یا بطور کنایہ کے

اور تحقیق اور شرح اسکی یہ ہے کہ یہ کلام کہ (تونے مجھے ستایا تو ہے اسکا انجام دیکھنا) تہدید مخاطب پر دلالت کرتا ہے بسبب اسکی ایذارسانی کے اور اس سے ہر موذی کی تہدید لازم آتی ہے پس اگر اس کلام مین ارادہ تہدید مخاطب اور غیر مخاطب موذی کا کیا جاوے تو کنایہ ہوگا اور جو ارادہ تہدید غیر مخاطب موذی کا ہو اس لحاظ سے کہ وہ ایذارسانی مین مخاطب کا شریک ہے اور عدم ارادہ مخاطب کا کوئی قرینہ موجود ہو تو مجاز ہوگا۔

اب سنو کہ باتفاق جمیع اہل بلاغۃ کے مجاز مین بہ نسبت حقیقۃ کے اور کنایہ مین بہ نسبت تصریح کے بلاغۃ زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ کنایہ اور مجاز مین ملزوم سے لازم سمجھا جاتا ہے پس وہ مثل دعوے شئے کے ہے بدلیل کیونکہ وجود ملزوم وجود لازم کو تقاضا کرتا ہے اس لیے کہ ملزوم لازم سے جدا نہین ہوسکتا۔ اور ایسا ہی استعارہ تشبیہ سے زیادہ بلاغۃ رکھتا ہے کیونکہ استعارہ بھی ایک قسم مجاز کی ہے اور پہلے معلوم ہوچکا کہ مجاز مین بہ نسبت حقیقۃ کے زیادہ بلاغت ہے۔ معلوم کرنا چاہیے کہ معنی اس قول کے کہ مجاز اور کنایہ مین بلاغت زیادہ ہے یہ نہین ہین کہ مجاز یا کنایہ معنی مین درحقیقت کچھ زیادتی پیدا کردیتے ہین جو حقیقت اور تصریح مین نہین ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ کنایہ اور مجاز مفید زیادتی تاکید اثبات کے ہوتے ہین۔ اور استعارہ سے یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ وصف مشبہ مین ایسا ہی کامل ہے جیسا مشبہ بہ مین اس سے کم نہین ہے جیسا کہ تشبیہ سے سمجھا جاتا ہے۔

الحمد للہ کہ حصہ دوم تمام ہوا

حصہ سوم

علم بدیع کے بیان مین

بدیع ایک علم ہے جس سے طریقے تحسین و تزیین کلام کے معلوم ہوتے ہین - مگر ان طریقون کا استعمال اُسوقت اچھا ہوتا ہے جب کلام مین اول قواعد علم معانی و علم بیان کی رعایت کیگئی ہو ورنہ ایسا بدنما ہوگا جیسا بدصورت آدمی کو زیور و لباس زیبا پہناوین تفصیل اسکی یہ ہے کہ علم معانی و بیان شاہد کلام کے حسن و خوبی کیواسطے بمنزلہ تناسب اعضا کے ہین کہ حسن بے اُسکے پایا ہی نہین جاتا - اور علم بدیع بمنزلہ لباس مکلف و زیور کے ہے - پس اگر خوبصورت کو زیور نہ پہناوین تو اُسکے لیے حسن خداداد ہی کافی ہوگا سچ ہے ع حاجت مشاطہ نیست روے دل آرام را ؛ ہان اگر علاوہ حسن صورت کے آزمایش ظاہری بھی عمل مین آویگی تو مراتب دلربائی اپنے کمال کو پہونچ جاوینگے الحاصل ان طریقون کو صنائع اور بدائع بھی کہتے ہین - اور یہ دو قسم کے ہوتے ہین پہلی قسم صنائع معنوی کہ ان سے اولاً و بالذات معانی مین خوبی حاصل ہوتی ہو - اگرچہ بعض انمین باعث تحسین لفظ بھی ہو جاوین - دوسری قسم صنائع لفظی کہ ان سے لفظ مین اولاً خوبی حاصل ہوتی ہو اور چونکہ لفظ معنی کا تابع ہے اس لیے کہ مقصود اصلی معنی ہو اور لفظ اُسی کے واسطے بنایا جاتا ہے اسلیے صنائع معنوی کا بیان اول کیا جاویگا

باب اول صنائع معنوی کے بیان مین

صنعت مطابقہ

اسکو تطبیق اور تضاد اور تکافو اور طباق بھی کہتے ہین

اسکی تعریف یہ ہے کہ ایک کلام مین ایسے دو لفظ جمع کرین جنکے معانی باہم مخالف ہون پھر وہ دونون فعل ہون یا دونون اسم یا دونون حرف یا ایک اسم ہو اور دوسرا فعل۔ اور یہ صنعت دو قسم کی ہے۔ ایک ایجابی اور دوسری سلبی۔ ایجابی وہ ہے کہ باوجود متضاد ہونیکے اُن مین حرف نفی کا نہ ہو۔ اور سلبی وہ ہے کہ دو فعل ایک مصدر کے مذکور ہون اور اُن مین ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی۔ یا ایک امر ہو اور دوسرا نہی۔ مثال اس طباق ایجابی کی جس مین الفاظ متضاد دونون فعل ہون۔ جیسا آیا گیا بیٹھا اُٹھا۔ سویا جاگا۔ شاہ نصیر کا شعر ؎ تو نے ایکبار نہ دیکھا شہ خوبان افسوس ❊ ہم ترے مجرے کو سو بار اُٹھے اور نہ بیٹھے ❊ مثال دو اسمون کی یہ شعر ؎ دی حق نے ہمین سلطنت بحر و بر عشق ❊ ہونٹون کو جو خشکی دی تو آنکھون کو تری دی ❊ بحر و بر خشکی و تری اشیاے متقابلہ ہین۔ مثال دو حرفون کی ذوق کا شعر ؎ نقطۂ قاف قلم سے ہو جو تیرے ہمسر ❊ قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر ❊ یہان لفظ سے ابتدا کے واسطے ہے اور تک انتہا کے واسطے اور یہ دونون حرف ہین جنکے معنے ایک دوسرے کے ضد ہین۔ مثال ایک اسم اور ایک فعل کی میر کا شعر ؎ مجکو روتا دیکھکر وہ ہنس دیا ❊ برق چمکی ابر باران تھم رہا ❊ یہان روتا اسم اور ہنس دیا فعل باہم باعتبار معنی متقابل ہین۔ مثال طباق سلبی کی کہ ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی۔ یہ شعر سودا کا ؎ فرماؤ گے جو تم تو اُٹھا لونگا مین پہاڑ ❊ پر غیر کی نہ جائیگی مجھ سے

اُٹھائی بات ؂ یہان پہلے مصرعہ مین اُٹھالون گا مثبت ہے اور دوسرے مین نہ اُٹھائی جائیگی منفی۔ مثال طباق سلبی کی کہ ایک امر ہو اور دوسرا نہی۔ شعر جرات کا ؎ مِل نہ مِل پاس مرے بیٹھ نہ بیٹھ آ کہ نہ آ ؂ جسنے بہکایا ہے تجکو تو اُسی کے گھر جا ؂ یہان مِل اور بیٹھ اور آ تین امر ہین۔ اور نہ مل اور نہ بیٹھ اور نہ آ تین نہی ہین۔ اور طباق کی ایک اور قسم بھی ہے کہ اُسکو تدبیج کہتے ہین تدبیج کے معنے آراستہ کرنے کے ہین اور اُسکی تعریف یہ ہے کہ تعریف یا ہجو مین کئی رنگ ذکر کرین لقصد کنایہ یا توریہ وایہام کے۔ کنایہ کی حقیقت اول معلوم ہو چکی۔ اور ایہام یا توریہ اسے کہتے ہین کہ کسی لفظ کے دو معنی ہون ایک قریب کہ اُس مقام کے مناسب ہون اور دوسرے بعید کہ اُس مقام کے مناسب نہون اور شاعر یا متکلم معنی بعید کا قصد کرے۔ مثال تدبیج کنایہ کی آتش کا شعر ؎ نسبت اُس فتنہ دوران سے کوئی اندھا دے ؂ یار کی آنکھ سیہ دیدہ یادام سفید ؂ یہان سیہ اور سفید مین طباق ہے اور اس مقام پر ان الفاظ کے ظاہری معنی مراد نہین ہین بلکہ غیر ظاہر کیونکہ آنکھ سیاہ دیدہ بینا سے کنایہ ہے اور آنکھ سفید دیدۂ نابینا سے۔ اسی قسم کا ہی یہ شعر مومن خان کا ؎ گمان قہر سے اپنا تو رنگ زرد ہے اور ؂ سیاہ مستی مے سے ہی چشم جانان سرخ ؂ کیونکہ رنگ کا زرد ہونا کنایہ ہی خوف کھانے سے اور چشم کی سُرخی غصہ سے مثال تدبیج بطریق ایہام و توریہ کے یہ شعر ہے ؎ دیکھنا منہ لال ہو جاوینگے کس کس کے ابھی ؂ سامنے میرے جو برگ سبز پان تو نے دیا ؂ منہ لال ہونیکے دو معنی ہین ایک قریب یعنی سرخ ہونا منہ کا اور دوسرے بعید یعنی منہ کا لال ہونا طپانچون سے اور یہان یہی مراد ہین۔ اب سُنو کہ دو صورتین مذکورہ ذیل بھی طباق ہی مین داخل ہین صورت اول یہ کہ ایک کلام مین ایسے دو معنی جمع کرین جو باہم ضدین نہون مگر ایک کو اُن دونون

مین سے دوسرے کی ضد کے ساتھ کسیطرح کا علاقہ ہو - مثل سببیۃ یا لزوم کے جیسا اس شعر مین ؎ اسقدر دل سخت مت کر دیکھ تو چل کر اُسے ؛ رحم کے قابل ہے اب حالت ترے بیمار کی ؛ یہان رحم اور سخت مین تضاد نہین ہے بلکہ سخت مقابل نرم کے ہے مگر رحم اور نرمی مین علاقہ سببیۃ و مسببیّۃ کا ہے یعنے نرمی سبب ہے اور رحم مسبب - اسی قبیل سے ہے یہ گویا کا شعر ؎ او مسیحا نہ خبر لی تو نے ؛ وہ جو بیمار تھا لے مر ہی گیا ؛ یہان مرنے کے مقابل مین لفظ مسیحا کا واقع ہوا ہے اور مرنے اور مسیحائی مین کچھ تضاد نہین ہے بلکہ مرنے اور جینے مین تضاد ہے مگر جلانے کو حضرت مسیح کے ساتھ ایک علاقہ ہے کہ جلانا اُن کا معجزہ تھا - صورت دوم یہ کہ کلام مین ایسے دو امر جمع کرین کہ وہ حقیقۃً آپس مین مقابل نہون مگر اُن دونون یا ایک کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرین جن کے حقیقی معانی مین تضاد ہو جیسا مصحفی کے اس شعر مین ؎ مجھے خندۂ گل پہ آتا ہے رونا ؛ کہ اس طرح ہنسنے کی خو مجھکو کسیکی ؛ یہان گل کے کھلنے اور عاشق کے رونے مین کچھ تضاد نہین ہے مگر چونکہ کھلنے کو خندہ کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس لیے اُن مین تضاد ہو گیا اس شعر مین ایک لفظ کے مجازی معنی اور دوسرے کے حقیقی معنے کو جمع کیا ہے اور اسی طرح اس شعر مین ؎ شبنم نے رو دیا کہ مین اشکِ چکیدہ ہون ؛ گل ہنس پڑا کہ مین بھی گریبان دریدہ ہون ؛ شبنم کے ٹپکنے اور گل کے کھلنے مین تضاد نہین ہے مگر جبکہ شبنم کے ٹپکنے کو رونے سے اور گل کے کھلنے کو ہنسنے سے تعبیر کیا تو اُن دونون مین مضمون تضاد حاصل ہو گیا - اس دوسری صورت کو ایہام تضاد کہتے ہین کیونکہ ایہام وہم مین ڈالنے کو کہتے ہین اور اس قسم مین معانی کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرتے ہین کہ اُن مین تضاد کا وہم ہو جاتا ہے ؛ -

صنعت مقابلہ

وہ یہ ہے کہ دو معانی یا زیادہ کو جو ایک دوسرے کے ضد و مقابل نہون ایک جا ذکر کرین بعد اُسکے اُن معانی کو جو پہلے معانی کے ضد ہون علی الترتیب لاوین۔ اور یہ مقابلہ کبھی دو دو اور کبھی تین تین اور کبھی چار چار مین ہوتا ہے مثال دو دو کی یہ شعر گویا کا ؎ ترک مطلب نے کیا ہے بے نیاز ٭ ہاتھ کھینچا پانون پھیلاتے ہین ہم ٭ یہان ہاتھ کے مقابل پانون اور کھینچنے کے مقابل پھیلانا ہی۔ مثال تین تین کی یہ شعر گویا کا ؎ نگہ و ابرو و مژگان نے ترے کاوش کی ٭ تیر نے برچھی نے تلوار نے سونے نہ دیا ٭ یہان نگہ و ابرو و مژگان کے مقابل تیر و برچھی و تلوار ذکر کیے ہین۔ مثال چار چار کی یہ شعر سودا کا ؎ یار و مہتاب و گل و شمع یہ ہم چارون ایک ٭ ہین کنان بلبل و پروانہ ہم چارون ایک ٭ یہان اول مصرعہ مین چار قسم کے معشوق مذکور کیے اور مصرعہ دوم مین اُن کے چار عاشق بترتیب لایا۔ مثال پانچ پانچ کی یہ شعر گویا کا ؎ کٹی ہے گویا شب جوانی بس آن پہونچی ہے صبح پیری ٭ بہت سی کی تو نے بُت پرستی بس ایک دو دن خدا خدا کر ٭ یہان کٹی بمعنے گذری کے مقابل آن پہونچی اور شب کے مقابل صبح اور جوانی کے مقابل پیری اور بُت کے مقابل خدا اور ایک کے مقابل دو ہین۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ صنعت مقابلہ ایک قسم صنعت طباق کی ہے کیونکہ مقابلہ مین بھی یہی تضاد معتبر ہے۔

صنعت مراعاۃ النظیر

اس صنعت کا نام تناسب اور ایتلاف اور تلفیق بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کئی چیزین متناسب غیر متضاد ایک کلام مین مذکور ہون۔ غیر متضاد کی قید سے طباق نکل گیا۔ اور اس صنعت مین کبھی تو دو چیزین متناسب مذکور ہوتی ہین اور کبھی زیادہ۔ مثال دو کی اور تین کی شاہ نصیر کا شعر ؎ دیکھتا تاب فلک گر ترے رخسار ونکی ٭ تو شب و روز مہ و مہر کو دارا کرتا ٭

شب و روز مین دو چیزین باہم متناسب ہین۔ اور فلک اور ماہ اور مہر تین چیزین۔ مثال چار
کی ذوق کا شعر ؎ خط بڑھا زلفین بڑھین کاکل بڑھے گیسو بڑھے ۔ حسن کی سرکار مین جتنے
بڑھے ہندو بڑھے ٭ خط۔ زلف۔ کاکل۔ گیسو۔ باہم متناسب ہین۔ گویا ؎ ترنج زر ہین پستان
اور ذقن بھی سیب سیمین ہے ٭ کوئی اُس قد سا نخل بار ور ہووے تو مین جانون ٭ ترنج سیب
نخل بار ور۔ باہم متناسب ہین اور ایسے ہی زر و سیمین۔ اور پستان و ذقن۔ اسی صنعت مین
داخل ہے وہ صنعت جسکو تشابہ الاطراف کہتے ہین۔ اسکی تعریف یہ ہے کہ کلام کو ایسی شے کے ساتھ
ختم کرین جو ابتداء سے مناسبت رکھتی ہو جیسے یہ شعر میر کا ؎ یہانکے سفید و سیہ مین ہمکو
دخل جو ہے سو اتنا ہے ٭ رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جون تون شام کیا ٭ یہان رات اور
شام سیہ کے مناسب ہے اور دن اور صبح سفید کے۔ اسی قسم کا ہے یہ شعر ؎ مکھڑا وہ غضب
زلف سیہ آگ وہ کافر ٭ کیا خاک جیے کوئی شب ایسی سحر ایسی ٭ یہان شب مناسب ہے
زلف کے اور سحر مکھڑے کے۔ اور مراعاۃ النظیر مین داخل ہو وہ صنعت جسکو ایہام التناسب
کہتے ہین اور وہ یہ ہو کہ کلام مین ایسے معانی جمع کرین کہ اُن کو آپس مین کچھ مناسبت نہو مگر
اُن معنی کو جن دو لفظون سے تعبیر کرین اُن دونون لفظون مین ایک لفظ ایک اور معنی رکھتا ہو کہ اُس معنے
کو دوسرے لفظ کے معنے کے ساتھ مناسبت ہو جیسا میر کے اس شعر مین ؎ میر کا ہجر مین
وصال ہوا ٭ چلو جھگڑا ہی انفصال ہوا ٭ یہان ہجر کو اور وصال بمعنی مرگ کو جمع کیا ہے اور
ظاہر ہی کہ ان دونون معنون مین باہم کچھ مناسبت نہین ہو مگر وصال کے دوسرے معنی یعنی
وصل البتہ ہجر کے مناسب ہین ایسا ہی گویا کے اس شعر مین ؎ عالم ہون علم عشق کا مین
کر نہ ہمسری ٭ اے عندلیب تو ہے پڑہی بوستان تلک ٭ یہان عندلیب اور بوستان یعنی کتاب
مشہور کو جمع کیا ہے سو اُن مین کچھ مناسبت نہین مگر بوستان کے دوسرے معنی یعنی

باغ عندلیب کے متناسب ہین اور یہی حال ہے اس شعر کا ؎ بید مجنون دیکھکر مجنون کا آتا ہے خیال ؛ آب شیرین گر بہون فرہاد یاد آوے مجھے ؛ اور شرح اسکی ظاہر ہے۔ اس صنعت کو ایہام تناسب اسواسطے کہتے ہین کہ یہان فی الحقیقت تناسب نہین ہے مگر لفظ کے دوسرے معنے تناسب کا وہم پیدا کرتے ہین جیسا ایہام تضاد مین معلوم ہوا ؛۔

صنعت مشاکلہ

وہ یہ ہے کہ ایک شئے کو اُس لفظ سے ذکر کرین جو اُسکے غیر کے واسطے موضوع ہو۔ اس مناسبت سے کہ دونون ایک جا مذکور ہوئے ہین جیسا اس شعر مین ؎ بدی کی بدی سہل ہووے جزا ؛ جو تو مرد ہے کر بُرے کا بھلا ؛ بدکار سے بدی کا انتقام لینا بد نہین ہے مثلاً چور کو چوری کی سزا دینا مگر چونکہ دونون ایک جا مذکور ہوئے ہین اسلیے بدی کے انتقام کو بھی بدی سے تعبیر کر دیا ہے اور جیسا اس قطعہ مین ؎ کسیکے گھر گیا مہمان مفلوک ؛ تن اُس کا ضعف سے تھا غیرتِ دوک ؛ کہا یہ میزبان نے دیکھ اُسکو ؛ غذا جو چاہتا ہو دل بتا دو ؛ کہا اُس نے پکا دو ایک کرتا ؛ اور اُسکے ساتھ ایک موٹا دوپٹا ؛ یہان کرتہ اور دوپٹہ کے سینے کو پکانے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ مذکور پکانے ہی کا ہے۔

صنعت مزاوجہ

وہ یہ ہے کہ ایسے دو معانی شرط و جزا مین واقع ہووین کہ پہلے معنی پر جو امر مترتب ہووے وہی دوسرے معنے پر مترتب ہو جیسے شعر سعادت یار خان رنگین مین ؎ آہ کیجیے تو آن جاتی ہے ؛ اور نہ کیجیے تو جان جاتی ہے ؛ یہان آہ کرنے اور نہ کرنے پر کسی شئے کا جانا مترتب ہوا ہے۔ یعنی ایک پر آن کا جانا۔ اور دوسری پر جان کا جانا

صنعت ارصاد

اسکے لغوی معنی رستے مین نگہبان بٹھانے کے ہین اور اصطلاحی یہ کہ شعر مین قبل ختم کلام ایسا لفظ لاوین جس سے معلوم ہوجاوے کہ مصرعہ ثانی کے آخر مین فلان لفظ ہوگا اور یہ امر جب ہوگا کہ اُس شعر کے قافیہ کا حرف اخیر معلوم ہو ورنہ لفظ اخیر معلوم نہ ہوسکیگا۔ جیسے غالب کے ان اشعار مین ؎ غیر لین محفل مین بوسے جام کے ٭ ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے ٭ رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم ٭ دھوئے دھبے جامۂ احرام کے ٭ دلکو آنکھون نے پھنسایا کیا مگر ٭ یہ بھی حلقے ہین تمہارے دام کے ٭ شاہ کی ہے غسل صحت کی خبر ٭ دیکھیے کب دن پھرین حمام کے ٭ عشق نے غالب نکما کردیا ٭ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے ٭ جب معلوم ہوا کہ مدار قافیہ کا اس زمین مین حرف میم پر ہی مثل جام و پیغام وغیرہ کے تو دوسرے شعر کے مصرعہ اول مین لفظ زمزم قرینہ ہے اس بات کا کہ قافیہ شعر احرام ہوگا ایسا ہی تیسرے شعر مین لفظ پھنسایا قرینہ ہے دام کے قافیہ ہونے کا۔ اور چوتھے شعر مین غسل صحت سے معلوم ہوتا ہی کہ قافیہ حمام ہوگا۔ اور پانچوین شعر مین لفظ نکما باواز بلند پکارتا ہے کہ قافیہ اس شعر کا لفظ کام ہوگا۔ یہ ہی حال ہے ذوق کے ان اشعار کا ؎ کیا ٹھہرے وقفہ ہے ابھی آنے مین اُن کے ٭ اور دم میرا جانے مین توقف نہین کرتا ٭ تا صاف کرے دل نہ مئے صاف سے صوفی ٭ کچھ سود و صفا علم تصوف نہین کرتا ٭ شعر اول مین لفظ وقفہ قرینہ ہے توقف کے قافیہ کا اور شعر دوم مین الفاظ صاف و صوفی قرینہ ہین اس بات کے کہ قافیہ اس شعر کا تصوف ہوگا۔

صنعت عکس و تبدیل

وہ یہ ہی کہ اولاً کلام مین ایک جزو کو لاوین اور بعد ازان اول کو ثانی اور ثانی کو اول کردین اسکی کئی قسمین ہین ایک یہ کہ وہ جزو دو طرفون جملہ مین سے درمیان ایک طرف اور اسکے

مضاف کے واقع ہو۔ جیسا اس مثال مین (کلام الملوک ملوک الکلام) یہان کلام دو طرفون جملہ سے ایک طرف ہی اور ملوک مضاف الیہ اُس طرف کا ہی اور ان مین عکس واقع ہوا ہے کہ اولاً کلام کو ملوک سے مقدم لائے اور بعد ازان ملوک کو مقدم کر دیا۔ دوسرے یہ کہ وہ جزو متعلق ہو دو معنون سے جو دو جملون مین واقع ہوئے ہین جیسا یون کہین کہ (خداوند تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے) مثلاً انڈے کو مرغی سے اور مرغی کو انڈے سے) یہان زندہ اور مردہ متعلق ہے نکالتا ہے کے اولاً زندہ مقدم مردہ سے لائے اور بعد ازان مردہ کو زندہ سے۔ مثال عکس کی اشعار مین یہ شعر ؎ دیر کو کعبہ کرے کعبہ کو دیر ؛ غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر ؛ ذوق ؎ نکالون کس طرح سینہ سے اپنے تیر جانان کو ؛ نہ پیکان دلکو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکان کو ؛ ایضاً ذوق ؎ نیت نیک ترے آئینہ حسن عمل ؛ عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت ؛ ایضاً ذوق ؎ ہم اور غیر یکجا دونون بہم ہونگے ہم ہونگے وہ ہونگے وہ ہونگے ہم ہونگے ؛ اسی قسم کے ہین یہ دو شعر ؎ یہ خوبی و زیبائی یوسف نے کہان پائی ؛ یوسف نے کہان پائی یہ خوبی و زیبائی ؛ عرق آجائے گلشن کو جو دیکھے روئے روشن کو ؛ جو دیکھے روئے روشن کو عرق آجائے گلشن کو ؛۔

صنعت رجوع

یہ ہی کہ اول ایک کلام بولین اور بعد ازان لوٹ کر اُسکو باطل کردین بخیال کسی نکتہ کے جیسا اس شعر مین ؎ ماہ ہے تو پر کہان ہے ماہ کی یہ چشم و زلف ؛ سرو ہے تو پر کہان اُسمین یہ رفتار و ادا ؛ اول معشوق کو ماہ کہا اور پھر اُس سے رجوع کیا اس وجہ سے کہ اسکی معشوق کی سی چشم و زلف نہین ہی۔ ایسا ہی اُس کو سرو کہکر اپنے کلام کو باطل کر دیا اس خیال سے کہ سرو مین یار کی سی رفتار و ادا نہین ہی۔ فائدہ اس رجوع کا اظہار اس

امر کہا ہے کہ معشوق ماہ و سرو سے اچھا ہے ایسا ہی حال ہے ان دونون شعرون مین ؎ رخ
ترا ہے ماہ یا خورشید پر ہے یہ غلط۔ یستانی اسقدر مہ مین کہان خور مین کہان ٭ قد ہے تیرا
اک صنوبر باغ عالم مین ولے ٭ راستی جو ہے ترے قد مین صنوبر مین کہان ٭ ایضاً ناسخ
؎ ماہ نو ہے مثل ابرو لیکن اُسکا رو نہین ٭ ماہ کامل صورت رو ہے مگر ابرو نہین ٭

صنعت توریہ جسے ایہام بھی کہتے ہین

یہ ہے کہ ایک لفظ ایسا بولین جسکے دو معنی ہون ایک قریب یعنی مشہور و کثیر الاستعمال دوسرے
بعید غیر مشہور و قلیل الاستعمال اور مراد معنی بعید ہون باعتماد کسی قرینہ کے یہ صنعت دو طرح پر
ہوتی ہے ایک یہ کہ کلام مین معنی قریب کے مناسبات مذکور نہون اسکو ایہام مجرد کہتے ہین
جیسے اس شعر مین خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے ؎ بستے ہین ترے سایہ مین سب شیخ و برہمن ٭
آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا ٭ سایہ کے دو معنی ہین ایک قریب یعنی یہ ہی سایہ متعارف
جو دھوپ کی ضد ہے۔ دوسرے بعید یعنی حمایت اور یہان مراد یہ ہی ہے اور اس شعر مین معنی قریب
کی مناسبات کچھ بھی مذکور نہین ہین۔ دوسرے یہ کہ کلام مین معنی قریب کے مناسبات مذکور ہون اُسکو
ایہام مرشح کہتے ہین جیسا درد کے اس شعر مین ؎ کونسا دل ہے وہ کہ جس مین آہ ٭ خانہ آباد
تو نے گھر نہ کیا ٭ گھر کرنے کے دو معنی ہین۔ قریب معنی گھر بنا لینے کے اور بعید معنی تمکن و تصرف
کے اور یہان لفظ خانہ اور آباد مناسبات معنی قریب مذکور ہین۔ یہ ہی حال ہے اس شعر کا
؎ دل جو دیکھا تو صنم خانہ سے بدتر نکلا ٭ لوگ کہتے ہین کہ اس گھر مین خدا رہتا ہے ٭ خدا
کا رہنا بمعنے متصرف ہونیکے ہے اور یہ معنی بعید ہین اور معنی قریب سکونت اور استقرار
کے ہین۔ اور یہان مناسبات معنی قریب یعنے گھر اور صنم خانہ مذکور ہین ٭

صنعت استخدام

وہ ہے کہ کسی لفظ کے دو معنی ہون - ایک معنی تو اُس لفظ سے مراد لین اور دوسرے معنی اُس ضمیر سے جو اُس لفظ کی طرف راجع ہو - یا اُس لفظ کیطرف دو ضمیرین عائد ہوتی ہون ایک ضمیر سے ایک معنی مراد لین اور دوسری ضمیر سے دوسرے معنے - مثال اول کی ہے شعر ؎ سایہ فگن ہوئین نے کہا ہمپہ اوپری ، بولا کہ اُسکے سایہ سے پرہیز چاہیئے ، لفظ پری سے معشوق مراد ہے اور ضمیر اُسکے سے مراد پری حقیقی ہے کیونکہ پری کے سایہ سے پرہیز کرتے ہین نہ معشوق کے سایہ سے - مثال دوم کی ہے یہ شعر ؎ گل خوش رہے اور اُسکا گلشن ، گو اُس نے ہمین نہ مُنہ لگایا ، گل کے دو معنے ہین ایک حقیقی یعنی گلاب کا پھول اور دوسرا مجازی یعنی معشوق - یہان ضمیر مصرعہ اول یعنی اُس کا راجع ہے گل حقیقی کی طرف - اور ضمیر مصرعہ دوم یعنے اُس نے عائد ہوتی ہے معشوق کی طرف ،

صنعت لف و نشر

لف لغت مین بمعنی لپیٹنے کے ہے اور نشر بمعنے پراگندہ کرنے کے - اور لف و نشر کی تعریف اصطلاح مین یہ ہے کہ پہلے کئی چیزین مذکور کرین اُس کو لف کہتے ہین اور بعد اُسکے ہر ایک کے منسوبات و متعلقات کو بغیر تعین بیان کرین اُسکو نشر کہتے ہین - اور تعین کا نکرنا اس اعتبار سے ہے کہ سننے والا ہر ایک منسوب کو اُسکے منسوب الیہ سے متعلق کر لیگا - یہ صنعت دو قسم پر ہے ایک مرتب اور دوسری غیر مرتب - مرتب یہ ہے کہ جس ترتیب سے لف ہے اُسی ترتیب سے نشر بھی ہو جیسے سودا کے اس شعر مین ؎ یار و مہتاب و گل و شمع یہ ہم چارون ایک ، ہین کتان بلبل و پروانہ بہم چارون ایک ، اول مصرعہ مین چار چیزین بطور لف اور مصرعہ دوم مین چار نشر اُسی ترتیب سے مذکور ہین اپنے تئین یار کے ساتھ اور کتان کو مہتاب کے ساتھ اور بلبل کو گل کے ساتھ اور پروانہ کو شمع کے ساتھ منسوب کیا ہے علی الترتیب - ایسا ہی

گویا کے اس شعر مین ؎ صدمۂ تیغ سے اور فرط نزاکت کے سبب ٭ پہلے مین گر پڑا اور یار گرا میرے بعد ٭ اور شرح ظاہر ہے۔ اور غیر مرتب وہ ہے کہ نشر کی ترتیب لف کی ترتیب کے موافق نہ ہو۔ اُسکی دو قسمین ہین ایک یہ کہ لف کی ترتیب کو نشر مین اُلٹ دین یعنی جو لف مین سب سے اول ہے نشر مین سب سے اخیر ہو وعلی ہذا القیاس اُسکو معکوس الترتیب کہتے ہین جیسے اس شعر مین ؎ روے تابان زلف مشکین قامت رعنا ترا ٭ سرو ہے سنبل ہے اور خورشید عالمتاب ہے ٭ اور بہترین اقسام اس قسم کی وہ ہے کہ ایک کلام مین کئی لف اور کئی نشر جمع ہون اسطرح کہ ایک نشر بہ نسبت دوسرے نشر کے لف بن جاوے جیسا اس شعر مین ؎ کیونکہ چین آوے کہ رہتا ہے ہمیشہ ہجر مین ٭ سوز و نالہ داغ و غم سے دل کو جان زار کو ٭ سوز بسبب داغ کے دل کو ہے اور نالہ بسبب غم کے جان کو دوسری قسم یہ ہے کہ نشر کی ترتیب نہ لف کی ترتیب کے موافق ہو اور نہ ٹھیک اُلٹی ہو بلکہ اُسکی ترتیب درہم و برہم ہو جیسے اس شعر مین ؎ ترے دندان ولب نے کر دیا بے قدر عالم مین ٭ گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو ٭ یہان گوہر و لعل نشر مرتب ہے اور یاقوت کو و ہیرے کو غیر مرتب کیونکہ یاقوت جو نشر مین اول مرتب ہوا منسوب ہے لب کی طرف جو لف مین دوم مذکور ہے اور ہیرا جو نشر مین دوم مذکور ہوا منسوب ہے دندان کی طرف جو لف مین اول مذکور ہے۔ ایسا ہی ہے گویا کے اس شعر مین ؎ نگہ و ابرو و مژگان نے ترے کاوش کی ٭ تیر نے برچھی نے تلوار نے سونے نہ دیا ٭ تیر نگہ کی طرف اور برچھی مژگان کی طرف اور تیغ ابرو کی طرف بطور غیر مرتب منسوب ہے۔

صنعت جمع

وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ چیزونکو ایک حکم مین جمع کرین جیسا نسیم کے اس شعر مین ؎ معمول سے

بزم میں ہوئے جمع ٭ مینا و کباب و مجمر و شمع ٭ مینا و کباب و مجمر و شمع کو جمع ہونے کے حکم میں جمع کر دیا ہے۔ ایسا ہی گویا کے اس مصرعہ میں جا و پر مذکور ہوا ٭ تیر نے برچھی نے تلوار نے سونے نہ دیا ٭ تیر اور برچھی اور تلوار کو سونے نہ دینے کے حکم میں جمع کر دیا ہے۔

صنعتِ تفریق

یہ ہے کہ ایک طرح کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کیا جاوے جیسا ذوق کے اس قطعہ میں ٭ مانا اگر بلندی و شان و شکوہ میں ٭ ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسمان ٭ پر اُسکے نقش پا کے مقابل بنا سکے ٭ چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسمان ٭ آسمان اور ہاتھی بلندی و شکوہ میں مشابہ ہیں مگر اُن دونوں میں یہ فرق ظاہر کر دیا کہ ہاتھی اپنے نقش پا سے ایک جگہ چار آفتاب بنا دیتا ہے اور آسمان ایسا نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے اُسکا یہ شعر ٭ دون ترے گھوڑے کو کیونکر میں پری سے نسبت ٭ نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیل ٭ گھوڑا اور پری تیزی رفتار میں کسیقدر مشابہ ہیں مگر چار چیزوں میں گھوڑا پری سے زیادہ ہے جسکا بیان مصرعہ دوم ہے۔

صنعتِ تقسیم

وہ ہے کہ اول چند چیزیں ذکر کریں اور بعد ازاں ہر ایک کے منسوب کو علی التعیین لاویں اور تعین سے لف و نشر خارج ہو گیا مثال تقسیم کی یہ شعر ہے ٭ تیرا ہنسنا میرے رونے کے برابر ہو گیا ٭ اس نے مارا خلق کو اس نے ڈبویا اک جہان ٭ اول معشوق کا ہنسنا اور اپنا رونا ذکر کیا بعد ازاں اُسکے ہنسنے کیطرف مارنا خلق کا نسبت کیا اور اپنے رونے کی طرف ڈبونا ایک جہان کا۔ ایسا ہی یہ شعر شہیدی کا ٭ آٹھ پوسون پر ہیں نوکر اُس بتِ طناز کے ٭ شام کے دو صبح کے دو روز کے دو شب کے دو ٭ اور شرح ظاہر ہے۔ اور کبھی صنعت تقسیم اسطرح مستعمل ہوتی ہے کہ اول ایک چیز اور اُسکے مناسب کو ذکر کریں اور بعد ازان

دوسری چیز اور اس کے مناسب کو جیسا آتش کے اس شعر مین ؎ جو ابر گریہ گنان ہے تو برق خندان ہے ۞ کسی مین خو ہے ہماری کسی مین خو تیری ۞ یہان ابر ذکر کیا اور اُسکی طرف رونا منسوب ہوا اور برق لائے اور اُسکی طرف خندہ ہونے کی نسبت کردی اور بعد ازان رونے کو اپنی طرف اور ہنسنے کو معشوق کی طرف منسوب کیا ۞

صنعت تقسیم مسلسل

وہ یہ ہے کہ اول ایک چیز ذکر کرین اور بعد ازان اُسکا مناسب اور پھر اُس مناسب کو کرلادین اور اُس مناسب کا مناسب اُسکی طرف منسوب کرین اور اسیطرح جیسے ذوق کے اس بند مین ؎ بخار ارض سے تا ابر ہو اور ابر مین پانی ۞ روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی ۞ زمین مین تا ہو کان اور کان مین ہو جوہر کانی ۞ ہے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی ۞ تیری شمشیر جوہر دار مین نصرت کا جوہر ہو ۞ ترے قبضہ مین بحر پُر گہر ہو کان پُر زر ہو ۞ یہان اول شعر ایک سلسلہ ہے اور دوسرا شعر دوسرا سلسلہ ۔

صنعت جمع و تفریق

وہ ہے کہ دو چیزون کو ایک معنی مین شریک کرین اور بعد ازان وجہ اشتراک مین تفریق کردی جاوے مثلاً اس شعر مین ؎ مسلمان اور کافر سجدہ کرتے سب ہین پتھر کو ۞ اُسے وہ کعبہ کہتے ہین اسے بت نام کرتے ہین ۞ اول مصرعہ مین مسلمان اور کافر کو جمع کیا ہے سجدہ کرنے مین اور مصرعہ دوم مین دونون کا فرق بیان کردیا ہے ۔

صنعت جمع و تقسیم

وہ ہے کہ چند چیزین ایک حکم مین جمع کرین اور پھر اُنکی تقسیم کیجاوے یا اُسکا عکس کہ اول تقسیم کرین اور پھر جمع مثال اول کی شعر آتش کا ؎ اسیر اے دوست تیرے عاشق و معشوق دونون ہین

اسے عشق آہنی زنجیر کا اُسکو طلائی کا۔ اول اسیر ہونے مین عاشق اور معشوق کو جمع کیا بعد ازان اُنکے اقسام اسیری کو تقسیم کیا یہی حال ہی اس شعر مین ؎ تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہی اوج عالم مین ۔ تجھے تخت خلافت پر اُسے دار سیاست پر۔ مثال دوم کی یہ شعر ؎ دشمن کے دوست دوست کے دشمن ہین بے سبب۔ دیکھو یہ خوبرویون کی عادت عجیب ہے۔ اول خوبرویون کی صفت کو تقسیم کیا دشمنی دوستان اور دوستی دشمنان کی طرف اور پھر اُنکو جمع کر دیا ایک عادت مین یعنی یہ عادت ان سب کی ہے۔

صنعت جمع و تفریق و تقسیم

وہ ہی کہ جسمین تینون صنعتین استعمال کیجاوین جیسا اس قطعہ مین ؎ مری آہ اور تری کاکل ہی سنبل شکل مین لیکن ۔ وہ خارسوختہ یہ شاخ سرو جویباری کی ۔ سدا اُس خار سے دوزخ کو ہی اُمید آتش کی ۔ سدا اُس شاخ سے جنت کو خواہش آبیاری کی ۔ مصرعہ اول شعر مین صنعت جمع اور دوسرے مصرعہ مین صنعت تفریق اور شعر دوم مین صنعت تقسیم ہی اسی قسم کا ہی یہ قطعہ ؎ سب سخی ہین ابر و دریا اور وہ عالیجناب ۔ پاوین فیض ان سے نباتات اور غواص و گدا ۔ پر کرے ہے نالہ دریا ابر روے وقت فیض ۔ با لب خندان وہ بخشے لعل و گوہر دائما ۔ شرح ظاہر ہے۔

صنعت تجرید

یہ ہی کہ ایک شئے صاحب صفت سے دوسری شئے اُسی کے مانند یعنی اسی صفت کے ساتھ موصوف حاصل کرین بقصد مبالغہ واسطے اظہار اس امر کے کہ وہ شئے صاحب صفت اس صفت مین ایسی کامل ہے کہ اُس سے اُسی صفت کی دوسری شئے نکل سکتی ہی ۔ تجرید کی کئی قسمین ہین ایک یہ کہ بذریعہ لفظ سے کہ اُردو مین حرف آز کا ترجمہ ہے ہو ۔ مثلاً اس شعر مین ؎ چہرۂ انور سے تیرے ماہ کامل آشکار ۔ اور گیسوے معنبر سے شب یلدا عیان ۔ یہان چہرہ کے نور اور زلف کی

سیاہی مین مبالغہ مدنظر ہے یعنی چہرہ نورانیت مین اور زلف سیاہی مین ایسے کامل ہین کہ اوّل سے ماہ کامل اور دوسری سے شب تاریک حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بوسیلہ لفظ نکلا کے ہو جیسا اس شعر مین ؎ مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا، موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا، یہان معشوق کی ستمگری مین مبالغہ منظور ہے کہ وہ اس وصف مین ایسا کامل ہے کہ اُسمین سے ایک جداگانہ ستمگر حاصل ہو سکتا ہی۔ تیسرے یہ کہ بذریعہ لفظ مین ہو جو حرف در کا ترجمہ ہی جیسا اس شعر مین ؎ ہر کوچہ جانان مین جنت کا سراغ اُنکو، عشاق تو اب وہان سے مر کر بھی نہ نکلین گے، یہان اظہار اس امر کا منظور ہے کہ کوچہ جانان مین سامان عیش اس کثرت سے جمع ہین کہ اُسمین سے جنت حاصل ہو سکتی ہی خلاصہ یہ ہی کہ وہ جنت سے بھی زیادہ ہی۔ چوتھے یہ کہ کسی حرف کا واسطہ نہو جیسے اس شعر مین ؎ قاصد جو وہان سے آیا تو شرمندہ مین ہوا، بیچارہ سینہ چاک گریبان دریدہ تھا، قاصد کو بیچارگی مین ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اُس سے ایک بیچارہ جدا حاصل ہو سکتا ہی۔ اور یہان واسطہ کسی حرف وغیرہ کا نہین ہی۔ پانچوین یہ کہ کوئی شے بطریق کنایہ کے حاصل ہو مثلاً یون کہین کہ زید بدصورت آدمی کے ہاتھ کے بیر نہین کھاتا یا بخیل کے ہاتھ کا پانی نہین پیتا۔ اول مثال مین زید مین سے ایک خوبصورت آدمی اور دوسری مثال مین اُس مین سے ایک سخی حاصل کیا ہی بطریق کنایہ کے کیونکہ جب زید سے بدصورت آدمی کے ہاتھ کے بیر کھانے کی اور بخیل کے ہاتھ کا پانی پینے کی نفی کی تو اس سے ثابت ہوا کہ زید خوبصورت آدمی کے ہاتھ کے بیر کھاتا ہی اور سخی کے ہاتھ کا پانی پیتا ہے۔ اور معلوم ہی کہ وہ اپنے ہاتھ کے بیر اور اپنے ہاتھ کا پانی پیتا ہے پس اُسکی خوبصورتی اور سخاوت بطریق کنایہ ثابت ہوگئی۔ اور جیسا اس شعر مین ؎ دیکھنا آئینہ ہر دم یہ نہین ہے بے وجہ، ظاہرا وہ بھی ہین عاشق کسی مہ پارہ کے، آئینہ دیکھکر کسی مہ پارہ کا عاشق ہونا ظاہر ہی کہ اپنے

اور پر عاشق ہوتا ہے۔ کیونکہ آئینہ مین صورت اپنی ہی نظر آتی ہے پس معشوق سے ایک سہ پارہ ایسا حاصل کیا ہے کہ وہ اُسپر عاشق ہو گیا ہے۔ چھٹے یہ کہ کوئی شخص اپنے آپ سے باتین کرے اور وجہ تجرید کی اس صورت مین یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص اپنی ذات سے ایک اور آدمی حاصل کرتا ہے اور پھر اُسکو خطاب کی باتین کرنے لگتا ہے جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جام شراب ٭ لب پہ توبہ ترے دلمین ہوس جام شراب ٭ یہان شاعر نے اپنی ذات سے ایک ایسا شخص الگ کر لیا جو اُسکی مانند دلمین ہوس شراب پینے کی رکھتا ہو اور زبان سے لفظ توبہ کہتا ہو بعد ازان اُسکو مخاطب بنایا۔ اسی قسم سے ہے وہ جو مقطع غزل مین شاعر اپنا تخلص ذکر کرکے خطاب کرتا ہے۔ مومن خان ؎ آؤ مومن تمہین بھی دکھلادین ٭ سیر بت خانہ مین خدائی کی ٭ شہیدی ؎ عام ہین اُسکے تو الطاف شہیدی سب پر ٭ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا ٭ غالب ؎ ریختہ کے تمہین اُستاد نہین ہو غالب ٭ کہتے ہین اگلے زمانہ مین کوئی میر بھی تھا ٭

صنعت مبالغہ مقبولہ

مبالغہ کے یہ معنی ہین کہ کسی وصف کی شدت یا ضعف کا اُس حد تک دعویٰ کرین کہ وہانتک اُسکا پہونچنا بعید ہو یا محال تاکہ سامع کو یہ گمان نرہے کہ اُس وصف کی شدت یا ضعف کا کوئی مرتبہ باقی ہے۔ یہ تین طرح ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اُس حد تک پہونچنا موافق عقل اور عادت کے ممکن ہو اُسکو تبلیغ کہتے ہین جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ تیرا دروازۂ دولت ہے مقام اُمید ٭ تیرا دیوان عدالت ہے محل عبرت ٭ کسی کی در دولت کا مقام امید ہونا اور دیوان عدالت کا محل عبرت ہونا عقلاً و عادۃً ممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ باعتبار عقل کے ممکن ہو اور بلحاظ عادت کے محال اُسکو اغراق کہتے ہین جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ علم ظاہر سے ہے

یکسان سمجھے دور و نزدیک ؛ نور باطن سے برابر ہے حضور و غیبت ؛ بذریعہ علم ظاہر دور و نزدیک کا یکسان ہونا اور ایسا ہی نور باطن سے حضور و غیبت کی مساوات عقلاً ممکن ہو اور عادۃً محال تیسرے یہ کہ باعتبار عقل اور عادت کے محال ہو اُسکو غلو کہتے ہین جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ روش شیشہ ہر ایک سنگ ہو ریزہ ریزہ ؛ پڑے البرز پہ گر گرز کی تیری ضربت گرز کی ضربت سے تمام البرز کے پتھرونکا ریزہ ریزہ ہو جانا عقلاً ممکن ہے نہ عادۃً بلکہ محال ہے اسی قسم کے ہین یہ اُسکے اشعار ؎ وہ تری تیغ کی برّش ہو کہ سایہ جسکا ؛ کر دے اکدم مین ہیولیٰ سے مفارق صورت ؛ سر کشف وار چھپاتا ہے فلک زیر سپر ؛ کیا غضب ہے تری شمشیر غضب کی ہیبت ؛ اب جانو کہ منجملہ اقسام مبالغہ کی تبلیغ اور اغراق دونون مقبول ہین اور تیسری قسم یعنی غلو جب مقبول ہوتی ہے کہ کوئی ایسا لفظ ذکر کرین کہ اُسکو قرین صحت کے کر دے جیسا لفظ گویا کا اس ذوق کے شعر مین ؎ یہ جوش نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن ؛ گلشن مین گویا چھا گیا نور سحر رنگ شفق ؛ یہان جوش نسرین و سمن اور لالہ و گل کے چمن کا نور سحر اور رنگ شفق ہو جانا عقلاً و عادۃً محال ہے مگر لفظ گویا نے اس غلو کو مقبول کر دیا - اور ایسا ہی ہے اُس کے اس شعر مین ؎ کیا عجب رحمت باری سے کہ وقت باران ؛ ابر مردہ سے بھی ہو قطرہ فشان آب زلال ؛ ابر مردہ سے آب زلال کا قطرہ فشان ہونا عقلاً و عادۃً محال ہے مگر لفظ کیا عجب نے اُسکو قرین صحت کر دیا ہے - اور دوسری صورت مقبول ہونے غلو کی یہ ہے کہ اُس مین خیالات نازک اور لطیف ہون تاکہ اُن خیالات کی لطافت کے سبب وہ مبالغہ باوجود قرین صحت ہونے کے مقبول طبائع اہل بلاغت ہو جاوے جیسا اس شعر مین ذوق کے ؎ طائر روح عدو کے لیے صیاد اجل ؛ سبزہ تیغ جوھر سے لگا رکھتا ہے جال ؛ تیغ مین جوہر کا جال

لگانا طائر روح عدو کے واسطے عقلاً و عادۃً محال ہے۔ مگر چونکہ یہ خیال لطیف و نازک ہے اسلیے مقبول ہے۔ تیسری صورت مقبول ہونے اس قسم کے مبالغہ کی یہ ہے کہ کلام بطور ہزل واقع ہو جیسے سودا کے اُن اشعار مین جو گھوڑے کی ہجو مین ہین ؎ کم رو ہے اسقدر کہ اگر اسکے نعل کا ٭ لوہا گلا کے تیغ بناوے کبھو لہار ٭ ہے دلکو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ ٭ رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار ٭ گر باندھ کر سہ منزلہ سے پھینکدین اُسے ٭ پھٹکے بغیر مین نہ اُترے گا زینہار ٭ یہان گھوڑے کی کم روی مین مبالغہ بطور غلو ہے مگر چونکہ بطریق ہزل ہے اس لیے مقبول ہے۔

صنعت مذہب الکلامی

وہ ہے کہ کلام دلیل پر مشتمل ہو یعنی اُس سے نتیجہ بطور اہل کلام بطریق قیاس نکلتا ہو گو مقدمات قیاس غیر یقینی مشہورات سے ہون جیسے ذوق کے اس شعر مین ؎ ہے ترے عہد مین فتنہ سے زمانہ خالی ٭ فیلسوفی ہے حکیمون کی خلا کہنا محال ٭ اس شعر مین قیاس کی صورت یہ ہے اگر خلا محال ہوتا تو تیرے عہد مین زمانہ فتنہ سے خالی نہ ہوتا لیکن تیرے عہد مین تو زمانہ فتنہ سے خالی ہے پس خلا محال نہین ہے۔ اسی قسم کا ہے یہ ذوق کا دوسرا شعر ؎ تیری شمشیر کو ہے خون عدو روز مباح ٭ یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال ٭ صورت دلیل یہ اگر مردار تیسرے دن حلال ہو تو تیرے شمشیر کو خون عدو روز حلال نہو لیکن تیری شمشیر کو تو خون عدو روز حلال ہے پس مردار کا تیسرے دن حلال ہونا غلط ہے سودا ؎ اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا ٭ تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہ پیدا ہو ٭ اسمین صورت دلیل یہ ہے کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہو تو گوہر آب و دانہ کو لیکر عدم سے پیدا نہو لیکن گوہر آب و دانہ لے کر پیدا ہوتا ہے پس فکر روزی کا عدم سے ساتھ ہے۔

صنعت حسن التعلیل

اُسکو کہتے ہین کہ کسی وصف کیواسطے کسی اعتبار سے کوئی شئے علت ٹھیراوین کہ وہ شئے حقیقت مین اُسکی علت نہو - یہ چار قسم پر ہے کیونکہ وہ وصف جسکے واسطے کسی شئے کو علت ٹھیرایا ہی فی نفسہ ثابت ہی یا نہین اگر وہ وصف فی نفسہ ثابت ہی تو وہان اُس وصف کے واسطے فقط علت کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور اگر وصف ثابت نہین ہی تو وہان بیان علت سے اُس وصف کا ثابت کرنا منظور ہوتا ہی - اور وہ وصف کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اُسکے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود ہو دو طرح پر ہے اوّل یہ کہ سواے اُس علت ٹھیرائی ہوئی کے اُس وصف کیواسطے عادۃً کوئی اور علت بھی ظاہر ہو - دوّم یہ کہ سواے اُسکے کوئی اور علت عادۃً ظاہر نہو اگرچہ فے الواقع اُسکی کوئی علت ہو - اور وہ وصف کہ فی نفسہ ثابت نہین ہے اور علت کے بیان کرنیسے اُسکا ثابت کرنا مطلوب ہوتا ہے وہ بھی دو طرح پر ہے - ایک یہ کہ اُس وصف کا موجود ہونا ممکن ہو اور دوسرا یہ کہ وہ محال ہو -

اَب تفصیل ہر ایک قسم کی اقسام چہارگانہ سے سنو - پہلی قسم یعنی وہ وصف ثابت ہو اور علت مذکورہ کے سواے اُسکے اور علت بھی ظاہر ہو جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے * کہ تا ہو جاے لذت آشنا تلخی دوران سے *

دایہ کا طفل کو افیون دینا ایک وصف ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بقصد خواب استراحت طفل ہوتا ہے مگر شاعر نے اُسکی علت یہ ٹھیرائی ہے کہ طفل تلخی مصائب زمانہ سے واقف ہو جاوے - اور اسی قسم کے ہین اُسکے یہ اشعار ؎ عدل کے لفظ کو دیتا نہین نقطہ کوئی *

عدل سے تیرے جو موقوف ہے رسم رشوت * کھلے ہی جاتے ہین سب غنچہ زہے جوش نشاط *

لوٹے ہی جاتے ہین گل بل بے ہنسی کی شدت * پیلی سینہ پہ نہ تھی جیب پس پشت کا عکس *

نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت ؛ اول شعر میں عدل کے لفظ کو نقطہ نہ دینا ایک
اصطلاح پر موقوف ہے کہ یہ لفظ حروف مہملہ سے مرکب ہے شاعر نے اسکی وجہ موقوفی رسم رشوت
ٹھہرائی ہے۔ دوسرے شعر مین غنچونکا کھلنا اور گلون کا بسبب اپنے ہجوم کے جھک جانا باعث
جوش بہار کے ہے شاعر نے اسکی وجہ جوش نشاط اور ہنسی کی شدت بیان کی ہے۔ اور اسیطرح
بیان شعر سوم بھی ظاہر ہوا۔ دوسری قسم یعنی وہ کہ وصف ثابت ہو اور علت مذکورہ کی سوائے
کوئی اور علت ظاہر نہو جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ افلاک پہ کرتا ہے ہر دم ادا جو سجدہ
شکر ؛ نشان سجدہ ہے زیب جبین ماہ منیر ؛ ماہ کی پیشانی پر سیاہ نشان یعنی کلف کا ہونا
ایک وصف ثابت ہے اور اس نشان کے ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہین ہے مگر شاعر نے یہ
ٹھیرالیا کہ یہ نشان سجدہ ممدوح ہے۔ تیسری قسم یعنی وصف ثابت نہو اور وجود اسکا
ممکن ہو جیسا ذوق کے اس شعر مین ؎ نام نیون پستی مین بالاتر ہمارا ہوگیا ؛ جسطرح
پانی کنوئین کی تہ مین تارا ہوگیا ؛ پستی سے رتبہ کا اعلےٰ ہونا ایک وصف غیر ثابت ہے
کیونکہ غالب و متبادر یہ ہے کہ پستی سبب ذلت ہو لیکن یہ امر ممکن ہے کہ پستی سبب علو رتبہ
ہو جاوے چنانچہ شاعر نے اسکی علت مصرع ثانی مین مذکور کر دی یعنی جب پانی بسبب پستی
کے کنوئین کی تہ مین بہت نیچا ہوگیا تو اسکو یہ کہنے لگے کہ وہ تارا سا معلوم ہوتا ہے پس
پستی باعث بلندی و علو مرتبہ ہوگئی۔ اور اسی قسم کا ہے یہ شعر ناسخ کا جسکا مضمون
خلاف شعر اول ہے سچ ہے ؎ ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است ؛ ؎ مرتبہ کم حرص رفعت
سے ہمارا ہوگیا ؛ آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا ؛ اور شرح اسکی ظاہر ہے۔ چوتھی قسم
یعنی وصف غیر ثابت و محال ہو جیسا اس شعر مین ؎ مسی آلودہ لب پر رنگ پان ہے
تماشا ہے تہ آتش دخان ہے ؛ آتش کے نیچے دخان کا ہونا وصف غیر ثابت اور محال ہے

بلکہ آتش نیچے اور دخان اوپر ہوتا ہے مگر مصرعہ اول نے اُسکا امکان ظاہر کردیا اسی قسم کا
ہے یہ شعر ذوق کا ع نہین یہ جوش گل ولالہ نکل آیا ہے ٭ داد خواہی کے لیے خاک سے
خون ہابیل ٭ خون ہابیل کا خاک سے نکل آنا ایک وصف غیر ثابت و محال ہے لیکن شاعر
نے جوش گل ولالہ سے اُسکا امکان ثابت کردیا ہے۔ اور حسن تعلیل کے قبیل سے ہے وہ وجہ
و دلیل جو بطور شک مذکور ہو جیسا اس شعر مین ع دل ہے جدا رہا ہمیشہ ٭ گویا کہ ضمیر
منفصل ہے ٭ دل کے جدا رہنے کی وجہ بطریق شک یہ بیان کی کہ وہ ضمیر منفصل ہے
یعنی جیسے ضمیر منفصل فعل سے ہمیشہ جدا رہتی ہے ایسا ہی دل بھی ہم سے جدا رہتا ہے۔

صنعت تاکید المدح بما یشبہ الذم

یعنی تعریف کی تاکید ایسے لفظون سے کہ وہ مشابہت ہجو سے رکھین اسطرح پر کہ الفاظ
ظاہر مین ہجو پر دلالت کرین لیکن حقیقت مین مدح کی تاکید ہون۔ یہ صنعت دو طرح پر ہے
قسم اول یہ ہے کہ بڑی صفت کسی چیز مین سے نفی کرین اور اُس بڑی صفت مین سے
ایک اچھی صفت بڑی صفت مین داخل ٹھیرا کر بوسیلہ حرف استثنا اُس چیز کے واسطے
جدا کرلین۔ اول یہ متوہم ہوتا ہے کہ شاید بواسطہ حرف استثنا کوئی بڑی صفت اُس
مین ثابت کریگا مگر بتامل دیکھین تو وہ مدح ہے جیسا یون کہین کہ فلان شخص مین کچھ
عیب نہین مگر یہ کہ وہ ہمیشہ مفلس رہتا ہے بسبب سخاوت کے یہان اول جمیع عیوب کی
اس سے نفی کی پھر ایک اچھی صفت کو عیوب مین سے الگ کیا مگر کے لفظ کے ساتھ اس سے
یہ خیال ہوا کہ اب متکلم شاید اُسکے عیوب بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوا لیکن جب غور کی
تو معلوم ہوا کہ یہ کمال ہنر ہے اس لیے کہ اُس سے سخاوت کا مبالغہ پایا گیا خلاصہ یہ ہے کہ
اول اس قسم کی مفلسی کو جو بسبب کمال سخاوت کے ہو عیوب مین داخل سمجھ لیا ہے لیکن

اُسکو عیوب مین داخل سمجھنا محال ہے کیونکہ وہ کمال سخاوت ہے پس یہ امر قبیل تعلیق محال بالمحال سے ہے۔ اسی قبیل سے ہے یہ شعر ؎ نہین ہے مجھ مین بُرائی کچھ اَور اسکے سوا کہ ہین بُراہون رقیبون کے چشم بد بین ہین۔ اول بُرائی کی نفی کی اور بعد ازان بلفظ سوا استثنا کیا تو شبہ ہوا کہ اب کوئی برائی بیان کریگا مگر جب تامل کیا تو معلوم ہوا کہ عیب نہین ہے بلکہ ہنر ہی کسواسطے کہ رقیب بسبب حسد کے بُرا جانا کرتے ہین نہ باعتبار حقیقت کے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ؎ تو سراپا حسن ہے لیکن نہین ہے آدمی ٭ کوئی رشک حور ہو تو یا پری ہے کیا ہے تو ٭ دوسری قسم یہ ہے کہ ایک صفت مدح کی کسی چیز کے واسطے ثابت کرین اور پھر حرف استثنا کا یعنی لیکن یا مگر یا سوا وغیرہ لاوین اور بعد اُسکے پھر ایک صفت مدح مذکور کرین جیسے اس شعر مین ؎ رخ دلبر اگرچہ ماہ چرخ حسن ہے لیکن ٭ رُخ خورشید چھپتا ہے جو وہ بے پردہ ہوتا ہے ٭ اور کبھی دوسری صفت اس طرح واقع ہوتی ہے کہ ظاہر مین ہجو ہونے کا شک ہوتا ہے مگر بعد غور وہ مدح ہوتی ہے جیسا اس شعر مین ؎ ترا عدل سارے جہان پر ہے لیکن ٭ رہے ہے ترا ظلم دایم ستم پر ٭ ظلم کا ہمیشہ رہنا ہجو ہے مگر ستم پر ظلم رہنا کمال عدل ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ اشعار اُردو مین بھی یہ صفت بغیر حرف استثنا بھی مستعمل ہوتی ہے۔ ذوق ؎ اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظ مین تو یہ ٭ نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر ٭ سامع کو اول مصرعہ سُنکر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اب ممدوح کی کچھ بُرائی بیان کریگا لیکن دوسرا مصرعہ سُنا تو معلوم ہوا کہ وہ کمال مدح ہے اسی قسم کا ہے یہ شعر ؎ مجھ مین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہون مین ٭ تم مین دو وصف ہین بد خو بھی ہو خودکام بھی ہو ٭ یہان مصرعہ اول قبیل تاکید المدح بما یشبہ الذم سے ہے اور دوسرا مصرعہ قبیل تاکید الذم بما یشبہ المدح سے جسکا بیان آگے آتا ہے۔

صنعت تاکید الذم بما یشبہ المدح

یعنی ہجو کی تاکید کرنی ایسے الفاظ کے ساتھ کہ وہ مدح کے مشابہ ہوں۔ یہ بھی دو قسم پر ہے قسم اول یہ ہے کہ صفت مدح کی کسی چیز سے نفی کریں اور ایک صفت ہجو کی اُس مدح کی صفت میں داخل ٹھیرا کر اُسکے واسطے اثبات کر لیویں چنانچہ اس شعر میں ؎ چرخ سفلہ پرور میں یونہیں نکوئی کی ؛ ہاں مگر ستم وہ بھی صرف ہے ہنر پرور ؛ اسی قبیل سے ہے یہ شعر نوازش کا ؎ کسے تیغِ جفائے چرخ سے امید ہنسنے کی ؛ جو ہووے بھی تو ہاں شاید دہانِ زخم خنداں ہو ؛ قسم دوسری یہ کہ کسی چیز کے واسطے ایک صفت ہجو کی ثابت کریں اور بعد اُسکے حرف استثنا کے ساتھ دوسری صفت ہجو مذکور کریں چنانچہ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں ؎ علم کی کچھ نہیں قدر جہل کو ترقی ہے ؛ دہر ہے ستم گستر لیک سفلہ پرور بھی ؛ اور کبھی اس صفت کا استعمال اسطرح کرتے ہیں کہ کسی چیز کے واسطے ایک صفت مدح ثابت کریں اور پھر اُسکے ساتھ ایسی ایک چیز شامل کر دیں کہ وہ صفت مدح بعینہ ہجو ہو جاوے جیسے اس شعر میں ؎ فلک بے بہرہ آب و خور سے کب رکھے غریبوں کو ؛ سدا کھانیکو غم خونِ جگر پینے کو دیتا ہے ؛ آب و خورش سے غریبوں کو بے بہرہ نہ رکھنا صفت مدح ہے لیکن جب دوسرے مصرعہ میں آب و خورش کی تفصیل بیان کی تو وہ مدح ہجو ہو گئی۔

صنعت استتباع

وہ یہ ہے کہ کسی شخص کی ایسی مدح کریں کہ اُس مدح میں سے ایک اور مدح حاصل ہو جاوے جیسے اس شعر میں ؎ آتشِ قہر سے ہو جاوے جہان خاک سیاہ ؛ موجزن گر نہ رہے مہر کا دریا تیری ؛ اس شعر میں قہر کی تعریف اسطرح کی ہے کہ اسمیں مہر کی مدح بھی حاصل ہو گئی ہے۔

صنعت ادماج

ادماج کے معنے لغت مین لپیٹنے کے ہین اور اصطلاح مین اُسکی یہ تعریف ہی کہ کلام مین ایک مدعا دوسرے مدعا کو متضمن ہووے پھر وہ مدعا مدح ہو یا غیر مدح پس ادماج عام ہی اور استتباع خاص مثال ادماج کی یہ شعر ہے ؎ اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ٭ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی ٭ یہان اول شکایت معشوق کی غفلت کی ہی اور اُسی کے ضمن مین جفا کی بھی شکایت ہے یعنی اول معشوق ہمسے غافل رہا اور ہوشیار ہوا تو ہمپر جفا کرنے لگا ٭

صنعت توجیہ جسے محتمل الضدین بھی کہتے ہین

وہ ایسے کلام کے ذکر کرنے کو کہتے ہین جو دو وجہ مختلف اور متباین کا احتمال رکھے مثلاً ایک احتمال ہجو کا اور دوسرا مدح کا جیسا اس شعر مین ؎ کیا ہی تاثیر ہی واللہ تری صحبت کو ٭ ایک پل لحظہ مین ہو جاتا ہے احمق دانا ٭ اس شعر کے دو معنی ہو سکتے ہین ایک یہ کہ تیری صحبت مین احمق آدمی دانا ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ دانا آدمی احمق ہو جاتا ہے۔ اس قسم کا یہ مصرع ہے ؎ ایک قطرہ ہے سمندر ترے منہ کے آگے ٭ اسکے دو معنی ہو سکتے ہین ایک یہ کہ تیرا منہ اسقدر تنگ ہے کہ اُسکو ایک قطرہ سمندر معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس قدر فراخ ہے کہ سمندر باایںہمہ وسعت اُس کے روبرو ایک قطرہ ہے۔

صنعت ہزل جس سے جد مراد ہو

ہزل کے معنی تمسخر اور ہنسی کے ہین اور جد بکسر جیم تمسخر کے خلاف کو کہتے ہین۔ یہ صنعت اصطلاح پر یعنی ہی کہ کلام بطور ہنسی و ٹھٹھے کے ہو مگر مراد اُس سے ہزل اور تمسخر نہو بلکہ خلاف ہزل کے مقصود ہو۔ جیسا اس شعر مین ؎ ہان قحبۂ دنیا سے نکر آمیزش ٭ دوزخ کی آتشک بلا سے بدہے ٭ ظاہر مین یہ کلام بطور ہزل کے ہے اور واقع مین سراسر فائدہ اور پند ہے اس قسم کے ہین یہ اشعار نسیم کے ٭ ؎ دنیا اک زال بیسوا ہے ٭ بے مہر و وفا و بیحیا ہی

مردون کے لیے یہ زن ہے رہزن ٭ دنیا کی عدو ہے دین کی دشمن ٭

صنعت تجاہل العارف یعنی جان کر انجان بن جانا

وہ یہ ہے کہ کسی شئے معلوم کو غیر معلوم ظاہر کرین بلحاظ کسی نکتہ کے جیسا مبالغہ جرأت کے اس شعر مین ؎ صنم کہتے ہین تیرے بھی کمر ہے ٭ کہان ہے کسطرح کی ہے کدہر ہے ٭ اس شعر مین کمر کے باریک ہونے کا مبالغہ منظور ہے۔ یا تنبیہ جیسا سودا کے اس شعر مین ؎ پیارے نہ برا مانو تو اک بات کہون مین ٭ کس لطف کی امید یہ یہ جور سہون مین ٭ ہر چند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو حال اپنے جور کا معلوم ہے مگر تنبیہاً اسکو یاد دلاتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ گویا وہ اپنے جور کرنے اور لطف نہ کرنے پر مطلع نہین ہے یا اظہار حیرانی عشق جیسا غالب کے شعر مین ؎ موت کا ایک دن معین ہے ٭ نیند کیون رات بھر نہین آتی ٭ شاعر جانتا ہے کہ نیند کا نہ آنا سبب عشق کی بے چینی کے ہے مگر تجاہل کر کے سبب بیخوابی پوچھتا ہے واسطے اظہار حیرانی کے یا اقرار کرانا مخاطب کا جیسا غالب کے ان اشعار مین ؎ ہان مہ نو سنین ہم اسکا نام ٭ جسکو تو جھک کے کر رہا ہے سلام ٭ کون ہے جسکے در پہ ناصیہ سا ٭ ہے مہ و مہر و زہرہ و بہرام ٭ شاعر جانتا ہے کہ مہ نو ممدوح کو سلام کر رہا ہے اور مہ و مہر و زہرہ و بہرام اسی کے نیازمند ہین مگر مخاطب سے اقرار کرانا منظور ہے۔

صنعت قول بالموجب

یہ صنعت دو قسم پر ہے ایک یہ کہ ایک شخص ایک صفت کو جو اسی کے کلام مین واقع ہوا ایک شئے کیواسطے ثابت کرتا ہو اور تو اس صفت کو کسی اور شئے کے لیے ثابت کرے اور ثبوت اور عدم ثبوت صفت سے جو اس شخص نے کیا تھا کچھ تعرض نہ کرے۔ مثلاً جسوقت کئی شخص متکبر اور دولتمند کسی جا پر اسواسطے آوین کہ وہان سے غربا کو ظلماً جلا وطن کر دین اور اتفاقاً

وہ لوگ اُنسے جلاوطن اور ذلیل نہو سکین تو ایسے محل مین تو کہے کہ وہ دولتمند اور متکبر لوگ کہتے تھے کہ ہم وہان جاتے ہین تاکہ حق حقدار کو پہنچا وین۔ اور حق حقدار ہی کو پہنچا۔ یہان اُن لوگون نے حقدار اپنے تئین قرار دیا تھا اور تو نے غربا کو۔ قسم دوسری یہ کہ جو لفظ غیر کے کلام مین واقع ہو تو اس لفظ سے ایسے معنی مراد رکھے کہ اس غیر کو وہ معنی مقصود نہین ہین جیسا اس شعر مین ؎ لوگ مرنے کو بھی کہتے ہین وصال ٭ یہ اگر سچ ہے تو مر جاتے ہین ہم ٭ مراد لوگون کی لفظ وصال سے مرنا ہے اور مراد قائل کی وصلِ یار۔ ہے۔

صنعت تعجب

یہ ہے کہ کلام مین کسی چیز پر تعجب ظاہر کرین اور اُس سے کوئی غرض مقصود ہو جیسے اس شعر مین ذوق کے ؎ رخ گل رنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ ٭ کیا تماشا ہے کہ بنجائے ہے نونگا گوہر یہان مقصود مبالغہ ہے سرخی رنگ روے ساقی مین۔

صنعت اعتراض

یہ ہے کہ کلام مین ایسا لفظ مذکور کرین کہ کلام بغیر اُسکے تمام ہو سکتا ہو اُسکو حشو بھی کہتے ہین اور حشو کی تین قسمین ہین اول یہ کہ کلام اُسکے سبب سے بے لطف اور کم رتبہ ہو جاوے اُسکو حشو قبیح کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ روئے آنسو اسقدر ہم ہجر مین ٭ اشک کے طوفان سے دریا ہو گیا ٭ یہان لفظ آنسو حشو قبیح ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کلام مین اُسکے سبب سے حسن و لطف زیادہ ہو جاوے اُسکو حشو ملیح کہتے ہین جیسا غالب کے اس شعر مین ؎ جو عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو ٭ تو وا کرے اُس عقدہ کو سو بھی باشارت ٭ یہان سو بھی باشارت حشو ملیح ہی واسطے مبالغہ عقدہ کشائی ممدوح کے تیسری قسم یہ ہے کہ وہ لفظ زائد نہ چندان قبیح اور نہ چندان ملیح ہو بلکہ حسن و قبح مین متوسط ہو جیسا اس شعر مین ؎ تو ہی بحر بیکران مین تشنہ و تفسیدہ

لب ۞ اے جہان جو وہ ہمت پیاس کو میری بجھا ۞ یہان لفظ ہمت حشو متوسط ہے -

فصل دوم صنائع لفظی کے بیان مین

صنعت جناس جسکو تجنیس بھی کہتے ہین

وہ ہے کہ دو لفظ تلفظ مین متشابہ ہون اور معانی مین متغایر

تجنیس کی کئی قسمین ہین - قسم اول تجنیس تام اور وہ یہ ہے کہ دو لفظ متفق ہون نوع مین اور عدد مین اور ہیئت اور ترکیب مین -

پس اگر وہ دونون لفظ ایک نوع سے ہون یعنی دونون اسم ہون یا دونون فعل یا دونون حرف تو اسکو تجنیس متماثل کہتے ہین مثلاً ذکر آہنگ کا ایک جگہ بمعنی آواز کے اور دوسری جگہ بمعنی قصد کے جیسا اس شعر مین ؎ آہنگ نہ تھا یہانتک آنیکا ولے ۞ سن کر آہنگ ساز محفل آئے ۞ اسی طرح کل بمعنی دیروز و فردا کے اور مونڈھا بمعنے شانہ اور نشستگاہ معروف کے اور اگر دونون لفظ ایک نوع کے نہون بلکہ مختلف یعنی ایک اسم ہو اور دوسرا فعل یا حرف اسکو تجنیس مستوفی کہتے ہین مثلاً سویا بمعنے ساگ معروف کے اور صیغہ ماضی کا سونے سے اور دیا بمعنے چراغ کے اور صیغہ ماضی کا دینے سے یا صیغہ امر کا بمعنی دیکر آجا اور اگر ایسے دو لفظون مین سے ایک مفرد دوسرا مرکب ہو اسکو جناس ترکیب اور تجنیس مرکب کہتے ہین پس اگر یہ دو لفظ لکھنے مین موافق ہون تو اسکو تجنیس مرکب متشابہ کہتے ہین اور اگر لکھنے مین موافق نہون تو اسکو تجنیس مرکب مفروق - مثال دونون کی یہ رباعی ہے ؎ تجکو نہ کبھی دیکھہ مجھے ترس آیا ۞ بھر عمر نظارے کے لیے ترسایا ۞ تقصیر سوائے عشق کیا مجھ سے ہوئی ۞ ڈر کچھ تو خدا سے کافر ترسایا ۞ یہان ترسایا مصرعہ دوم اور مصرعہ چہارم مین مثال تجنیس متشابہ کی ہے کیونکہ کتابت مین دونونکی ایک صورت ہے اور اول مفرد ہے اور دوسرا

مرکب ترسا اور الف ندا ہے۔ اور ترس آیا مصرعہ اول مین اور ترسایا مصرعہ دوم مین مثال تجنیس مفروق کی ہے کیونکہ اول اُن مین کا مرکب ہے ترس اسم اور آیا فعل ماضی سے اور دوسرا مفرد اور کتابت مین دونون کی صورتین مختلف ہین۔ اور یہ رباعی ؎ جو کوئی کسیکو یار کلپاویگا ٭ یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاویگا ٭ اس دار مکافات مین سُن لے غافل ٭ جو آج کریگا وہی کل پاویگا ٭ مثال تجنیس مرکب مفروق کی ہے کیونکہ کلپاویگا جو مصرعہ اول مین ہے اور کل پاویگا جو مصرعہ دوم مین ہے کتابت مین مختلف ہین اور اول مفرد اور دوم مرکب ہے اور کل پاویگا جو مصرعہ دوم اور چہارم مین ہے مثال تجنیس متشابہ کی نہین ہوسکتے۔ کیونکہ دونون مرکب ہین۔ اور متشابہ مین ضرور ہے کہ ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب۔ اور اگر ایک لفظ دوسرے لفظ کے جزو سے مرکب ہو کر کسی لفظ کے ساتھ مجانست پیدا کرے تو اُسکو تجنیس مرفو کہتے ہین جیسے اس شعر مین ؎ پروانہ ہین تمہارے رخِ شمع سان پہ ہم ٭ پروا نہین ہے جان کے جانے کی بھی ہمین ٭ یہان لفظ پروا کا نہین کے نون سے ملکر پروانہ سے مشابہ ہوگیا ہے۔ اسمین اور تجنیس مرکب مین یہ فرق ہے کہ اس مین ایک لفظ تمام اور دوسرے لفظ کے جزو سے تجنیس حاصل ہوتی ہے اور تجنیس مرکب مین تمام دو کلمون سے۔ اور اگر دونون لفظ حرفون کی ہیئت مین مختلف ہون اور نوع اور عدد اور ترتیب مین متفق یعنی دونون لفظ ایک نوع کے ہون مثلاً دونون اسم ہووین اور دونون کے حروف برابر ہون اور جو حروف پہلے لفظ مین جس مقام پر ہو دوسرے لفظ مین بھی وہین ہو تو اُسکو تجنیس محرف کہتے ہین اس لیے کہ ایک کی ہیئت دوسرے سے منحرف ہی جیسا اس مصرعہ مین ؎ جو ترے محرم ہین ہرگز مُحرِم کعبہ نہین ٭ اول مین میم اور را کو فتحہ ہے اور دوسرے مین میم کو ضمہ اور را کو کسرہ اور اس لیے دونون لفظ ہیئت مین مختلف ہین۔ اور اگر حرفون کی تعداد مین اختلاف ہو

یعنی ایک مین دوسرے سے کوئی حرف زیادہ ہو خواہ اول مین یا بیچ مین یا آخر مین اُسکو تجنیس ناقص بھی کہتے ہین اور زائد بھی ناقص باعتبار کم حرف والے کے اور زائد بلحاظ زیادہ حرف والے کے۔ مثال اول کی زیادتی کے الفاظ شکوہ وکوہ جیسا اس شعر مین ؎ شکوہ کوہ ہی گو تیرے حلم سے نہین کچھ ؛ وجود جود کو بھی ہے تیری سخاوت سے ؛ مثال بیچ کی زیادتی کے الفاظ در ودیر جیسا اس مصرعہ مین ؎ دیر سے در پہ ترے سر کو پٹکتا ہو نہین ؛ مثال آخر کی زیادتی کے الفاظ زہرہ وزہر جیسا اس مصرعہ مین ؎ فراق زہرہ جبینون کا زہر ہے ہمکو ؛ اور اسی قبیل سے ہین یہ الفاظ۔ آئین اور آئینہ۔ وید۔ اور ویدہ باد اور بادل۔ وق اور وقت۔ اور آخر مین زیادتی دو حرف کی بھی ہوسکتی ہے جیسا یم بمعنی دریا کے اور یمین اور غم اور غمین جسکے اخیر مین ایک حرف زائد ہو اُسکو مطرف اور جسکے اخیر مین دو حرف زائد ہون اُسکو مذیل ذال نقطہ دار سے کہتے ہین۔ اور دونون الفاظ کے حروف مختلف ہون تو دیکھنا چاہیے کہ وہ حروف مختلف قریب المخارج ہین یا نہین اگر قریب المخارج ہین تو اُس قسم کو مجنس مضارع کہتے ہین ضاد نقطہ دار سے اور مضارع کے معنی مشابہ کے ہین اور اگر قریب المخارج نہین ہین تو اُس قسم کو مجنس لاحق کہتے ہین اور یہ دونون قسمین تین حال سے خالی نہین ہین اسلیے کہ وہ حروف مختلف یا اول مین واقع ہین یا بیچ مین یا آخر مین۔ مثال تینون اقسام مجنس مضارع کی الفاظ۔ عار اور حار۔ اور بحر و بہر۔ وراہ وراح۔ اور الفاظ صحو و سہو مین پہلے دونون صورتین پائی جاتی ہین اور مثالین تینون صورتون مجنس لاحق کی الفاظ جنگ وسنگ اور درد ودزد اور شاد وشاہ۔ اور اگر دونون لفظون کے حروف کی ترتیب مختلف ہو اُسکو تجنیس قلب کہتے ہین پس اگر حروف کلمہ کے علی الترتیب مقلوب ہون اُسکو قلب کل کہتے ہین جیسے الفاظ کان وناک اور تاب

وبات اور رات وتار اور حور ورد وح اور اگر حروف کلمہ علی الترتیب مقلوب ہوں تو اسکو قلب بعض کہتے ہیں جیسے برج وعربی اور فرج وفرلی - اب معلوم کیا چاہیے کہ تجنیس قلب کی دو قسمیں اور ہیں سوائے اقسام مذکورہ بالا کے - ایک یہ کہ کسی عبارت یا کلمے کے قلب سے وہی عبارت یا کلمہ حاصل ہو جاوے مثلاً یہ عبارت اتا جاتا اگر اسکو آخر سے پڑھیں تو یہی عبارت حاصل ہوگی یا جیسا کلمہ شاباش جسکا مقلوب بھی شاباش ہی ہوتا ہے اور اسی قسم کے ہیں الفاظ قلق اور دردکے - دوسرے یہ کہ اس عبارت کے قلب کرنے سے ایک عبارت حاصل ہو جاوے اور اس دوسری عبارت کو قلب کریں تو اول عبارت بن جاوے جیسی یہ دو عبارتیں وہ آیا ہے - یہ آیا ہو - یہاں اول کے قلب سے دوسری عبارت اور دوسرے کے قلب سے اول عبارت حاصل ہوتی ہے - اب سنو کہ اگر ان لفظوں میں سے ایک بیت یا مصرعہ کے اول میں اور دوسرا آخر میں واقع ہو تو اسکو تجنیس مجنح کہتے ہیں جناح کے معنی بازو کے ہیں اور مجنح کے معنی بازودار کے گویا کہ یہ دو لفظ بیت یا مصرعہ کے دو بازو ہیں اور بیت یا مصرعہ بازودار ہے مثال بیت کی ع رام ہوتا نہیں فسون سے بھی ٭ ہے وہ کافر تمہاری زلف کا مار ٭ مثال مصرعہ کی ع بات کی باقی نہیں ہے مجھ میں تاب ٭ اور اگر ایسے ہی دو لفظ پاس پاس ہوں اسکو تجنیس مزدوج اور تجنیس مکرر کہتے ہیں جیسا اس مصرعہ میں ع بات کی تاب نہیں ہونے کی مہ رو ہم کو ٭ یہاں مقصود بالتمثیل الفاظ بات وتاب ومہ وہم ہے اور اگر دو لفظ لکھنے میں ہمشکل ہوں اور تلفظ میں مختلف اس قسم کو تجنیس خطی کہتے ہیں جیسے کمان وگمان وسنگ وسگ وجنگ وخنگ وزخم ورحم - علاوہ اقسام مذکورہ بالا کے دو قسمیں اور بھی تجنیس سے ملحق ہیں - ایک یہ کہ دو لفظ کلام میں ایسے جمع کیے جاویں کہ دونوں کا مادہ ایک ہو جیسے الفاظ مقرب اور تقریب اور مشرف اور شریف کے دوسرے یہ کہ وہ دونوں لفظ

باہم مشابہ ہون مگر اُن کا مادہ مختلف ہو جیسے الفاظ شام و شوم و دید و دود -

صنعت رد العجز علی الصدر

اوّل معلوم کرنا چاہیئے کہ علم عروض کی اصطلاح مین پہلے مصرعہ کے جزو اوّل کو صدر کہتے ہین اور اسی مصرعہ کے جزو اخیر کو عروض اور دوسرے مصرعہ کے جزو اول کو ابتدا کہتے ہین اور جزو اخیر کو عجز اور جو الفاظ مصرعہ اول مین مابین صدر اور عروض اور مصرعہ ثانی مین مابین ابتدا و عجز کے واقع ہوتے ہین اُنکو حشو کہتے ہین - اب سنو کہ تعریف اس صنعت کی اہل بلاغت کے نزدیک یہ ہے کہ جو لفظ بیت کے عجز یعنی مصرعہ ثانی کے اخیر مین واقع ہو وہی لفظ صدر یا حشو یا عروض یا ابتدا مین مکرر لاوین - اور یہ الفاظ یا بعینہ مکرر ہون یا ایک دوسرے کے مجنس ہون - یا ایک دوسرے سے مشتق ہون یا مشتق کے مشابہ ہون پس یہ سولہ صورتین ہوتین یعنی جو لفظ عجز مین واقع ہو وہی لفظ یا بعینہ صدر مین واقع ہوگا یا اُسکی تجنیس یا اُسکا مشتق یا مشتق کے مشابہ یہ چار قسمین ہوئین اور اسیطرح سے حال اُس لفظ کا ہے جو حشو یا عروض یا ابتدا مین واقع ہو اور یہ بارہ قسمین ہوئین - مثالین پہلی چار صورتون کی یہ ہین اول قسم وہ کہ عجز اور صدر مین بعینہ ایک لفظ ہو اُسکو رد العجز علی الصدر مع التکرار کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ آدمی کا مارنا اچھا نہین ؛ مظہر ذات خدا ہے آدمی ؛ دوسری قسم وہ ہے کہ جو لفظ عجز مین ہو اُسکا مجنس صدر مین لاوین اُسکو رد العجز علی الصدر مع التجنیس کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ مانگ اپنی سنوارتا ہے آج ؛ جسنے کل دل لیا تھا ہمسے مانگ ؛ تیسری قسم وہ کہ جو لفظ عجز مین ہو اُسکا ہم اشتقاق صدر مین لاوین اُسکو رد العجز علی الصدر مع الاشتقاق کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ قرین صدق ہے ملنا تمہارا غیرون سے ؛ رقیب رکھتے ہین گھر سے تمہارے گھر مغرون ؛ چوتھی قسم وہ ہے کہ جو لفظ عجز مین واقع ہو

اُسکا شبہ اشتقاق صدر مین لاوین اُسکو رد العجز علے الصدر مع شبہ الاشتقاق کہتے ہین جیسا اس شعر مین ؎ دیار و ملک سے ہمکو کسی کے ہے کیا کام ÷ ہم اور تیری گلی سر ہے اور تری دیوار ÷ مثالین دوسری چار قسمون کی یعنی رد العجز کی حشو پر پھر یہ حشو مصرعہ اول کا ہو یا مصرعہ دوم کا۔ اسکی حقیقۃً آٹھ مثالین چاہئین مگر بطور اختصار چار مثالین لکھی جاتی ہین مثال مکرر کی ؎ دل دیوانہ پری رخون کا ہے ÷ جو نصیحت کرے وہ دیوانہ ÷ مثال مجنس کی ؎ دل کو آہنگ ہین ترے گھر کے ÷ ہے سدا نالہ نغمۂ آہنگ ÷ مثال اشتقاق کی ؎ کچھ ہم پہ نہین لطف ترا ورنہ ہمیشہ ÷ وہ کون ہے جس شخص پہ تیرا نہین الطاف ÷ مثال شبہ اشتقاق کی ÷ ؎ رقیبون کے سوا اسکو میسّر ہمنشین ہونا ÷ نہین ملتا ہی قرنون سے ہمین تجھ تک قرین ہونا ÷ یہ شعر مثال ہے ردّ العجز کی۔ مصرعہ ثانی کے حشو پر۔ مثالین تیسری چار قسمون کی یعنی رد عجز کی عروض پر یہ ہین۔ مثال مکرر کی یہ شعر ذوق کا۔ ؎ گل اُس نگہ کے زخم رسیدون مین ملگیا ÷ یہ بھی لہو لگا کے شہیدون مین ملگیا ÷ تمام مطلع ردلیف دار اسی صنعت کی مثال ہو سکتے ہین۔ مثال تجنیس کی ؎ میری نظرون مین ہے صورت تری جیسی شیرین ÷ کوہ کن کی بھی نہین نظرون مین ایسی شیرین ÷ مثال اشتقاق کی ؎ مے کشی کرنا ہمیشہ ہے تری عشرت پہ دال ÷ اور پینا خون دل میرا سدا غم پر دلیل ÷ مثال شبہ اشتقاق کی ظفر ؎ اُڑھاؤ کرتی ہین شربت پہ مکھیان بھِن بھِن ÷ مریض عشق کو تیری دوا نے بھِنّایا ÷ مثالین چوتھی چار قسمون کی یعنی رد عجز کی ابتدا پر اس تفصیل سے ہین۔ مثال مکرر کی ؎ کہا مین کب کہ مرے نالۂ رسا سے ڈر ÷ خدا سے ڈر ارے ظالم ذرا خدا سے ڈر ÷ مثال مجنّس کی ؎ نہ پوچھین ہم کو کبھی اور پوچھین غیرون کو ÷ ملال و غنج ہے

خوبان کی سب ستم پہ دلیل ؎ مثال اشتقاق کی ؎ خود ہی میرا حال میرے حال پر ہے دلیل
دال آنسو خون دل پر خون دل غم پر دلیل ؎ مثال شبہ اشتقاق کی ؎ نہیں چھپتا ہے آنسو سے
غم دل ؎ قران کرتا ہے یہ غم کا قرینہ ؎ اب سنو کہ اسی صنعت کے قبیل سے وہ صنعت ہے جسے معما
کہتے ہین اُس مین وہ لفظ کہ مصرعہ اول کے اخیر مین ہوتا ہے اُس کو مصرعہ دوم کے اول مین لاتے ہین
اور جو لفظ کہ مصرعہ دوم کے اخیر مین ہوتا ہے اسکو مصرعہ سوم کے اول مین لاتے ہین اور جو لفظ مصرعہ
سوم کے آخر مین ہوتا ہے اسکو مصرعہ چہارم کے اول مین لاتے ہین جیسا اس رباعی مین ؎
آتا نہین کیون میرا وہ آسایش جان ؎ جان جسپہ فدا کرتے ہین سب اور ایمان ؎ ایمان ہے
مرا محبت اُسکی دائم ؎ دائم اُسکو بھی مجھپہ ہے لطف نہان ؎ اور اسی صنعت کے طور پر صنعت
لزوم مالایلزم ہے یعنی لازم کر لینا ایسی چیز کا جو لازم نہین ہے یہ صنعت کئی طرح پر ہے۔
ایک یہ کہ قافیہ مین حرف آوے یعنی حرف اخیر سے پہلے کسی حرف معین کا لانا واجب کر لین جیسے
افسر او ہمسر کی قسم کے قافیہ مین حرف سین یا ساحل و کاہل کی مثل مین حرف الف یا عاقل
و ناقل کی مثال مین قاف کو تمام قصیدہ یا غزل مین لانا لازم کر لین جو بروے قاعدہ لازم نہین ہے
کیونکہ قافیہ افسر کا در اور ساحل کا دل اور عاقل کا جاہل کیساتھ بھی کرنا درست ہے۔ دوسری قسم
یہ ہے کہ کلام مین کسی حرف معین کو ترک کر دین بطریق التزام کے جیسے ان دو شعرون مین الف
کو ترک کیا ہے ؎ مجھ سے درد عشق سن کہنے لگے ۔ یہ مرض وہ ہے نہین بچنے کے تم ؎ حضرت
دل یہ غضب ہے رنج و فکر ؎ فکر مین بھی ہو کہین بچنے کے تم ؎ تیسری قسم یہ کہ کلام مین
ذکر کسی چیز معین کا واجب کر لین جیسے ذکر سر کا اس رباعی مین ؎ سر کو جو مرے سر کی
تمنا ہے تمہین ؎ یہ سر وہ ہے جب سر کی بھی پروا ہے تمہین ؎ جون شمع کٹے سر اپنا اور
تم دیکھو ؎ سر کا کٹنا مرا تماشا ہے تمہین ؎ اسی قبیل سے ہے لازم پکڑنا نور سحر رنگ شفق کا

ذوق کے اُس قصیدہ مین جس کا یہ مطلع ہے ؎ ہے آج جو یہ خوشنما نو سحر رنگ شفق ٭ پرتو ہے کس خورشید کا نورِ سحر رنگِ شفق ٭ مرزا رفیع سودا نے ایک قصیدہ کے ہر شعر مین التزام چار چیزونکا کیا ہے ؎ یار و مہتاب و گل و شمع بہم چارون ایک ٭ مین کتان بلبل و پروانہ ہین ہم چارون ایک ٭ ہے مجھے ابر و ہوا شیشہ و جام اے ساقی ٭ گریہ و نالۂ دل دیدۂ و نم چارون ایک ٭ آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوئے ہین تیرے ٭ غمزہ و ناز و ادا عشوہ صنم چارون ایک ٭ اسی صنعت کے قبیل سے ہے صنعت منقوطہ و غیر منقوطہ و رقطا و خیفا ٭

صنعت منقوطہ

یہ ہے کہ نثر یا نظم کے سب الفاظ نقطہ دار ہون ۔ مثال نثر ۔ بی بی زینب نے تین شب چنے پیچے مثال نظم ؎ جب نہ تب شب غضب بجبین نبی ٭ بخشش فیض جبین تخت نشین ٭

صنعت غیر منقوطہ جسکو مہملہ بھی کہتے ہین

وہ ہے کہ ایک کلام مین سب لفظ بے نقطہ ہون ۔ مثال نثر ۔ آسا رام دلارا کلسا لاعلم رمل کا عالم کامل مگر کم حوصلہ ہوا مثال نظم ؎ مہر ہوا اور کوہ مہ کامل ٭ دکھ ہوا اور درد ہو سوا اس دلکو ٭

صنعت رقطا

وہ ہے کہ تمام الفاظ کلام مین ایک حرف نقطہ دار اور ایک بے نقطہ ہو ۔ مثال نثر ۔ قریب حضرتِ سید جعفر خلف حضرت میر نعیم باعث رفعت ہے ۔ مثال نظم ؎ دے صبا بوسے رخِ جانان کی ٭ رہے کب تک مری شورش جان کی ٭ ۔

صنعت خیفا

یہ ہے کہ ایک کلمہ تمام منقوطہ ہو اور دوسرا تمام غیر منقوطہ جیسے اس شعر مین ؎ شب کو جشن سرو بہ تخت رہا ٭ کار فیضِ مدار بخت رہا ٭ اور لزوم مالا یلزم کے قبیل سے ہے صنعت

مقطع و موصل ۔ صنعت مقطع وہ ہے کہ سارے حروف لکھنے مین جدا جدا ہون ۔ اور صنعت موصل یہ ہے کہ سارے حروف لکھنے مین ملے ہوئے ہون جیسے یہ شعر فیض کا کہ اُس کا مصرعہ اول صنعت مقطع کی مثال ہے اور مصرعہ دوم صنعت موصل کی ؎ درد و داغ و رخ زرد اور وہ دل ۔ شیشہ مئی مین گئے ہین سب بل ۔

صنعت سجع

یہ ہے کہ پہلے فقرہ کا آخر کلمہ دوسرے فقرہ کے آخر کلمہ سے حرف اخیر مین موافق ہو سکاکی نے کہا ہے کہ سجع نثر مین ایسا ہی جیسا قافیہ نظم مین یہان سے معلوم ہوتا ہی کہ سجع خاص نثر کے ساتھ ہے ۔ مگر بعض کے نزدیک سجع نظم مین بھی ہوتا ہی ۔ بہرحال سجع کی تین قسمین ہین ۔ اول مطرّف وہ ہے کہ فقرہ یا شعر کے کلمات اخیرہ وزن مین مختلف ہون مثلاً نثر مین کہین کہ بخیل وہ ہے جو آپ کھاے نہ اورون کو کھلائے ۔ یہان کھاے اور کھلائے وزن مین مختلف ہین اور نظم مین جیسا ذوق کا شعر ؎ طاق سے تو اتار لے شیشہ ۔ طاق پر دھر کتاب اندیشہ ۔ یہان شیشہ اور اندیشہ وزن مین مختلف ہین ۔ دوسرے ترصیع کہ پہلے فقرہ یا مصرعہ مین جو جو الفاظ واقع ہوئے ہون دوسرے فقرہ یا مصرعہ کے تمام الفاظ یا بیشتر کے ساتھ ہموزن اور حروف آخر مین متفق ہون ۔ مثال نثر ۔ سیرت کی بھلائی بیان سے باہر ہے اور صورت کی صفائی گمان سے بڑھکر ہے ۔ مثال نظم ؎ تکھرا اثر ظہور خدا ہی کریم ہے ۔ گو جا بجا وفور بلاے عظیم ہے ۔ مثال دوسری ؎ گل و بلبل و بوستان عجیب ۔ مل و قلقل و دوستان غریب ۔ تیسری متوازی یہ اسطرح پر ہے کہ فقرہ یا مصرعہ اول کے سارے یا اکثر الفاظ دوسرے فقرہ یا مصرعہ کے سارے یا اکثر الفاظ کے ہموزن نہون بلکہ مختلف ہون مثلاً نیاز عاشق کو مطلوب جانتا ہے ۔ اور ناز معشوق کو طالب پہچانتا ہے ۔ یہان نیاز اور ناز اور

عاشق و معشوق اور مطلوب اور طالب اور جانتا اور پہچانتا باہم مقابل اور وزن مین مختلف ہین
اب واضح رہے کہ سجع کی تین اور قسمین ہین سواے اقسام مذکورہ کے کہ وہ نظم کے ساتھ خاص
ہین قسم اول یہ ہے کہ ہر مصرع مسجع ہو اور سجعات اول مصرعہ کے دوسرے مصرع کے سجعون سے
مختلف ہون اس قسم کو تشطیر کہتے ہین کیونکہ شطر کے معنے حصہ کے ہین اور تشطیر کے حصہ
کرنے کے چونکہ بیت کا ہر مصرع جدا جدا مسجع ہوتا ہے پس گویا بیت حصہ حصہ کیگئی ہے جیسا
اس شعر مین ٭ سینہ ہے داغ عشق سے اپنا شگفتہ باغ ٭ اور دل ہے رنج ہجر سے تو غم کا
ایک گنج ٭ اول حصہ مبنی ہے غین پر اور دوسرا جیم پر قسم دوم یہ ہے کہ مصرعہ اول کا پہلا
جزو مصرع ثانی کے جزو اخیر کے ساتھ حرف اخیر مین موافق ہو اس قسم کو تصریع کہتے ہین جیسا
اس شعر مین ٭ دل اس رنجور کا عشق بتان مین ٭ سدا رہتا ہے درد و غم کی منزل ٭
مقصود بالتمثیل یہان دل اور منزل ہے قسم سوم یہ ہے کہ قصیدہ یا غزل مین تین تین سجع ایک
طرح کے مذکور کرین اور چوتھا قافیہ اصل قصیدہ یا غزل کا ہو جیسا ان دو شعرون مین ٭ کل آنکھ
میری لڑگئی اُس کافر عیار سے ٭ ہے آج نوبت سر پٹکنے کی در و دیوار سے ٭ اُس شوخ سے
جا کر کہو اے بدمزاج تند خو ٭ بے رحم تو اتنا نہو بس شرم کر دادار سے ٭

صنعت موازنہ

وہ ہے کہ دو فقرون یا دو مصرعون کے الفاظ اخیر باعتبار وزن کے موافق ہون و باعتبار حرف اخیر
مختلف مثلاً دل دین سے غافل ہے اور جان دنیا سے فارغ ٭ چشم ساغر ہے اشک خون ہے شراب
جان آتش ہے سوز آہ شرار ٭ اور اگر فقرہ یا مصرع اول کے سارے یا اکثر الفاظ دوسرے فقرہ یا مصرع کے
سارے یا اکثر الفاظ کے ہموزن ہون اُسکو مماثلت کہتے ہین پس یہ نوع موازنہ مین ایسی ہے جیسے سجع
مین ترصیع مثال اسکی نثر مین ٭ حال عاشق کا پتنگ ہے اور کار حاسد کا بلند ہے مثال نظم

؎ یار مہ رو بن نہ کر سیر بہار ٭ شوخ گل رخ بن نہ پی جام شراب ٭

صنعت ذو القافیتین یا ذو القوافی

یہ ہے کہ ایک شعر مین دو قافیہ ہون یا زیادہ مثال دو قافیون کی یہ شعر ہے ؎ غیر کے آنے مین گھر تیرے ہے نقصان تیرا ٭ مین ترے واسطے کہتا ہون کہا مان میرا ٭ مثال تین قافیون کی ؎ آ جلد کہ اب عاشق بیجان مین نہین تاب ٭ اور نام کو باقی نہین مژگان مین کہین آب ٭ اور کبھی دو قافیون کے بیچ مین ردیف بھی لاتے ہین اُسکو ذو القافیتین مع الحاجب کہتے ہین حاجب اُس ردیف کو کہتے ہین کہ جو دو قافیون کے بیچ مین آتی ہے۔ جیسے اس شعر مین ؎ اشک خونی سے جہان ہم روتے ٭ جابجا لالہ ستان ہم بوتے ٭ یہان ہم کا لفظ ردیف حاجب ہے درمیان دو قافیون کے۔

صنعت ذو البحرین

یہ ہے کہ ایک شعر دو بحر مین پڑھا جاوے جیسا یہ شعر ؎ تجھ سے مین اب کیا کہون اے بے وفا ٭ گذری جو کچھ گذری جو تھا ہو چکا ٭ اس شعر کی دو بحرین یہ ہین اول بحر سریع مفتعلن مفتعلن فاعلن۔ اور دوسری رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ٭

صنعت تلمیح

یہ ہے کہ کلام مین اشارہ کسی قصہ مشہورہ کیطرف کیا جاوے یا ایسے مسئلہ کا ذکر کرین جو کتب مستعملہ مین نہین کو ہو جیسے غالب کا شعر ؎ سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان مصر سے ٭ ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہوگئین اس شعر مین اشارہ ہے طرف قصہ زنان مصر کی کہ انہون نے حضرت یوسف کو دیکھکر بجای ترنج ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ ذوق ؎ آتا کیون مصر مین کنعان سے نکلکر یوسف ٭ جذبہ شوق زلیخا جو نہ کامل ہوتا ٭ اسمین اشارہ ہے طرف قصہ یوسف علیہ السلام کے۔ اور جیسے ناسخ کے شعر مین ؎ ازل سے

دشمنی طاؤس و مار آپس مین رکھتے ہین ٭ دلِ پُرداغ کو سودا ہے کیون زلف پریشان کا ٭ اشارہ ہے طرف قصہ طاؤس و مار کے جو حضرت آدم کے قصّہ کے ساتھ مذکور ہوتا ہے۔ اور ذوق کے شعر مین ؎ ہے ترے عہد مین فتنہ سے زمانہ خالی ٭ فیلسوفی ہی حکیمو نکی خلا کہنا محال ٭ اشارہ ہے طرف مسئلہ خلا کے محال ہونیکے جو کتب حکمت یونانیہ مین مذکور ہوتا ہے۔ اور اُس کے اس شعر مین ؎ ہم تو سُنتے تھے سدا کُلّ حُمُوضٍ بارِدٌ ٭ ذوق ہوتا ہے وہ کیون ہوکے ترش لب و گرم ٭ اشارہ ہے طرف مسئلہ کل حموض بارد کی جو طب یونانی مین مذکور ہوتا ہے ۔

صنعت سیاقۃ الاعداد

وہ یہ ہے کہ کلام مین اعداد ذکر کرین خواہ ترتیب سے ہون یا بے ترتیب سو واے ؎ چہرہ مہر وش ہے ایک سنبل مشکفام دو ٭ حسن بتان کے عہد مین ہے سحر ایک شام دو ٭ نسیم ؎ دو ہاتھون مین اُسنے چار و نوٹے ٭ پنجے مین پھنسے تو چھکے چھوٹے ٭ انشا ؎ ایک دو تین چار پانچ چھ سات ٭ آٹھ نو دس ہوئے بس انشا بس ٭

صنعت تنسیق الصفات

یہ ہے کہ کلام مین ایک موصوف کے کئی اوصاف متواتر ذکر کرین جیسے ذوق کے ان اشعار مین ؎ وہ نکو خو و نکو روے خجستہ منظر ٭ وہ بلند اختر و فرخ روش و فرخ فال ٭ وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان ٭ وہ سلیمان وش و موسی کف و صالح اعمال ٭ شعر اخیر مثال تلمیح کی بھی ہو سکتا ہے۔

صنعت توشیح

یہ ہے کہ چند اشعار اسطرح لکھے جاوین کہ اگر ہر مصرعہ کے حروف اول کو جمع کرین تو کوئی نام یا عبارت حاصل ہو جاوے جیسے ان اشعار سے اسم حمیا کا حاصل ہوتا ہے ؎ جسنے دم مین کیے ہزارون خون ٭ مارے لاکھون غریب پڑھ کے فسون ٭ یا دمین اُسکی سب گئے ہم بھول ٭ آپ نان کا تھا جس قدر معمول ٭ ہو تو آگاہ نام سے اُسکے ٭ چارون مصرعونکے حرف اول لے ٭ تمام شد

خاتمۂ کتاب

سرقات شعری یعنی شعر کی چوری اور اقتباس اور حسن ابتدا و تخلص انتہا کے بیان مین

معلوم کرنا چاہیئے کہ اتفاق دو شخصون کا اُن اغراض عامہ کے بیان کرنے مین جو شعرا مین شائع اور مشہور ہین چوری نہین کہلاتا ہے مثلاً شجاعت و سخاوت و صباحت و ملاحت کی تعریف یا بخل و جست و زشتی صورت و بزدلی و نامردی و سنگدلی و بیدردی کی ہجو۔ کیونکہ اشیاے مذکورہ کا حسن و قبح تمام طبائع مین مستحکم ہے اور عقول و رسم و رواج اس پر اتفاق رکھتے ہین اور اس لیے ان امور مین فصیح و غیر فصیح و زکی و بلید و عوام و خواص شریک ہین۔ ہان اُن مضامین کا کہ ان اغراض پر دلالت کرتے ہین مثل استعارات و تشبیہات و کنایات کے البتہ سرقہ ہو سکتا ہے یعنی مثلاً ایک شخص نے ایک تشبیہ یا استعارہ اختراع کیا اور بعد ازان دوسرے نے بھی اُسکو استعمال کر لیا تو کہہ سکتے ہین کہ اُسنے پہلے شاعر کی تشبیہ یا استعارہ کو چرالیا ہے مگر یاد رکھو کہ بعض استعارات و تشبیہات شعرا مین بکثرت مروج ہین مثلاً آنکھ کی تشبیہ نرگس سے یا زبان کی سوسن سے یا زلف کی سنبل سے یا رخسار کی گل یا ماہ سے اور بہادر کی شیر یا رستم سے اور سخی کی حاتم سے۔ اس قسم کی تشبیہات کا استعمال سرقات مین داخل نہین ہے

اب جاننا چاہیئے کہ سرقات شعری دو قسم کے ہین۔ ایک ظاہر دوسرا غیر ظاہر سرقۂ ظاہر اُسکو کہتے ہین کہ ایک شخص دوسرے کا مضمون مع اُسکے تمام الفاظ یا بعض الفاظ کے یا صرف مضمون الفاظ بدل کر اپنی طرف منسوب کر لے۔ اسکی کئی قسمین ہین ایک یہ کہ اُس کا مضمون بہ تمام الفاظ بغیر تغیر کے اپنا ٹھیرالے اُسکو نسخ اور انتحال

کہتے ہین۔ نسخ کے معنے لکہنے کے ہین یعنے اُسنے دوسرے کا شعر اپنے نام لکہ لیا۔ اور انتحال کے معنے دوسرے کا مضمون اپنی طرف منسوب کر لینے کے ہین۔ اور اسی قسم مین داخل ہے یہ صورت کہ بعض یا کل کلمات بدل کر اُن کی جگہ اُن کے کلمات مترادفہ لکہدین جیسا ان دو شعرون مین مہدی حسین خان آبادے ہنین ہے آج جو وہ گلعذار پہلو مین ٭ تڑپ رہا ہے دلِ بیقرار پہلو مین ٭ بیتاب ہنین ہے آج جو وہ گلعذار پہلو مین ٭ اُچھل رہا ہے دلِ بیقرار پہلو مین ٭ ظاہر ہے کہ شعر دوم مین صرف بجائے تڑپ رہا ہے کے اُچھل رہا ہے جو اُسکا مترادف ہے بدل دیا ہے باقی دونون شعر ایک سے ہین ایسا ہی حال ہر اشعار ذیل کا۔ ذکی کیا خاک مُنہ دکھائینگے وہان جا کے لیے ذکی ٭ محشر کے دن ہے شرم ہماری خدا کے ہاتھ ٭ شفیق محشر مین سر اُٹھا نہین سکتے ہین شرم سے ٭ ہے شرم اے شفیق ہماری خدا کے ہاتھ ٭ دوسرے یہ کہ کسی کے مضمون کے تمام الفاظ یا بعض لیکر اُن کی ترتیب و نظم بدل ڈالین اس قسم کو اغارہ اور مسخ کہتے ہین کیونکہ اغارہ کے معنے لوٹنے کے ہین اور مسخ کے معنے صورت بگاڑ دینے کے اب سنو کہ اسطرح کے سرقہ کی تین قسمین ہین۔ ایک یہ کہ شعر دوم شعر اول سے باعتبار چستی الفاظ و حسن نظم یا اختصار یا توضیح یا زیادتی معنی کے بہتر ہو اس طرح کا سرقہ مقبول و ممدوح کہلاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شعر دوم اول سے رتبہ مین کم ہو ایسے سرقہ کو مردود و مذموم کہتے ہین تیسرے یہ کہ شعر دوم شعر اول کا ہم رتبہ ہو۔ اس قسم کا سرقہ نہ مقبول ہوگا نہ مردود مگر بایں ہمہ منقبت و ستایش حق شاعر اول متصور ہوتے ہین۔ مثال سرقہ مقبول مین اشعار ذیل ہین۔ قمر مرضِ ہجر مرا خاک ہو اچھا تم سے ٭ خود مسیحا ہو اجی اور ہین بیمار آنکھین ٭ جوہر آپ سے اپنا مداوا بھی نہین

ہوسکتا ؎ کیسے عیسے ہو کہ جب دیکھو ہین بیمار آنکھین ؛ صاحب ذوق سلیم جانتا ہے کہ شعر
دوم اول سے اچھا ہے۔ دیکھو لفظ دیکھو نے آنکھون کے ساتھ ملکر رتبہ شعر کو دوچند کر دیا ہے مثال
سرقہ مردود کی۔ شعر اول ناسخ کا ؎ کس نے انگشت رکھی فاتحہ کو خندق بند ؛ شمع معکوس
لحد پر ہین یہ روشن سمجھا ؛ شعر دوم حکیم کا ؎ رکھدیا دست حنائی سر بالین مزار ؛ فاتحہ
پڑھنے مین کیا شمع جلائی سر پر ؛ یہان شعر اول دوم سے بہت بڑھکر ہے اور مضمون شمع
معکوس نے شعر مین جان ڈالدی ہے جس سے شعر دوم خالی ہے۔ مثال سرقہ کی جو نہ مقبول
ہو اور نہ مردود۔ شعر اول محمد بخش شہید کا ؎ الہی ایسی کبھی ہم کو بھی ہو رات نصیب
دھرا ہو شیشۂ مے پاس یار پہلو مین ؛ شعر دوم ہادی علی اشک کا ؎ کبھی ہمین بھی
دکھائیگا آسمان وہ دن ؛ کہ جام ہاتھ مین ہو اور یار پہلو مین ؛ یہ دونون شعر ہم رتبہ ہین
ان مین چندان فرق نہین ہے۔ تیسری قسم سرقہ ظاہر کی یہ ہے کہ دوسرے کا مضمون لیکر
اور الفاظ مین باندھ لین۔ اس قسم کا نام المام اور سلخ ہے۔ المام کے معنی قصد کرنیکے
ہین۔ چونکہ شاعر نے بالقصد دوسرے کے مضمون کو اور الفاظ مین ادا کیا ہے اس لیے اسکو المام
کہتے ہین۔ اور سلخ گوسفند وغیرہ کی کھال اتار لینے کو کہتے ہین یہان چونکہ شاعر دوم نے
اول شاعر کا مضمون بہ تبدیل الفاظ ادا کیا ہے پس گویا مضمون سے ایک لباس اتار کر
اسکو دوسرا لباس پہنا دیا ہے کیونکہ لفظ معنے کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے۔

اب جانو کہ جیسے نسخ اور اغارہ کی تین قسمین ہین جو سابق مذکور ہوئین ایسے ہی المام اور
سلخ کی بھی تین قسمین ہین۔ اول مقبول کہ شعر ثانی اول سے بلند رتبہ ہو۔ شعر اول ناسخ
کا ؎ شکل نظر نہین پڑی آیا نہین پیام بھی ؛ عمر ہوئی کہ ایک سی حالت چشم وگوش ہے
شعر دوم غالب کا ؎ نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال ؛ مدت ہوئی کہ آشتی چشم و

گوش ہے۔ یہان ظاہر ہے کہ شعر دوم اول کا ہم مضمون ہے مگر اُس سے باعتبار الفاظ مختصر ہے و بلحاظ
معنی بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ شعر اول مضمون اتنی چشم و گوش سے جو نہایت لطیف ہے خالی ہے
اور اس لطف کو سخن فہم خوب سمجھتا ہے۔ دوم یہ کہ شعر دوم شعر اول سے گرا ہوا ہے۔ شعر اول سودا کا
۵ واں صبا نہ پہونچ سکے جس شہسوار کا ۔ پہونچے کب اُسکو ہاتھ ہمارے غبار کا ۔ شعر دوم ناسخ کا
کب پہونچ سکتا ہے تیرے ناتوانونکا غبار ۔ تیز جاتی ہے بہت اُسکی سواری اندنون ۔ متامل پر
پوشیدہ نہین ہے کہ شعر اول دوم سے باعتبار الفاظ مختصر ہے و باعتبار معنی بلیغ تر کیونکہ اُسکے مصرعہ
دوم مین غبار کیواسطے ہاتھ ثابت کیا ہے اور یہ استعارہ تخئیلیہ ہے اور اُسکو لازم ہے تشبیہ غبار کی
انسان کے ساتھ اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ اور اسی قسم کے ہین یہ دو شعر ۔ شعر اول ذوق کا
ہزار لطف جو ہین ہر ستم مین جان کے لیے ۔ ستم شریک ہوا کون آسمان کے لیے ۔ شعر دوم
کسی اُستاد کا ۵ چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین ۔ کوئی معشوق ہے اس پردۂ
زنگاری مین ۔ سخن شناس سمجھتا ہے کہ یہ شعر دوم اول سے باعتبار پاکی الفاظ حسن ادا و خوبی
ترکیب بالاتر ہے۔ اور الفاظ معشوق و پردۂ زنگاری نے اُس کے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔ سوم یہ کہ
ہر دو شعر ہم رتبہ ہون اول شعر سودا کا ۵ کیا تاب ہے جو منہ پہ ترے آوے آفتاب ۔ دیکھے تو
بھر نگاہ تو جل جاوے آفتاب ۔ شعر دوم کسی نے یہی مضمون اور الفاظ مین باندہ لیا ہے
۵ خورشید کو کیا طاقت جو سامنے وہ آوے ۔ گرمی سے ترے رخ کی وہ صاف ہی
جل جاوے ۔ ہر چند یہ دونون شعر ہم مضمون ہین مگر انصاف یہ ہے کہ اصل اصل ہے اور نقل نقل ۔
سرقہ غیر ظاہر کی بھی کئی قسمین ہین۔ اول یہ کہ دو شعر کے معانی آپسمین متشابہ ہون ذوق
۵ آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا ۔ کہین یہ جائے نہ اس جنگ و جدل مین مارا
مکند رام دہلوی ۵ دل کی نہین تقصیر کمند آنکھین ہین ظالم ۔ یہ جا کے نہ لڑتین وہ گرفتار نہوتا ۔

هرچند ذوق ملک الشعرا کے سامنے مکند جیسے گمنام کا مذکور سو ادب سے خالی نہین ہے مگر
انصاف بالاے جملہ طاعات ہے حق یہ ہے کہ شعر دوم اول سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی قسم کے ہین یہ
دو قطعے۔ گویا ؎ اسکے کُنگرون وہ فیل کی تعریف مین اپنا مضمون ٭ قلم نے آج تلک جو کیا ہے رقم
تحریر ٭ جو فیلبان ہے فرہاد تو ہے تیشہ کجک ٭ پہاڑ فیل اگر ہے تو دانت چشمۂ شیر ٭
ذوق ؎ ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھون ٭ کرون حکایت شیرین دکھا کن تحریر ٭
اگر فیل کوہ کجک تیشہ فیلبان فرہاد ٭ وہ دونون دانت صفا ایک ایک جوے شیر ٭ ہر چند یہ دونون
قطعات متشابہ و متقارب المعنی ہین مگر ذوق کی خوبی زبان اور چستی الفاظ و حسن ادا بڑھی
ہوئی ہے۔ علاوہ ازین اُس کے مصرعہ اخیر مین صنعت سیاقۃ الاعداد موجود ہے ۔
دوسرے یہ کہ مضمون کو ایک جا سے دوسری جا نقل کرین جیسے ان دو شعرون مین جرأت
؎ رشتہ گل بازی کا دل کا کاش تو پاتا ٭ ہاتون سے جو گرتا تو وہ آنکھون سے اٹھاتا ٭ ذوق
؎ مرے زخمون مین بھر کر دو نمک اب کیا بچاؤ گے ٭ گریگا گر زمین پر یہ تو آنکھون سے
اٹھاؤ گے ٭ اول شعر مین نسبت آنکھ نے اٹھانیکی گل بازی کی طرف ہے اور دوسرے
مین نمک کیطرف تیسرے یہ کہ شعر اول مین دعوی خاص ہے اور دوسرے مین عام جیسا
ان دو شعرون مین ؎ گر صید گہ مین باقی کوئی نہین تو ظالم ٭ گو صید ناتوان ہون پر شکار
مجکو ٭ شاہا ترے شکار کو عالم مین اب نہین ٭ باقی بغیر نرگس خوبان کوئی غزال ٭ پہلے
شعر مین فقط صیدگاہ کے شکارون کی نفی ہے اور دوسرے مین تمام عالم کے شکار کی
چوتھے یہ کہ دوسرے شعر کا مضمون پہلے شعر کے مضمون کی ضد ہو جیسے ان دو شعرون
مین ناسخ ؎ مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا ٭ آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا
ذوق ؎ نام یون پستی مین بالاتر ہمارا ہو گیا ٭ جسطرح پانی کنوئین کی تہ مین تارا ہو گیا

یا پانچوین یہ کہ کسی اور کے مضمون سے کچھ لیکر اُسپر اور چیزین ایسی بڑھا وین کہ نسبت اول کے زیادہ لطیف ہوجاوے جیساان دو شعرون مین مومن خان ؎ خونبہا قاتل سے رحم سے مانگا کئے ؞ کہ فرشتے مجھے یہان داغ درم دیتے ہین ؞ ذوق ؎ کہتی تھی ماہی بریان کہ دبیران قضا ؞ داغ دیتے ہین اُسے جسکو درم دیتے ہین ؞ ظاہر ہے کہ شعر اول مین داغ درم دینا اور خونبہا مانگنا محض ادّعا ہے ۔ اور دوسرے شعر مین داغ دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہی پس یہان اول شعر سے داغ اور درم کا مضمون لیکر ایسی طرح ادا کیا کہ اُسکی بہ نسبت نہایت بلیغ ہوگیا اسی قسم کے ہین یہ دو شعر آتش ؎ صحرا و کوہ چھانے گلستان کی سیر کی ؞ ہاتھ آئی آتش اپنے نہ سیب ذقن کی شاخ ؞ ناسخ ؎ رکھی چھڑی جو ناز سے اُسنے تہ ذقن ؞ سب کو گمان ہوا کہ ہے سیب ذقن کی شاخ ؞ یہان شعر دوم مین شعر اول سے سیب ذقن اخذ کر کے چھڑی کی شاخ اُسپر لگا دی ۔ یعنی شعر اول پر مضمون تازہ زیادہ کر کے لطیف و بلیغ کر دیا ہے ۔

اب معلوم کرنا چاہیے کہ سرقہ غیر ظاہر کے اکثر اقسام مقبول ہین اس لیے کہ یہ اقسام شاعر کے تصرفات تازہ و تلاش سے خالی نہین ہوتین بلکہ بعض مواقع مین شاعر متاخر ایسا اچھا تصرف کرتا ہی کہ اُسکو شاعر متقدم کا تابع کہنا نامناسب ہوتا ہے اسلیے وہ حضیض اتباع سے نکلکر اوج اختراع پر پہونچ جاتا ہے ۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جو مراتب بحث سرقات مین مذکور ہوے کہ فلان مضمون فلان شخص سے لیا گیا ہی اور یہ مقبول ہی اور یہ مردود ہی صورت مین کہہ سکتے ہین کہ جب بالیقین معلوم ہوجاوے کہ شاعر دوم نے اول سے یہ مضمون لیا ہی مثلاً کسیطرح یہ معلوم ہو جاوے کہ شاعر متاخر نے جب فلان مضمون نظم کیا تھا تو اُسکو شاعر متقدم کا شعر یاد تھا اُسنے خود اقرار اخذ کیا ہو اور اگر یہ حال معلوم نہوگا تو سرقہ کا حکم ہرگز نہیں کر سکین گے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ یہ

اتفاق بطریق توارد ہو۔ اور یہ اشعار جو بحث سرقہ مین مذکور ہوئے بیشک احتمال توارد رکھتے ہین

اقتباس و تضمین

اقتباس کے یہ معنی ہین کہ قائل اپنے کلام مین کوئی آیت قرآن مجید کی یا حدیث شریف اسطرح سے لاوے کہ سیاق کلام سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ بھی اُسیکا کلام ہو یعنی اس مین یہ اشارہ نہو کہ وہ آیت قرآن شریف کی یا حدیث ہے۔ اور اگر کلام مین اس قسم کا اشارہ ہوگا تو اقتباس نہین کہلاویگا مثال اقتباس کی یہ شعر غالب کا ؎ دھوپ کی تابش آگ کی گرمی ؛ وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ ؛ اس مین اقتباس ہے آیت وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ سے۔ اور اسی قسم کا ہے یہ شعر نسیم کا ؎ لازم ہے ادائے حق مہمان ؛ احسان کی جزا نہین جز احسان ؛ مصرعہ ثانی اقتباس ہے آیت ھل جزاء الاحسان الا الاحسان سے۔ مثال حدیث شریف کی ذوق کا شعر ؎ سچ ہے اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ اے ذوق ؛ آنکھ اُسکی دغا سے لڑتی ہے ؛ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ حدیث ہے۔

تضمین اُسکو کہتے ہین کہ اپنے اشعار مین دوسرے کا شعر یا مصرعہ لا دین۔ پس اگر وہ شعر مین کسی کے نام سے مشہور نہو تو اس امر کو ظاہر کر دینا چاہیے تاکہ احتمال سرقہ کا نرہے جیسا غالب کے اس شعر مین ؎ غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ ؛ آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین ؛ مصرعہ اخیر ناسخ کا ہے آتش ؎ پہرن پہ مصرعہ سودا پڑھا آتش ؛ تجھ سے اے دیدہ گریان نہوا تھا سو ہوا ؛ دوسرا مصرعہ سودا کا ہے۔ اور اگر وہ شعر یا مصرعہ کسیکے نام سے مشہور ہو تو شاعر منسوب الیہ کیطرف نسبت کرنا ضرور نہین ؛ جیسا سالک کے اس شعر مین ؎ تنگدستی اگر نہو سالک ؛ تندرستی ہزار نعمت ہے ؛ یہان دوسرا مصرعہ میر کا ہے بسبب شہرت اُسکا اظہار نہ کیا ؛

حسن ابتدا و تخلص و انتہا

ہر ناظم و ناثر کو چاہیے کہ تین مقامات پر بالخصوص تحسین کلام کا نہایت اہتمام کرے کہ الفاظ پاکیزہ و استعارات لطیفہ و معانی نازک و خیالات بلند و مضامین ارجمند ہون۔ ایک تو ابتدا مین کیونکہ اُسکو سامع اول سُنتا ہے پس اگر یہ اچھی ہے تو سامع ہمہ تن گوش ہو کر تمام کلام کو برغبت سُنے گا ورنہ اُس سے اعراض کرے گا۔ اگرچہ مابعد اُسکا بہت اچھا ہو۔

مثال ابتداے پسندیدہ کی جس مین مضامین بہار ہون قصیدہ سودا کا جسکا مطلع یہ ہے

ع اُٹھ گیا بہمن و دی کا چمنستان سے عمل ٭ تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل ٭

اور مضامین خمریہ مین قصیدہ ذوق کا جسکے اول کے دو شعر یہ ہین ع ہے وہ جان دارو ئے مئے نافع اعضا و حواس ٭ کہ دل مُردہ ہو زندہ تن بیحس حساس ٭ قطرۂ مے سے ترقی حواس خمسہ ٭ یون ہو جس طرح کہ ایک نقطے سے ہون پانچ پچاس ٭ اور پسندیدہ تر ابتدا وہ ہے جو بطور براعۃ الاستہلال کے ہو یعنی ابتدا مین ایسے الفاظ لاوین جس سے غرض قصیدہ معلوم ہو جاوے مثلاً ذوق کے قصیدہ کا جو غسل صحت کی تہنیت مین ہے یہ مطلع ع

واہ وا کیا معتدل ہے باغ عالم مین ہوا ٭ مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا ٭

دوسرا مقام جسکا زیادہ اہتمام چاہیئے تخلص ہے جسکو گریز بھی کہتے ہین یعنی وہ مقام جہان شاعر تشبیب سے گریز کرکے غرض قصیدہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اُس مقام کے مزید اہتمام کی یہ وجہ ہے کہ سامع اول سے اس امر کا منتظر ہوتا ہے کہ شاعر کس طرح تشبیب کو چھوڑ کر مقصود شروع کرے گا پس اگر یہ چھوڑنا اور شروع کرنا اچھے طریق سے ہوگا تو سامع بذوق و شوق تمام قصیدہ سُنے گا ورنہ بے پروائی سے پیش آوے گا۔

مثال حسن تخلص کی یہ دو شعر قصیدۂ سودا کے جس کا مطلع سابق مرقوم ہو چکا ہے

سخن ہو جہان کے شعرا کا مرے آگے سر سبز ٭ نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل ٭

بہتر سمجھے تو بعض سخن اُسکی ہی مداحی کا ٭ ذات پر جس کی ہیں ختم سخن کنہ عزّ و جل ٭

پس اگر وہ اچھا ہوگا تو سامع اُسکے سننے سے محظوظ ہوگا اور جو کچھ پہلے حسن کلام

میں کوتاہی ہوئی ہوگی اُسکا تدارک ہو جاوے گا۔ اور جو اچھا نہ ہوگا تو پہلی خوبیوں کو بھی بھلا دیگا

مثال حسن انتہا کی یہ اشعار قصیدہ ذوق کے ہیں۔

کرتا اس رنگ سے ختم سخن وہ کے دعا ٭ ذوق جو ہے ترا مداح محبت یکرنگ

گلشن دہر میں ہر سال مبارک تجھکو ٭ جشن نوروز بہر رنگ بتاج و اورنگ

اور ترے حاسد بدبین کو دکھاوین لاکھون ٭ خسروا روز نئے رنگ فلک کے نیرنگ

اور حق یہ ہے کہ اس ملک الشعراء کے تمام قصائد میں مثل اور صنائع کے حسن ابتدا

و تخلص و انتہا کی بھی کمال مراعات ہے

اللہ جل شانہ

کا شکر ہے کہ کتاب تذکرۃ البلاغت حسن انتہا کے ذکر پر ختم ہوئی

خداوند کریم خاتمہ بخیر کرے آمین

تمت بالخیر

تاریخ نتائج طبع سلیم جناب مولوی محمد عبد الحکیم صاحب متخلص بہ حکیم سلمہ اللہ الکریم

بنامیزد زہے زیبا کتابے — کلیدِ از پئے گنجِ معانی
زبان را از بلاغت چاشنی داد — زہے گسترده خوانِ میہمانی
نہ خوانیمش کلامِ وحی و الہام — نہ گوئیمش کتابِ آسمانی
ولے وصفش کنیم از روے انصاف — کہ در اردو زبانش نیست ثانی
چنین شکلے نزاد از طبعِ بہزاد — چنین نقشے نہ بستہ کلک مانی
صفاے او صفاے عارضِ ماہ — اداے او اداے دلستانی
نہ کوہ الا ازو صد لعل خیزد — نہ بحر الا نماید دُر فشانی
چو وا بینی بیان اندر بیان ست — چو وا بینی معانی در معانی
بیانِ او بیانِ حسن معنی ست — عیان از معنیش روشن بیانی
ازو ہر فصل تفصیلِ فصاحت — ازو ہر باب بابِ نکتہ دانی
ازو نہج البلاغت راست آمد — ازو نہر الفصاحت در روانی
حکیم از سالِ طبعش ہر کہ پرسید — بدو گفتم کہ خورشید معانی
چو خورشیدِ معانی بے مثال ست — حساب سال کن [۹۱] زانسان [۱۲] کہ دانی

بہ اوج آمد بگو شمس البلاغت
بہ سنِ عیسوی تاریخ ثانی

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب تذکرۃ البلاغت مصنفہ مولوی ذو الفقار علی صاحب دیوبندی مرحوم و مغفور از اہتمام احقر انام
محمد عبد الاحد عفا عنہ اللہ الصمد در مطبع مجتبائی واقع دہلی بماہ اگست سنہ ۱۹۰۹ء طبع گردید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	صنعت جمع و تفریق۔	۱۶۳	صنعت جناس جسکو تجنیس بھی کہتے ہین
۱۴۹	جمع و تقسیم۔	۱۶۷	صنعت رد العجز علے الصدر۔
۱۵۰	صنعت جمع و تفریق و تقسیم۔	۱۷۴	صنعت منقوطہ۔
״	صنعت تجرید۔	״	صنعت غیر منقوطہ جسکو مہملہ بھی کہتے ہین
۱۵۲	صنعت مبالغۂ مقبولہ۔	״	صنعت رقطا۔
۱۵۴	صنعت مذہب الکلامی۔	۱۷۴	صنعت خیفا۔
۱۵۵	صنعت حسن التعلیل۔	۱۷۵	صنعت سجع۔
۱۵۷	صنعت تاکید المدح بمایشبہ الذم	۱۷۶	صنعت موازنہ۔
۱۵۹	صنعت تاکید الذم بمایشبہ المدح۔	۱۷۷	صنعت ذوالقافیتین یا ذوالقوافی۔
۱۵۹	صنعت استتباع۔	۱۷۷	صنعت ذوالبحرین۔
״	صنعت ادماج۔	״	صنعت تلمیح۔
۱۶۰	صنعت توجیہ جسے محتمل الضدین بھی کہتے ہین	۱۷۸	صنعت سیاقۃ الاعداد۔
۱۶۰	صنعت ہزل جس سے جد مراد ہو۔	״	صنعت تنسیق الصفات۔
۱۶۱	صنعت تجاہل العارف یعنی جانکر انجان بنجانا	״	صنعت توشیح۔
۱۶۱	صنعت قول بالموجب۔	۱۷۹	**خاتمہ کتاب**
۱۶۲	صنعت تعجب۔	״	سرقات شعری۔
۱۶۲	صنعت اعتراض۔	۱۸۵	اقتباس و تضمین۔
۱۶۳	صنعت دوم صنائع لفظی کے بیان ہین۔	۱۸۶	حسن ابتدا و تخلص و انتہا۔

اعلان

واضح ہو

کہ اس مطبع مین ہر قسم کی کتابین اور قرآن شریف اور حمائل سادہ مترجم۔ اور اسی مطبع کی مطبوعہ حمائل شریف معرّٰے اور مترجم اور ایک اشرفی بی غلطی انعام والی وکتب دینیات عربی فارسی اُردو وکتب مدارس اسلامی ونیز کتب سرکاری سرشتۂ تعلیم وکتب مصنفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی وحضرت شاہ ولی اللہ وحضرت شاہ عبد العزیز وحضرت مولوی محمد قاسم صاحب رحمہم اللہ تعالےٰ ومولوی نذیر احمد صاحب ومولوی الطاف حسین صاحب حالی وشمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب ومولوی ابو محمد عبد الحق صاحب مفسر تفسیر حقانی ومولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی۔

ودیگر کتب مطبوعہ

مصر۔ بمبئی۔ کلکتہ۔ کان پور۔ آگرہ۔ بریلی۔ پٹنہ۔ میرٹھ۔ لاہور۔ وغیرہ وغیرہ۔

وکتب جملہ علوم وفنون

مثل تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ صرف ونحو۔ معانی۔ بیان۔ منطق۔ فلسفہ۔ ومولود۔ تصوف طب۔ لغات۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ جبر ومقابلہ۔ ریاضی۔ تواریخ۔ جغرافیہ۔ نقشہ طبیعیات مناظرہ۔ مباحثہ۔ قصص۔ دواوین۔ اور نیز کتب متفرقہ نایاب زمانہ بھی جہت فروخت موجود ہین اور اسی مطبع مجمع العلوم مجتبائی دہلی سے مل سکتی ہین۔

العبد

محمد عبد الاحد عفی عنہ پروپرائٹر مطبع مجتبائی دہلی ماہ اگست سنہ ۱۹۰۹ع